مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ

"جس نے رسول کی اطاعت کی، تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی"

مَنۡ اَحۡيَا سُنَّتِىۡ فَقَدۡ اَحَبَّنِىۡ وَمَنۡ اَحَبَّنِىۡ كَانَ مَعِىَ فِى الۡجَنَّةِ

"جس نے میری سنت کو زندہ کیا اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا"

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زندگی اپنائیں

جلد دوم

اس کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا کھانے، دعوت طعام، پھلوں ومیوں، پانی پینے، لباس پہننے، سونے اور بیدار ہونے، بال رکھنے، ناخن کاٹنے، عطر اور سرمہ لگانے، انگوٹھی پہننے، اور مہندی لگانے سے متعلق سنتیں اور ہدایات مستند ذخیرہ کتب سے جمع کیا گیا ہے۔ جس کا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے نہایت ضروری ہے۔

وہ نہ پہنچے گا کبھی اللہ تعالیٰ تک
راہِ سنت پر نہ ہو جس کا قدم

نقشِ قدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جنت کے راستے
اللہ تعالیٰ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

فاضل: جامعہ خیر المدارس شیخ ماندہ ضلع کوئٹہ

:مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْاَطَاعَ اللّٰہَ: **ترجمہ**: جس نے رسول کی اطاعت کی، تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

:مَنْ اَحْیَاسُنَّتِیْ فَقَدْاَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ: **ترجمہ**: جس نے میری سنت کو زندہ کیا اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زندگی اپنائیں

(جلددوم)

یہ کتاب اہل اسلام کیلئے ایک قیمتی سرمایہ ہے، جس میں حضورا کرم ﷺ کے کھانا کھانے، دعوتِ طعام، پھلوں میووں، پانی پینے، لباس پہننے، سونے اور بیدار ہونے، بال رکھنے، ناخن کاٹنے، عطر اور سرمہ لگانے، انگوٹھی پہننے، مہندی لگانے سے متعلق سنتیں اور ہدایات مستند ذخیرۂ کتب سے جمع کیا گیا ہے۔ جس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے۔

نقشِ قدم نبی ﷺ کے ہیں جنت کے راستے
اللہ تعالیٰ سے ملاتے ہیں سنت کے راستے
وہ نہ پہنچے گا کبھی اللہ تعالیٰ تک
راہِ سنت پہ نہ ہو جس کا قدم

(تالیف)

حضرت مولانامحبّ اللّٰہ قریشی صاحب

(فاضل: جامعہ خیرالمدارس شیخ ملدہ ضلع کوئٹہ)

نام کتاب.................... پیارے نبی ﷺ کی پیاری زندگی اپنائیں

جلد.................... دوم

تالیف.................... حضرت مولانا محب اللہ قریشی صاحب

اشاعت اوّل............ مارچ 2023ء

تعداد.................. 1100

صفحات..................

ناشر.................... مکتبہ صحابہؓ کوئٹہ بلوچستان

انتساب

میں اپنی اِس کتاب کو حضور اکرم ﷺ کے اُن مقدس شاگردوں کی طرف منسوب کرتا ہوں جنہوں نے براہِ راست حضور اکرم ﷺ سے دین سیکھ کر پھر اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کر کے حضور اکرم ﷺ کی ایک ایک سنت کو محفوظ کر کے اُمت تک پہنچا کر اُمت پر عظیم احسان فرمایا ہے۔

رضی اللّٰہ تعالٰی عنهم اجمعین

﴿فہرست مضامین﴾

کھانا کھانے کی سنتیں اور آداب.....99

دعوتِ طعام کی سنتیں اور آداب..... 139

میزبان کے لئے سنتیں اور آداب..... 148

مہمان کے لئے سنتیں اور آداب..... 153

##

پانی پینے کی سنتیں اور آداب.....162

لباس کی سنتیں اور آداب..... 174

سونے اور بیدار ہونے کی سنتیں اور آداب..... 211

سوتے وقت حضوراکرمﷺ کے قرآنی معمولات..... 236

بالوں کی سنتیں اورآداب..... 242

ناخن سے متعلق سنتیں اور آداب..... 274

عطر سے متعلق حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان..... 282

سرمہ سے متعلق حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان..... 290

عرضِ مؤلف

میرے محترم دوستو!

منازلِ قُرب الٰہی کی ابتدا بھی اتباعِ سنت ہے اور انتہا بھی اتباعِ سنت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی محبت کی ابتدا بھی اتباعِ سنت پر موقوف ہے اور انتہا بھی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنی محبت کے لئے :فَاتَّبِعُوْنِیْ: کی قید لگائی، کہ اگر تم مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہوں تو میرے نبی کی اتباع کرو، اور جب تم نبی کی اتباع کروگے تو تمہیں کیا انعام ملے گا؟ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ: اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

معلوم ہوا کہ محبت کی ابتدا بھی سنت کی اتباع پر موقوف ہے اور اس کی انتہا یعنی محبوبیت عنداللہ (اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نزدیک محبوب بننا) بھی سنت کی اتباع کا ثمرہ ہے، کیونکہ :فَاتَّبِعُوْنِیْ: پر :یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ: کی ترتیب منصوص ہے۔

اگر آج اُمت سنت کے راستہ پر آجائے تو اس کی دُوری، حضوری سے تبدیل ہوجائے گی اور تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔ بقول شاعر:

مؤمن جو فدا نقشِ کفِ پائے نبی ﷺ ہو
ہو زیرِ قدم آج بھی عالم کا خزینہ
گر سنتِ نبوی کی کرے پیروی اُمت
طوفاں سے نکل جائے گا پھر اس کا سفینہ

اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کتاب کو میرے لئے اور میرے والدین کیلئے اور میرے بہن بھائیوں کے لئے (جنہوں نے تمام دنیاوی ضروریات سے بے پرواہ کر کے مجھے دین کی اشاعت اور خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے) قیامت تک صدقۂ جاریہ اور اپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔

:فجزاهم اللّٰه احسن الجزاء:

اٰمين يا ربّ العٰلمين بحرمة سيّدالمرسلين عليه الصّلاة والتّسليم

(العارض)

محبّ اللّٰہ قریشی

تاریخ:16:5:2023ء

سنت کے مطابق زندگی گزارنے کو مسلمانوں میں رائج کرنے کی شدید ضرورت ہے

میرے محترم قارئین کرام!

دنیا کے تمام انسانوں میں صرف حضور اکرم ﷺ کی ہی ذاتِ مبارکہ کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال، وضع وقطع، شکل وشباہت، رفتار وگفتار، اندازِ گفتگو، طرزِ زندگی، طریق معاشرت، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ہنسنے اور بولنے کی ہر ہر ادا مبارک بعینہٖ اسی طرح محفوظ کی گئی ہے جس طرح آپ ﷺ سے سرزد ہوئی ہے۔

ہمارے لئے یہ بات باعث افتخار ہے کہ ہمیں جس پیغمبر ﷺ کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے ان کی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ہمارے پاس موجود ہے۔

سابقہ محدّثین عظام اور علماء کرام نے اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے حضور اقدس ﷺ کی ساری زندگی، بعد والے انسانوں تک پہنچائی۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس حیاتِ طیبہ کو سیکھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور اس کو ساری اُمت میں پھیلایا

جائے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس شخص کے چہرے کو تر وتازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا، اس پر عمل کیا پھر اس کو محفوظ کیا اور لوگوں تک اِس کو ایسے پہنچایا جیسے اُس کو سنا۔ (خطبات فقیر: ج: ص 270)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو صحیح طریقِ ہدایت کی طرف بلائے تو ان تمام لوگوں کے عمل کا ثواب اس کو ملے گا، جو اس کا اتباع کریں، بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے۔ اور جو شخص کسی گمراہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے، تو اس پر ان سب لوگوں کا گناہ لکھا جائے گا، جو اس کا اتباع کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔ (جواهر الفقه: ج 1: ص 468)

اِس حیات طیبہ کو ساری اُمت میں کس طرح پھیلایا جائے

اس کے لئے بہترین ترتیب یہ ہے کہ اس کتاب کی تعلیم..... مدرسہ کی ہر درسگاہ میں، اسکول اور کالج کے ہر کلاس میں، ہر مسجد میں اور ہر گھر میں، ایک وقت مقرر کر کے اس کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ تا کہ سنت کے مطابق زندگی گزارنا اُمت میں عام ہو جائے۔

لهذا.....!

آپ اگر مسجد کے امام ہے،تو آپ ایک وقت متعین کر کے اپنے مقتدیوں کو سنت کے مطابق کھانا کھانے ،دعوتِ طعام،پھلوں ومیوں،پانی پینے،لباس پہننے،سونے اور بیدار ہونے،بال رکھنے،ناخن کاٹنے،عطر اور سرمہ لگانے،انگوٹھی پہننے،مہندی لگانے سے متعلق سنتیں اور ہدایات بتا کر اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں۔

آپ اگر پیر صاحب ہے،تو آپ ایک وقت متعین کر کے اپنے مریدوں کو سنت کے مطابق کھانا کھانے ،دعوتِ طعام،پھلوں ومیوں،پانی پینے،لباس پہننے،سونے اور بیدار ہونے،بال رکھنے،ناخن کاٹنے،عطر اور سرمہ لگانے،انگوٹھی پہننے،مہندی لگانے سے متعلق سنتیں اور ہدایات بتا کر اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں۔

آپ اگر مدرس یا ٹیچر ہے،تو آپ ایک وقت متعین کر کے اپنے شاگردوں کو سنت کے مطابق کھانا کھانے ،دعوتِ طعام،پھلوں ومیوں،پانی پینے،لباس پہننے،سونے اور بیدار ہونے،بال رکھنے،ناخن کاٹنے،عطر اور سرمہ لگانے،انگوٹھی پہننے،مہندی لگانے سے متعلق سنتیں اور ہدایات بتا کر اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں۔

آپ اگر شوہر ہو،تو آپ ایک وقت متعین کر کے اپنے بیوی اور بچوں کو سنت کے مطابق کھانا کھانے ،دعوتِ طعام،پھلوں ومیوں،پانی پینے،لباس پہننے،سونے اور بیدار ہونے،بال رکھنے،ناخن کاٹنے،عطر اور سرمہ لگانے،انگوٹھی پہننے،مہندی لگانے سے متعلق سنتیں اور ہدایات بتا کر اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں۔

آپ اگر والد ہو،تو آپ ایک وقت متعین کر کے اپنے بچوں اور بچیوں کو سنت کے مطابق کھانا کھانے ،دعوتِ طعام،پھلوں ومیوں،پانی پینے،لباس پہننے،سونے اور بیدار ہونے،بال رکھنے،ناخن کاٹنے،عطر اور سرمہ لگانے،انگوٹھی پہننے،مہندی لگانے سے متعلق

سنتیں اور ہدایات بتا کر اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں۔

آپ اگر بھائی ہو،تو آپ ایک وقت متعین کر کے اپنے بہن بھائیوں،اور والدین کو سنت کے مطابق کھانا کھانے ، دعوتِ طعام،پھلوں ومیوں ،پانی پینے ،لباس پہننے، سونے اور بیدار ہونے ،بال رکھنے،ناخن کاٹنے ،عطر اور سرمہ لگانے ،انگوٹھی پہننے،مہندی لگانے سے متعلق سنتیں اور ہدایات بتا کر اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں۔

آپ اگر بیٹا ہو،تو آپ ایک وقت متعین کر کے اپنے بہن بھائیوں اور والدین کو سنت کے مطابق کھانا کھانے ،دعوتِ طعام ،پھلوں ومیوں ،پانی پینے ،لباس پہننے،سونے اور بیدار ہونے ،بال رکھنے ،ناخن کاٹنے ،عطر اور سرمہ لگانے ،انگوٹھی پہننے،مہندی لگانے سے متعلق سنتیں اور ہدایات بتا کر اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں۔

آپ کے اگر دوست ہیں تو آپ ایک وقت متعین کر کے اپنے دوستوں کو سنت کے مطابق کھانا کھانے ،دعوتِ طعام ،پھلوں ومیوں ،پانی پینے ،لباس پہننے،سونے اور بیدار ہونے ،بال رکھنے ،ناخن کاٹنے ،عطر اور سرمہ لگانے ،انگوٹھی پہننے،مہندی لگانے سے متعلق سنتیں اور ہدایات بتا کر اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں۔

آپ جس بھی عہدہ پر فائز ہو،تو آپ ایک وقت متعین کر کے اپنے ماتحتوں کو سنت کے مطابق کھانا کھانے ،دعوتِ طعام ،پھلوں ومیوں ،پانی پینے ،لباس پہننے،سونے اور بیدار ہونے ،بال رکھنے ،ناخن کاٹنے ،عطر اور سرمہ لگانے ،انگوٹھی پہننے،مہندی لگانے سے متعلق سنتیں اور ہدایات بتا کر اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں۔

نوٹ نمبر (1):اس میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کھانا کھانے ، دعوتِ طعام ،پھلوں ومیوں ،پانی پینے ،لباس پہننے،سونے اور بیدار ہونے ،بال رکھنے ،ناخن کاٹنے ،عطر اور سرمہ لگانے ،انگوٹھی پہننے،مہندی لگانے سے متعلق تمام سنتیں اور ہدایات ایک

ساتھ نہ بتائیں بلکہ تھوڑا تھوڑا اِن کو بتایا جائے۔

اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ نیچے لکھے گئے کھانا کھانے، دعوتِ طعام پھلوں میوں، پانی پینے، لباس پہننے، سونے اور بیدار ہونے، بال رکھنے، ناخن کاٹنے، عطر اور سرمہ لگانے، انگوٹھی پہننے، مہندی لگانے کی سنتوں میں سے مثلاً کھانا کھانے کی دو سنتیں ان کو بتا کر اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں، اور پانچ دن تک کھانا کھاتے ہوئے اُن دونوں سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جب وہ دونوں چیزیں ان کی عادت بن جائیں پھر دو اور سنتیں ان کو بتا کر اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائیں، اور پانچ دن تک کھانے کے دوران اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس طرح وہ بھی ان کی عادت بن جائے گی۔ اسی طرح دو دو سنتیں بتا کر پانچ پانچ دن تک اُن دو سنتوں کو اپنانے کی کوشش کرتے رہیں، چند وقت میں ان کا پورا کھانا کھانا سنت کے مطابق ہو جائے گا۔

جب کھانا کھانے کی سنتیں مکمل ہو جائے، پھر اسی ترتیب سے دعوت طعام کی سنتوں کا سلسلہ شروع کیا جائیں، جب یہ بھی مکمل ہو جائیں، پھر اسی ترتیب پر سلسلہ وار ایک ایک چیز کی سنتوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

نوٹ نمبر (2): کھانا کھانے، دعوتِ طعام، پھلوں میوں، پانی پینے، لباس پہننے، سونے اور بیدار ہونے، بال رکھنے، ناخن کاٹنے، عطر اور سرمہ لگانے، انگوٹھی پہننے، مہندی لگانے سے متعلق سنتیں اور ہدایات بتانے کے ساتھ ساتھ، ترتیب وار ان چیزوں میں سے ایک ایک چیز بھی اِن کو سنایا کریں، تاکہ اِن کے اندر سنت زندگی اپنانے کا شوق اور جذبہ پیدا ہو جائے۔

1.....اتباعِ سنت کی اہمیت اور حیثیت۔

2.....اتباعِ سنت کی فضیلت۔

3.....سنتوں سے اعراض کرنے پر وعیدیں۔

4.....قبولیتِ عمل کے لئے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ وہ نیک عمل سنت کے مطابق ہو۔

5.....حضرات صحابہ کرامؓ اور اسلافؒ کا اہتمام سنت۔

6.....صحابہ کرامؓ کو اُمورِ غیر مسنونہ سے اجتناب کا بڑا اہتمام تھا۔

7.....صحابہ کرامؓ کی پیروی کرنے اور بدعت سے بچنے کا حکم۔

8.....بدعت کی مذمت۔

گـــذارش: وقت کی کمی کی وجہ سے مذکورہ بالا آٹھ موضوعات کو مختصراً تحریر کر دیئے ہیں۔لہذا قارئین کرام سے درخواست کی جاتی ہے کہ اِن موضوعات سے متعلق اگر کسی کو کوئی حدیث شریف یا کوئی واقعہ مل جائے تو وہ مجھ تک پہنچا دیں تا کہ دوسرے ایڈیشن میں ان کو بھی اِس کتاب کا حصہ بنائیں۔

(رابطہ اور واٹسپ نمبر: 0312,8298496)

علماء کا فریضہ ہے کہ اُمت کو سنت زندگی بتائیں

جس وقت بدعات ومنکرات دنیا میں پھیل جائیں، اُس وقت کے اہل علم کے لئے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اُن کو اُس وقت اپنے علم کا اظہار کرنا چاہئے۔ اور جو ایسا نہ کرے اس پر سخت وعید فرمائی ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

:اذاحدث فی امتی البدع وشتم اصحابی ،فلیظھر العالم علمه فمن لم یفعل فعلیه لعنة اللّٰه والملئکة والناس اجمعین:

ترجمہ: جب میری امت میں بدعتیں پیدا ہو جائیں اور میرے صحابہ کرامؓ کو بُرا کہا جائے تو اُس وقت کے عالم پر لازم ہے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے، اور جو ایسا نہ کرے گا تو اس پر لعنت ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ کی اور فرشتوں کی اور سب انسانوں کی۔

چنانچہ ہر زمانہ، ہر دور کے علماء نے اپنے اپنے زمانہ میں فتنوں کے طوفان میں نبی کریم ﷺ کی سنت کے صحیح طریقہ کو روشن کیا، اور بدعات ومحدثات کی تلبیس کو دُور کیا۔

لہذا اِس وقت ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم بھی لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کی سنت زندگی بتائیں اور اس پر عمل کروانے کی کوشش کرے۔ (جواہر الفقہ: ج 1: ص 454)

میرے محترم علماء کرام!

اگر قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ کفار جب اپنی چیزوں کو متعارف کرا رہے تھے، آج کفر نے موبائل فون بنا کر ہر کچے اور پکے مکان تک پہنچا دیا، تاجر سے لے کر بکریاں چرانے والے تک پہنچا دیا، مسجد سے لے کر بیت اللہ کے دروازے تک پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نبی پوچھیں گے جب کافروں نے اپنی چیزوں کا اتنا تعارف

کروایا تھا، بتاؤ، مولویو! تم نے میرے اسلام کا تعارف کروایا؟ قرآن کا تعارف کروایا؟ میری سنت کا تعارف کروایا؟ لوگوں کے ہاتھ میں تانبا تھا انہوں نے تانبے کو سونا بنا دیا، تمہارے ہاتھ میں سونا تھا تم نے سونے کو کیوں نہ لوگوں کے سامنے پیش کیا؟ میری سنت کا غم کیوں نہ کھایا؟ اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حبیب ﷺ نے پوچھا تو ہم کیا جواب دیں گے؟

(خطبات فقیر: ج28: ص144)

سنت کا انکار کرنا کفر ہے

سوال: اگر کوئی مسلمان داڑھی یا مسواک کا مذاق اُڑاتا ہے تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں سنت کا استخفاف اور اس کی توہین صریح کفر ہے۔ ایسا آدمی شرعاً کافر ہو جائے گا۔ اگر ایمان کی تجدید نہیں کرے گا تو اس کی موت کفر پر ہوگی، اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا ناجائز ہوگا، اور اس کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ (جواھر الفتاویٰ: ج5: ص75)

2.....سنت، آنحضرت ﷺ کے طریقے کا نام ہے۔ آنحضرت ﷺ کی کسی چیز کا مذاق اُڑانے والا کھلا کافر ہے۔ اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو مذاق اُڑانے کے بعد مرتد ہو گیا۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج2: ص63)

اتباعِ سنت کی اہمیت اور حیثیت

1.....حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں کہ سنت (رسول اللہ ﷺ کا عمل) قرآن کی مراد کو بیان کرتی ہیں۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 19)

2.....امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ گویا سنت، کتاب اللہ کے احکام کیلئے بمنزلۂ تفسیر و شرح کے ہے۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 19)

3.....حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا آپ ﷺ کے اخلاق کیا تھے؟ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا: تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے؟ یعنی آپ ﷺ کے اخلاق و احوال قرآن کریم کی عملی تصویر تھی۔

لہذا آپ ﷺ کے اخلاق و احوال کی اتباع گویا کلام الٰہی کی اتباع ہے۔اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کی سنت کی اہمیت اور کیا ہوگی۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 19)

4.....میرے محترم دوستو! قرآن کریم نے جس طرح اپنی اتباع و اطاعت کا حکم دیا ہے اسی طرح اس نے سنت کی اتباع کا بھی حکم دیا ہے۔نیز قرآن کریم نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اتباع اور آپ ﷺ کے منع کردہ اُمور سے اجتناب کا بھی حکم دیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی اتباع کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ. وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ:

ترجمہ: اے نبی! لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا، وہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا:

ترجمہ: تمہارے لئے رسول اکرم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے، اس شخص کے لئے جو کوئی اُمید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اور پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ۔

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ جل شانہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی اُمید رکھتے ہیں اور کثرت سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کو یاد کرتے ہیں، ان کے لئے رسول اکرم ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ:

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

گویا رسول اکرم ﷺ کی اتباع اللہ تعالیٰ جل شانہ کی اطاعت بھی ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ کی محبت کے حصول کا ذریعہ بھی، ہمارے گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بھی، جنت میں رسول اکرم ﷺ کے قرب کا ذریعہ بھی، رسول اکرم ﷺ سے محبت کا اظہار بھی، رسول اکرم ﷺ کی قدر شناسی کی علامت بھی، اور زندگی میں سکون و راحت کا ذریعہ بھی۔

تو بندے کو اور کیا چاہئے؟ کیا اس سے بڑی کامیابی؟ کیا اس سے بڑی سعادت؟ کیا اس سے بڑی بھلائی؟ کیا اس سے بڑی دولت؟ کیا اس سے بڑا اعزاز بھی کوئی ہو سکتا ہے.....؟؟؟

یادرکھئے!ہمارے لئے صراطِ مستقیم یہی ہے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کی کامل اتباع شعوری طور پر کریں۔جب ہم اپنی اناؤں کو رسول اکرم ﷺ کی اداؤں پر فدا کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلتے جائیں گے تو ہمارے کردار اور شخصیت میں عظمت اور بلندی پیدا ہوتی چلی جائے گی۔اس کا عظیم انعام یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمیں اپنا محبوب بنا لے گا۔یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا وعدہ ہے۔ بقول شاعر:

کی محمد ﷺ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اسوۂ حسنہ اپنا کر ہم نہ صرف اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے ایک نمونہ بن کر اِن کی رُشد و ہدایت کا ذریعہ بھی بن سکتے ہیں۔

زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق رسول اکرم ﷺ کی دی ہوئی قولی و عملی ہدایت پر ایسا عمل کرو جیسا کہ عمل کرنے کا حق ہے، پھر دیکھو کہ وہ عقدِ محبت جس کا وعدہ حدیث میں کیا گیا ہے یقیناً نافذ ہو کر رہے گا۔

میرے محترم قارئین کرام!

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضور اکرم ﷺ کو ساری دنیا بلکہ رہتی دنیا تک کے انسانوں کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا۔حضور اکرم ﷺ کی ایک ایک ادا،اللہ تعالیٰ جل شانہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور جو بھی حضور اکرم ﷺ کے مبارک طریقوں کو اپناتا چلا جائے گا اللہ تعالیٰ جل شانہ سے قریب ہوتا چلا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اسے بھی اپنا محبوب بنا لیں گے۔ہر عمل میں حضور اکرم ﷺ کی اتباع جہاں انسان کی سب سے بڑی خوش نصیبی ہے وہاں حضور اکرم ﷺ سے سچی محبت کی علامت بھی ہے۔

رسول اکرم ﷺ سے محبت کا دعویٰ تو سب کرتے ہیں مگر اس دعوے میں کون کس

قدر سچا ہے؟اس کااندازہ اس کے عمل سے ہوگا۔جو جس قدر اس دعوے میں سچا ہوگا،اسی قدر وہ رسول اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین پر عمل پیرا اور رسول اکرم ﷺ کی اتباع میں مستعد ہوگا۔کیونکہ رسول اکرم ﷺ کاارشادمبارک ہے کہ:جس نے میری سنت کومحبوب رکھااس نے مجھے محبوب رکھااور جس نے مجھے محبوب رکھاوہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

محبت ایک مخفی چیز ہے۔کسی کوکسی سے محبت کم ہے یازیادہ ہےاس کا کوئی پیمانہ بجز اس کے نہیں کہ حالات اور معاملات سے اندازہ کیاجائے۔محبت کے کچھ آثار اور علامات ہوتی ہیں کہ ان سے پہچانا جائے۔

یہ لوگ جواللہ تعالیٰ جل شانہ سے محبت کے دعویدار اور محبوبیت کے متمنی تھے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اُن لوگوں کو اِن آیات میں اپنی محبت کامعیار بتلایا ہے۔یعنی اگر دنیامیں آج کسی شخص کو مالک حقیقی کی محبت کادعویٰ ہوتو لازم ہے کہ اس کواتباع محمدی ﷺ کی کسوٹی پر آزما کر دیکھ لے،سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔جو شخص جتنا سچا ہوگا اتنا ہی حضور اقدس ﷺ کی اتباع کازیادہ اہتمام کرے گا۔

موجودہ دور میں جبکہ رسول اکرم ﷺ کی محبوب سنتوں سے بیگانگی بڑھتی جارہی ہےاور مسلمان اپنے دین اسلام کی تعلیمات چھوڑ کر غیروں کے طور طریقے اختیار کررہے ہیں،سنتوں کی جگہ بدعات اور غیر مسلموں کی راہ ورسم جنم اپنارہے ہیں۔اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ مسلمانوں کوبار بار اسلامی تعلیمات اور رسول اکرم ﷺ کی سنتوں کی طرف دعوت دی جائے۔

اس کتاب میں رسول اکرم ﷺ کے وضو،غسل اور نماز سنت کے مطابق ادا کرنے کی ہدایات وسنتیں نقل کی گئی ہیں۔لہذا اس پر خود بھی عمل کریں اور دوسرے مسلمانوں تک پہنچانے کی بھی کوشش کریں۔

سنت پر عمل کرنا بہتر ہے یا کرامت کا ظاہر ہونا

(1)

حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ کی خدمت میں ایک بزرگ چشتیہ حاضر ہوکر عرض کرنے لگے کہ مجھ کو کئی سال نسبت حق میں قبض تھا، آپ کے حضرت خواجہ باقی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبض کی شکایت کی تو حضرت خواجہ صاحبؒ کی توجہ و دعا سے میری حالتِ قبض، بسط سے بدل گئی، آپ بھی کچھ توجہ فرمائیں، کیونکہ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے تمام خلفاء او رمریدین کو آپ کے حوالہ کردیا۔ تو حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ نے ان کے جواب میں فرمایا: کہ میرے پاس تو اتباع سنت کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

یہ سنتے ہی اُس بزرگ پر حال طاری ہوا اور کثرت نسبت اور قوت باطنی کے اثرات سے سرہند شریف کی زمین جنبش کرنے لگی۔ حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ نے ایک خادم سے فرمایا کہ: طاق میں سے مسواک اُٹھالاؤ، حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ نے مسواک کو زمین پر ٹیک دیا، اُسی وقت زمین ساکن ہوگئی، اور اُس بزرگ کی کیفیت جذبی بھی جاتی رہی۔

اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ نے اُس بزرگ سے فرمایا: کہ تمہاری کرامت سے زمین سرہند جنبش میں آگئی اور اگر فقیر دعا کرے تو انشاء اللہ سرہند کے مردے

زندہ ہو جائیں لیکن میں تمہاری اس کرامت (زمین کی جنبش) سے اور اپنی اس کرامت سے کہ (دعا سے سرہند شریف کے تمام مردے زندہ ہو جائیں) وضو کے شروع میں بطریق سنت مسواک کرنا بدرجہا افضل جانتا ہوں۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص195)

(2)

امام ربانی، شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر ساری دنیا کی کرامتیں ہم سے چھین لیں اور اتباعِ سنت ہمیں دے دیں تو خوش نصیبی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور اگر ساری دنیا کی کرامتیں ہمیں دے دیں اور اتباعِ سنت چھین لیں تو ساری دنیا کی بدبختی کے سوا کچھ نہیں۔

ایک شخص حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس 9 سال تک رہا۔ ایک دن وہ کہنے لگا: حضرت! مجھے اجازت دیں کہ میں کسی اور شیخ کے پاس جاتا ہوں۔ حضرت نے پوچھا خیریت تو ہے؟ وہ کہنے لگا: حضرت! میں 9 سال تک آپ کی خدمت میں رہا اور میں نے آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ حضرت نے فرمایا: آپ مجھے یہ بتائیں کہ اِن 9 سالوں میں آپ نے مجھے کوئی کام خلافِ سنت کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ وہ کہنے لگا نہیں۔ حضرت فرمانے لگے کہ اس سے بڑی اور کیا کرامت ہو سکتی ہے کہ 9 سال میں ایک کام بھی حضور اکرم ﷺ کی سنت کے خلاف نہیں کیا۔ گویا یہ سب سے بڑی کرامت ہے۔

(خطباتِ فقیر: ج11: ص170)

اتباعِ سنت کی فضیلت

(1)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے میری سنت سے محبت کی یعنی اس پر عمل کیا تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ رہے گا۔

(مشکوۃ شریف: ص 30)

(2)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری سنت کے مٹنے کے وقت میری سنت کو زندہ کرنے والے کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا رہے گا۔

(مشکوۃ شریف: ص 30)

فائدہ نمبر 1: یعنی جس وقت سنتوں کو لوگ چھوڑ چکے ہوں، سنت کا رواج نہ ہو، اس سنت سے غافل ہوں، اس سنت کو سنت نہ سمجھ رہے ہوں، اس سے غفلت برت رہے ہوں، تو ایسی صورت میں اور ایسے وقت میں جو آپ ﷺ کی کسی بھی سنت کو رائج کرے گا یعنی خود عمل کرے گا دوسروں کو اس کی ترغیب دے گا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

مثلاً اِس وقت سنت کے مطابق شادی بیاہ متروک ہے۔عوام تو کیا خواص بلکہ اہل علم وفضل کے زمرہ میں رہنے والے اشخاص بھی اس سنت سے غافل اورتارک ہیں۔ ایسی حالت میں مثلاً خاص مسنون طریقہ سے نکاح اوررخصتی اورولیمہ کرنے والااس عظیم ثواب کا حامل ہوگا۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص213)

فائدہ نمبر 2 : اس کوسوشہدوں کاثواب کیوں ملتا ہے؟اس کے متعلق حضرت مولانا شاہ محمداسحاق محدث دہلویؒ نے ایک بڑی اچھی بات تحریرفرمائی ہیں:

:من تمسک بسنتی عندفسادأمتی فله اجر مائة شهید: کہ اس کوسوشہیدوں کاثواب ملے گا۔کیونکہ شہید حقیقی کوجوکفار کے مقابلہ میں لڑکرشہدہو،زخم کی تکلیف ایک باراُٹھانی ہوتی ہے،اس واسطے وہ ایک شہید کاثواب پاتا ہے،اوریہ شخص جو ایسے زمانہ میں کہ کفاراورفساق کاغلبہ ہورہا ہے،سنتِ نبویﷺ پر چلنے میں ہرطرف سے طعن اورتشنیع کے زخم سے ہردم جراحتِ جسمانی وروحانی کے اَلم اوررنج میں گرفتاررہتا ہے، اس لئے اس کوسوشہیدوں کاثواب ملے گا۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص193)

(3)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں:سنت،مثل کشتی حضرت نوح علیہ السلام کے ہے،جواِس پرسوارہوانجات پائی اورجو پیچھے رہاغرق ہوا۔(شائل کبریٰ:ج1:ص23)

(4)

حضرت عمروبن عوفؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:جس نے میرے بعدکسی ایک سنت کومیری اُن سنتوں میں سے زندہ کیاجومرچکی تھیں،بس اس زندہ کرنے والے کے لئے تمام لوگوں جیساثواب ہے۔جواس پرعمل کریں گےبغیراس کے کہ اس پرعمل کرنے والوں کےاجر میں کوئی کمی آئے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص216)

(5)

حضرت ابراہیم ادہمؒ سے روایت ہے کہ میں ایک جنازہ لے چلااور دعا کی کہ یااللہ!میری موت میں برکت دے، جنازہ کے اندر سے آواز آئی کہ موت کے بعد بھی برکت کی دعا کرو، میں اس آواز سے ڈرااور میت کو دفن کر کے قبر کے پاس بیٹھا، دیکھا کہ قبر سے ایک آدمی نکلا جو خوبصورت چہرہ کا تھا،اس سے خوشبو آتی تھی، کپڑے نہایت صاف پہنے ہوئے تھے۔میں نے پوچھا تُو کون شخص ہے؟اس نے جواب دیا میں وہی ہوں جس نے جنازہ کے اندر سے آواز دی تھی، میں رسول اللہ ﷺ کی سنت ہوں، یہ بندہ مجھ پر عمل کرتا تھا، میں دنیا میں اس کی حفاظت کرتا تھا اور قبر میں اس کے واسطے نور رہوں گا اور اس کا دوست بنوں گا اور قیامت کے دن اس کو جنت میں داخل کروں گا۔

(میت کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ج 1:ص 382)

(6)

حضرت ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اہل علم (حضرات صحابہ کرامؓ) سے یہ بات پہنچی ہے کہ سنتوں کو مضبوطی سے پکڑنا نجات کا باعث ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 214)

(7)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے حلال کھایا، سنتوں پر عمل کیا، لوگوں کو اپنی تکلیف اور اذیت سے محفوظ رکھا، جنت میں داخل ہوگا۔

(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 215)

(8)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سنتوں کو مضبوطی سے پکڑے رہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

فائدہ: مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اہتمام اور پابندی سے اس پر عمل کرے، جستجو اور تلاش کر کے اس پر تاکید سے عمل کرے، اس سے فرض واجب نہ ہونے کی وجہ سے غفلت نہ کرے جیسا کہ بعض لوگ سنت کا لفظ سن کر عملاً بے توجہی اور غفلت برتتے ہیں۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص216)

(9)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزوں کو چھوڑے جارہا ہوں۔ جس کی وجہ سے تم میرے بعد گمراہ نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کتاب اور میری سنت۔

فائدہ نمبر 1 : مطلب یہ ہے کہ میرے بعد جو کتاب اللہ کو اور میری سنت کو پکڑے رہے گا گمراہ نہ ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سنت پر پابندی سے عمل کرنے والا گمراہ نہ ہوگا۔ خصوصاً آخر زمانہ میں جبکہ گمراہی عام ہو جائے گی سنتوں پر اہتمام و تاکید سے عمل کرنے والا گمراہی سے محفوظ رہے گا۔

فائدہ نمبر 2 : کتنی بڑی دولت ہے کہ سنتوں پر عمل کرنے والا کبھی گمراہ نہ ہوگا۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص216)

(10)

آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ جل شانہ چار باتوں سے اس کی تکریم (عزت) کرے گا۔

1..... نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دے گا۔

2..... فاجر لوگوں کے دلوں میں ہیبت ڈال دے گا۔

3.....رزق وسیع کردے گا۔

4.....دین میں پختگی پیدا کردے گا۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص23)

(11)

جب اللہ تعالیٰ جل شانہ کسی بندے سے خوش ہوتے ہیں تو اسے سنت پر عمل کرنا بے ساختگی کے ساتھ نصیب ہو جاتا ہے،اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی،اس کا ہر کام خود بخود سنت کے مطابق ہوتا چلا جاتا ہے۔(خطبات فقیر:ج11:ص170)

(12)

حضرت ملا علی قاری صاحبؒ نے ایک عجیب و دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو پانی میں غرق کیا تو فرعون کا وہ مسخرہ (مسخرہ کرنے والا) غرق نہیں ہوا جو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہر چیز،لباس،کلام، انداز بیان وغیرہ میں نقل اُتارتا تھا اور اپنی حرکات وسکنات سے قوم کو ہنسایا کرتا تھا۔

تو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے بارگاہ میں عرض کیا کہ:اے پروردگار! یہ تو باقی فرعونیوں سے زیادہ مجھے تکلیف پہنچاتا تھا اور اس پر عذاب نہیں آیا؟تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا:ہم نے اس کو اس لئے غرق نہیں کیا کہ وہ آپ کے لباس میں تھا(یعنی آپ کی طرح لباس زیب تن کیا تھا)اور اللہ تعالیٰ اُس شخص کو عذاب نہیں دیتا ہے جو اپنے حبیب کی شکل وصورت میں ہو۔

اس کے بعد ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:دیکھئے!جو شخص اہل حق کی مشابہت باطل ارادے سے اختیار کرتا ہے تو اس کو ظاہری نجات حاصل ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات یہ حقیقی نجات تک پہنچا دیتا ہے تو کیا حال ہوگا اُس شخص کا جو انبیاءکرام علیہم السلام اور اولیاءکرام کی مشابہت تعظیم وتشریف کے قصد سے اپنائے۔(فقہی ضوابط:ج4:ص55)

(13)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں سنت کے مطابق نیک عمل کرنے والے کا ثواب پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر ثواب رکھتا ہے،اور وہ پچاس بھی آج کے نہیں، بلکہ صحابہ کرامؓ میں سے پچاس آدمی۔(جواھر الفقہ:ج 1:ص 454)

(14)

حضرت بشر حافی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:اے بشر!تم جانتے ہو کہ تمہیں حق تعالیٰ جل شانہ نے سب اقران پر فوقیت وفضیلت کس سبب سے دی ہے؟میں نے کہا:یا رسول اللہ ﷺ!میں واقف نہیں۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ تم میری سنت کا اتباع کرتے ہو اور نیک لوگوں کی عزت کرتے ہو اور اپنے بھائیوں کی خیر خواہی کرتے ہو اور میرے صحابہؓ اور اہل بیتؓ کی محبت رکھتے ہو۔
(جواھر الفقہ:ج 1:ص 475)

(15)

حضرت ابو علی جوازنی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بندہ کی نیک بختی کی علامت یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ جل شانہ اور حضور اکرم ﷺ کی اطاعت آسان ہو جائے ،اور اس کے افعال سنت کے مطابق ہو جاویں۔(جواھر الفقہ:ج 1:ص 476)

(16)

حضرت ابو اسحاق رقاشی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ کی نظر میں،میں محبوب ہوں یا نہیں؟تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طاعت اور اس کے رسول ﷺ کی متابعت کو

سب کاموں پر ترجیح دے۔اور دلیل اس بات کی حق تعالیٰ جل شانہ کا یہ ارشاد ہے:قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فاتّبعونی:(جواھر الفقہ:ج1:ص485)

(17)

حضرت امام اوزاعی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کو خواب میں دیکھا،اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ارشادفرمایا:اے عبدالرحمٰن !تم :امر بالمعروف: اور :نھی عن المنکر: کرتے ہو؟میں نے کہا:اے میرے پروردگار! آپ کے فضل وکرم سے کرتا ہوں۔اس کے بعد پھر میں نے کہا:اے رب العالمین !مجھے اسلام پر موت نصیب فرما۔اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ارشادفرمایا:وعلی السنۃ:اسلام کے ساتھ سنت پر موت آنے کی بھی دعااور تمنا کرو۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص194)

(18)

حضرت مولانامحمداشرف علی تھانوی صاحبؒ فرماتے ہے کہ حضوراکرمﷺ کی اتباع میں خاص برکت کا راز یہ ہے کہ جوشخص حضوراکرمﷺ کی ہیئت (وضع) بناتا ہے،اس پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کو محبت اور پیار آتا ہے کہ یہ میرے محبوبﷺ کا ہم شکل ہے۔پس یہ وصول کا سب سے اقرب طریق ہے(یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ تک پہنچنے کا سب سے قریب راستہ ہے)۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص194)

(19)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا:جوشخص لوگوں کوصحیح طریق ہدایت کی طرف بلائے توان تمام لوگوں کے عمل کا ثواب اس کو ملے گا،جواس کا اتباع کریں،بغیراس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے۔اور جوشخص کسی گمراہی کی طرف لوگوں کودعوت دے،تواس پران سب لوگوں کا گناہ لکھاجائے گا،جواس کا اتباع کریں گے

بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔(جواھر الفقہ:ج 1:ص 468)

(20)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس شخص کے چہرے کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا، اس پر عمل کیا پھر اس کو محفوظ کیا اور لوگوں تک اس کو ایسے پہنچایا جیسے اُس کو سنا۔(خطبات فقیر:ج:ص 270)

(21)

شیخ احمد سرہندی، امام ربانی، حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دوپہر کے وقت سنتِ قیلولہ کی نیت سے تھوڑی دیر کیلئے سو جانے پر وہ اجر ملتا ہے جو کروڑہا نفلی شب بیداریوں پر انسان کو نہیں ملتا۔(خطبات فقیر:ج 28:ص 127)

(22)

ایک بزرگ لکھتے ہیں کہ میں بچپن میں مدرسے جاتا تھا، ایک بوڑھی عورت تھی، جب بھی وہ مجھے دیکھتی تو مجھے بلاتی، مجھے پیار کرتی، گھر لے جاتی، مجھے کھانے پینے کی چیزیں دیتی۔ پھر جب میں جانے لگتا تو کہتی کہ بچہ! پھر کبھی آنا۔ کیونکہ کھانا پینا ملتا تھا، میں بھی بار بار جاتا تھا۔

ایک دن میں نے اُس بوڑھی اماں جی سے پوچھا کہ اماں جی! کیا وجہ ہے کہ آپ مجھے اتنا پیار کرتی ہے؟ مجھے اتنا کھلاتی پلاتی ہے؟

یہ الفاظ کہنے تھے کہ اُس بڑھیا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ بڑھیا رُو کر کہنے لگی: ایک میرا بیٹا بھی تھا جو بالکل تمہاری شکل وصورت کی مانند تھا۔ بچے! جب کبھی تم میرے سامنے آتے ہو تو مجھے اپنا بیٹا یاد آ جاتا ہے۔ میں تمہیں شربت پلاتی ہوں، میں تصور کرتی ہوں کہ اپنے بیٹے کو پلا رہی ہوں، جب تمہیں کھانا کھلاتی ہوں، تو میں تصور کرتی ہوں کہ

اپنے بیٹے کو کھلا رہی ہوں۔تمہارے آنے سے مجھے بیٹے کی یاد آجاتی ہے۔

میرے محترم دوستو!

اب ذرا سوچئے.....!اگر ایک ماں کو بیٹے سے مشابہت رکھنے والے بندے کو دیکھ کر اپنے بیٹے کی یاد آجائے اور اس پر مہربان ہو جاتی ہے تو جب ہم اللہ تعالیٰ جل شانہ کے پیارے پیغمبر حضور اکرم ﷺ کی سنت زندگی کو اپنائیں گے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ ہمیں دیکھ کر کتنے خوش ہو جائیں گے،اور کتنی مہربانی اور رحمتیں فرمائیں گے۔

(خطبات فقیر: ج28:ص134)

(23)

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ ہونا تھا،تو فرعون نے یہ کہا کہ اس مقابلے کو میں خود دیکھوں گا۔ان کے ہاں دستور یہ تھا،رواج یہ تھی کہ جب بادشاہ مقابلہ دیکھنے کیلئے آتا تو فریقین ایک روایتی لباس جواُن کا پروٹوکول ہوتا تھا وہ پہن کر آتے تھے۔

چنانچہ جب جادوگروں کے ساتھ مقابلہ تھا تو حکومت کے جو لوگ تھے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت پریشر دینے کی کوشش کی کہ آپ جادوگروں کا لباس پہن کر آئیں،مگر وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نبی تھے وہ کیسے اس بات کو مان سکتے تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صاف کہہ دیا کہ میں نے جو جبہ پہنا ہوا ہے میں اس جبہ کے ساتھ ہی آؤں گا۔اب فرعون کے وزراء سوچنے بیٹھ گئے کہ کیا کریں؟ تھک ہار کر ان کے ذہن میں خیال آیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بات نہیں مانتے،کیوں نہ ہم جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا لباس پہنا دیں،تاکہ فرعون کے سامنے ہماری عزت بچ جائے۔چنانچہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح جبے بنوائے اور جادوگروں کو پہنا دیئے کہ یہ دونوں

فریقین ایک لباس میں تو ہوں گے۔

اب جب مقابلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کامیاب فرمادیا مگر اس کے ساتھ جادوگروں نے بھی کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔فرعون بڑا غضبناک ہوا، اس نے کہا کہ ایک طرف کا ہاتھ کاٹوں گا اور دوسری طرف کی ٹانگ کاٹوں گا، بازو اور ٹانگ تا کہ ان بیلنس رہے، تم کھڑے بھی نہ ہوسکو۔اب وہ ایمان کی حلاوت دیکھ چکے تھے، چنانچہ انہوں نے کہا: فاقض ما انت قاض: جو کرسکتا ہے تُو، وہ کرگزر۔

جب انہوں نے اتنی قربانی دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا تعجب ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے اور اللہ رب العزت کی خدمت میں عرض کیا کہ یا اللہ! آپ نے تو مجھے نام لے کر فرعون کے پاس بھیجا تھا: اذهب الی فرعون انه طغی: جاؤ فرعون کے پاس کہ وہ باغی بن گیا۔تو نام لے کر اس کی طرف بھیجا، اور فرعون کو تو ہدایت نہیں ملی، اور جادوگروں کو ہدایت مل گئی۔اللہ رب العزت نے فرمایا: اے میرے پیارے کلیم! میں نے تمہیں فرعون کی طرف بھیجا تھا، لیکن جب میں ہدایت کا فیصلہ کرنے لگا تو میری رحمت نے اس بات کو پسند کیا کہ پہلے ہدایت ان کو دوں جن کو میرے کلیم کے ساتھ ظاہری مشابہت ہوگئی تھی۔

میرے محترم قارئین کرام!

اگر جادوگر مجبور ہو کر ایک نبی علیہ السلام کی مشابہت پا لیتے ہیں تو وہ انعام کے حقدار بن جاتے ہیں، اگر اُمت محمد ﷺ کا کوئی اُمتی حضور اکرم ﷺ کی محبت میں ڈوب کر حضور اکرم ﷺ سے مشابہت پانے کی کوشش کرے گا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے اسے کتنا انعام ملے گا۔(خطبات فقیر: ج 28: ص 132)

(24)

ایک شخص بہت مکار تھا، لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے بزرگوں کی صورت اختیار کر کے بیٹھ گیا۔

وہ شخص فنِ تصوف حاصل کر کے شیخ بن کر بیٹھ گیا اور لوگوں کو اَوراد، اذکار، اشغال اور مراقبات وغیرہ تلقین کرنے لگا، لوگوں کا بہت زیادہ رجوع ہونے لگا اور بہت سے لوگ تائب ہوکر اولیاء اللہ بن گئے۔

ایک دن اُن اولیاء اللہ کو خیال آیا کہ چلیں آج مکاشفہ میں اپنے حضرت کا مقام دیکھتے ہیں۔ سب مل کر متوجہ ہوئے مگر حضرت والا کا کہیں بھی کوئی مقام نظر نہ آیا، بہت حیران ہوئے اور سوچا کہ خود حضرت ہی سے ان کا مقام پوچھتے ہیں۔ حاضر ہوکر عرض کیا کہ ہم سب نے مل کر حضرت کے مقام کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر کہیں بھی آپ کا مقام نظر نہیں آیا۔ آپ خود ہی ہمیں اپنا مقام بتا دیں۔

اس کا جواب تو بہت آسان تھا یوں کہہ سکتے تھے کہ: تم تو ابھی پیدا ہوئے اور میرا مقام تلاش کرنے لگ گئے، میرا مقام تو بہت بلند ہے، بیسیوں سال تم مجاہدہ کرتے رہو پھر کہیں جا کر میرے مقام کا شاید ہی پتہ چلے، کس کام میں لگ گئے ہو، چلو اپنا کام کرو۔

مگر اہل اللہ کی صورت بنانے اور ذکر اللہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رحمت ان کی طرف متوجہ ہوئی۔ صاف کہہ دیا:

سچی بات یہ ہے کہ میرے اندر کچھ بھی نہیں، مکار ہوں، مال و جاہ کی ہوس سے اولیاء اللہ کا روپ دھار رکھا ہے۔

اُن اولیاء اللہ نے کہا چلو سب مل کر دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! ان کا ہم پر بہت احسان ہے، ان کے بتائے ہوئے نسخوں سے ہمارے گناہ چھوٹے، تیری محبت اور تیرا تعلق

نصیب ہوا، یا اللہ! انہیں بھی اولیاء اللہ کی فہرست میں داخل فرما۔

اُن بزرگوں کی دعا قبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے انہیں بھی ولی اللہ بنا دیا، اور اپنے تعلق، قرب اور محبت سے نوازا۔

میرے محترم قارئین کرام!

ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی دستگیری کیوں ہوئی ؟اس لئے کہ انہوں نے اللہ والوں کی، اللہ تعالیٰ جل شانہ کے محبوب بندوں کی صورت اختیار کی ہوئی تھی، اگر چہ دنیا حاصل کرنے کے لئے یہ صورت بنائی تھی مگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کو اس کا یہ عمل پسند آیا کہ انہیں بھی اپنے محبوب ومقرب بندوں کی فہرست میں داخل فرمالیا۔

غور کرنے کا مقام:

دنیا حاصل کرنے کے لئے اولیاء اللہ کی نقل اُتارنے والے کو جب اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور اس کے ساتھ ان کی دستگیری ہوتی ہے تو جو کوئی خالص اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لئے اپنے پیاری نبی کریم ﷺ اور اہل اللہ کی نقل اُتارے گا اور ان کی شکل وصورت اختیار کرے گا، کیا اللہ تعالیٰ جل شانہ اسے محروم چھوڑ دیں گے؟ اپنا محبوب نہیں بنائیں گے؟ اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی دستگیری نہیں ہوگی؟

(احسن الفتاوی:ج9:ص120)

سنتوں سے اعراض کرنے پر وعیدیں

(1)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ان چھ پر لعنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے، اور ہر نبی کی دعا مقبول ہوتی ہے (لہذا میری لعنت مقبول ہے)۔

1.....خدا تعالیٰ جل شانہ کی کتاب پر زیادتی کرنے والا۔

2.....خدا تعالیٰ جل شانہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔

3.....ہماری اُمت پر مسلط ہو کر ظلم کرنے والا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے معزز بندوں کو ذلیل کرے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ذلیل بندوں کو عزت دے۔

4.....اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حرام کو حلال کرنے والا۔

5.....میرے اہل بیت کی بے حرمتی کرنے والا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔

6.....سنتوں کو ترک کرنے والا۔

فائدہ: ترکِ سنت کی وعید پر یہ حدیث بہت اہم اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے اور خدا تعالیٰ جل شانہ نے جن چھ افراد پر لعنت فرمائی ہے ان میں ایک آپ ﷺ کی سنتوں کا تارک، سنتوں کی رعایت نہ کرنے والا، اپنی زندگی اور اپنے رہن سہن کے اسلامی اُمور میں سنتوں سے غفلت اور سستی کرنے والا بھی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا محرومی ہوگی؟ (شمائل کبریٰ: ج 1: ص 215)

(2)

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے کہ قرآن کریم (کے احکام) کو خدائے پاک نے اُتارا۔ سنتوں کو نبی پاک ﷺ نے متعین کیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا میری اتباع کرو۔ خدا کی قسم! اگر تم میری اتباع نہ کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ (شمائل کبریٰ: ج 1:ص 214)

(3)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری سنت سے اعراض کیا (یعنی چھوڑ دیا اور غفلت برتی تو وہ) ہم میں سے نہیں۔

(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 214)

(4)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: جس نے سنت کو ہلکا سمجھا اور اس کے ادا کرنے میں سستی کی تو اس کو فرائض سے محرومی کی سزا ملے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے فرائض چھوٹنے لگیں گے۔ انجامِ کار کبائر کا مرتکب ہوگا۔

(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 23)

(5)

جان بوجھ کر رسول اللہ ﷺ کی سنت چھوڑنا بہت بُرا عمل ہے۔

(فتاویٰ ندوۃ العلماء: ص 121)

(6)

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں دعا قبول فرمانے کا وعدہ کیا ہے، فرمایا: ادعونی استجب لکم: مگر ہم بعض کاموں کے لئے زمانہ دراز سے دعا کر رہے ہیں، قبول نہیں ہوتی، اس کا کیا سبب ہے؟ آپؒ نے فرمایا کہ: تمہارے قلوب مر چکے ہیں، اور مُردہ دل کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

اور موتِ قلوب کے دس سبب ہیں ۔اُن میں سے ایک سبب یہ ہے کہ تم نے حضور اکرم ﷺ کی محبت کا دعویٰ تو کیا،مگر حضور اکرم ﷺ کی سنت کو چھوڑ بیٹھے۔یعنی موتِ قلب کا سبب ترکِ سنت ہے۔(جواھر الفقہ:ج 1:ص 473)

(7)

حضرت ابومحمد عبداللہ بن منازلؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص سنن کی اضاعت میں مبتلا ہوتا ہے،وہ بہت جلد بدعات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(جواھر الفقہ:ج 1:ص 486)

(8)

ایک شاعر تھے،انہوں نے فارسی زبان میں نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں کچھ اشعار لکھے،جو بہت بہترین اشعار تھے۔ایران کے ایک سنی مسلمان بزرگ نے جب وہ اشعار پڑھے تو ان کو بڑے اچھے لگے۔انہوں نے ارادہ کیا کہ میں جا کر اس شاعر کی زیارت کروں۔چنانچہ وہ ایران سے روانہ ہو کر اُس شاعر کے علاقہ میں پہنچ گئے،لوگوں سے پوچھتے پوچھتے اُس شاعر کا پتہ چلا،جب وہ ملنے کے لئے آئے تو دیکھا کہ وہ شاعر ایک حجام کی دوکان میں بیٹھے ہوئے داڑھی کٹوا رہے تھے۔اب یہ بزرگ تو اس کے بارے میں کچھ اور ہی تصور لے کر آئے تھے،کہ کتنا نیک اور صالح انسان ہوگا،لیکن جب اس بزرگ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو شاعر کو مخاطب کر کے فرمایا:ریش می تراشی: تم داڑھی منڈوا رہے ہو؟

اس پر شاعر نے جواب دیا:ریش می تراشم بلے دلِ کسے نہ می خراشم :میں ریش تر شوا رہا ہوں کسی بندے کا دل تو نہیں دکھا رہا۔

بزرگ نے کہا:نہیں،میرے دوست!:بلے دلِ رسول ﷺ می خراشی: تم حضور اکرم ﷺ کے دل کو تکلیف پہنچا رہے ہو۔

جب بزرگ نے یہ بات کی تو شاعر کے دل پر چوٹ پڑی، ان کے اوپر عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ اس نے سچی توبہ کر کے کہا:

جزاك اللّٰه كه چشم باز كردی　　مرا باجانِ جاں ہمراز كردی

تجھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے تُو نے میری آنکھوں کو کھول دیا۔ تُو نے میرے جان جاں سے ہم راز بنا دیا۔

اسی طرح ایک اور بزرگ تھے جو روزانہ ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھ کر حضور اکرم ﷺ کو ہدیہ بھیجتے تھے، یہ ان کا معمول تھا۔ ایک رات ان کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نبی ﷺ سامنے ہیں مگر آپ ﷺ کے سینے مبارک پر کچھ زخم کے نشانات ہیں۔ میں حیران و پریشان ہوا، میں نے پوچھا، اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ! یہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر نشان کیسے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے اُمت کے کچھ لوگ میری سنتوں کو توڑتے ہیں، میرے سینے پر زخم لگاتے ہیں اور مجھے دُکھ پہنچاتے ہیں، میری سنت کو توڑ کر میرے سینے کو زخم لگاتے ہیں۔

آپ سوچیے تو سہی! طالب علم ہو، قرآن پڑھنے اور پڑھانے والا ہو، حدیث پڑھنے اور پڑھانے والا ہو، اور پھر سنت کو نظر انداز کر دے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے پیارے حبیب ﷺ کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔

میرے محترم قارئین کرام!

سنت کے ٹوٹنے سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے پیارے حبیب ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر ہم سنت کے خلاف کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نبی ﷺ کو تکلیف پہنچائیں گے۔ (خطبات فقیر: ج 28: ص 142)

میرے محترم مسلمانو! اگر نبی کریم ﷺ نے یہ سوال کردیا کہ بتاؤ میرے اُمتیو! میں عرفات میں رُدیا، اپنی بیویوں کیلئے نہیں، اپنے بچوں کیلئے نہیں، اپنی امت کیلئے رُویا، مزدلفہ میں اُمت کیلئے رویا، حطیم میں امت کیلئے رویا، میں غلافِ کعبہ کو پکڑ کر اُمت کیلئے رویا، میں اتنی لمبی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عبادت کرتا تھا کہ میرے پاؤں پر ورم آجاتا تھا، پھر اس کے بعد میں دعائیں مانگتا تھا میری ریش تر ہوجاتی تھی، میں امت کیلئے رویا، میرے امتیو! تم نے میرے ان آنسوؤں کی کیا قدر کی؟ تم اپنے ہاتھوں سے میری سنتوں کو توڑ دیتے تھے۔

جب تمہارے گھروں میں شادی کا موقع آتا تھا تو تم آپس میں مشورے کرتے تھے کہ فلاں چچا ناراض ہے، اس کی بھی منت کر کے منالیا جائے، فلاں خالہ ناراض ہے، اس کو بھی منالیا جائے، فلاں رشتہ دار خفا ہے، اس کو بھی منالیا جائے، تم سب کو مناتے تھے، حتیٰ کہ گھر کا ڈرائیور ناراض ہوتا اس کو بھی منالیتے، گھر کا نوکر ناراض ہوتا، اس کو بھی منالیتے، گھر کی ماسی ناراض ہوتی، اس سے بھی معافی مانگ کے منالیتے تھے کہ شادی کا موقع ہے سب کو منالو۔ تم سب کو مناتے تھے لیکن جب شادی کا وقت آتا تھا تو میری سنتوں کو گھر سے نکال دیتے تھے، کاش! تم نے مجھے بھی منالیا ہوتا، گھر کے خادموں کی طرح تم نے میرا اتنا بھی خیال نہ رکھا۔

اب کل قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ نے پوچھ لیا کہ تمہارے گھر میں ایک روپے کا ہلپ بچہ توڑ دیتا تھا، ماں تھپڑ لگا دیتی تھی لیکن میری سنت کو چھوڑ دیتا تھا کوئی بھی نہیں پوچھتا تھا، تم نے میری سنت کی قدر ایک روپے کے برابر بھی نہ کی، آج میں تمہاری شفاعت کیسے کروں؟ سوچو تو سہی! پھر ہمارا کیا بنے گا؟ ہمیں واقعی آج اس کا احساس کرنا چاہئے اور اپنے ہر عمل کو سنت کے مطابق کرنا چاہئے۔

قیامت کے دن اگر حضور اکرم ﷺ نے پوچھ لیا کہ میرے امتیو! تم نے میری سنت کا کتنا غم کھایا؟ میری سنتوں پر کتنا عمل کیا؟ بتائیں ہم اُس وقت کیا جواب دیں گے؟

کہنے والے نے کہا:

کسی غم گسار کی محنتوں کا عجیب میں نے صلہ دیا
جسے میرے غم نے گھلا دیا اسے میں نے جی سے بھلا دیا

حضور اکرم ﷺ ہمارے غم میں گھل جاتے تھے، آج ہم ان کو بھول جاتے ہیں، ہمیں نہ کھاتے ہوئے سنتیں یاد ہوتی ہیں، نہ پیتے ہوئے سنتیں یاد ہوتی ہیں، نہ سوتے ہوئے سنتیں یاد ہوتی ہیں، نہ جاگتے ہوئے سنتیں یاد ہوتی ہیں، نہ لباس میں سنتیں یاد ہوتی ہیں، نہ بال رکھنے میں سنتیں یاد ہوتی ہیں، بلکہ فیشنوں کے دل دادہ اور کفار اور فرنگیوں کے طریقوں کو اپنانے کے لئے خوش ہوتے ہیں۔

میرے محترم قارئین کرام!

جب ہماری یہ حالت ہوگی تو قیامت کے دن ہم حضور اکرم ﷺ کو کیا جواب دیں گے؟ آج وقت ہے نبی کریم ﷺ سے وفا دکھانے کا، ان کی شفاعت کا سہارا ہے، اگر قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ نے کہہ دیا: یارب! انّ قومی اتّخذوا ھذا القرآن مھجورا: تو پھر ہمارا کیا بنے گا؟

لہٰذا ہر مسلمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی سنت کو اپنے سینے سے لگالیں، آپ ﷺ کے طریقوں پر عمل پیرا ہو، تاکہ اگر ملک الموت آئے، اور ہمارے اعضا کو ٹٹولے سنت نبوی ﷺ سے مزین نظر آئیں، ہمارے دلوں کو ٹٹولے عشق نبوی ﷺ سے بھرا نظر آئے، اور ہم کل قیامت کے دن محبوب ﷺ کے سامنے حاضر ہوں تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے پیارے نبی ﷺ خوش ہوں اور مسکرا کر دیکھیں، ہاں میری سنت کا

شیدائی، میری طریقوں کو اپنانے والا، میرے نقش قدم پر چلنے والا، آج آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حبیب ﷺ اپنے ہاتھوں سے حوضِ کوثر کا پانی پلائیں گے۔

(خطبات فقیر: ج 28: ص 145)

(10)

مصر کے علاقہ میں قلعہ بولس فتح نہیں ہو رہا تھا، حضرت عمرو بن عاصؓ نے سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کو خط لکھا کہ: اے امیر المؤمنین! دو مہینے ہو گئے ہیں محاصرہ کئے ہوئے ہیں اور آٹھ ہزار فوج میرے پاس ہے، ہمیں فوج کی امداد بھیجو اور دعا بھی کرو اور طریقہ بھی بتلاؤ۔ سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ خط پڑھ کر رونے پڑے۔ ساتھیوں نے پوچھا: حضرت خط کہاں سے آیا ہے؟ سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا: مصر سے۔ ساتھی سمجھے کہ شاید سارے ساتھی شہید ہو گئے ہیں۔ سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا: نہیں۔ ساتھیوں نے پوچھا: کیا حضرت عمرو بن عاصؓ شہید ہو گئے ہیں؟ سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا: نہیں۔ ساتھیوں نے پوچھا: حضرت! کیا فلاں ساتھی شہید ہو گئے ہیں؟ سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا: نہیں۔ ساتھیوں نے پوچھا: حضرت! پھر آپ روتے کیوں ہیں؟ سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا: دو ماہ ہو چکے ہیں قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے اور قلعہ فتح نہیں ہو رہا، میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ: قَدْ تَرَكُوا سُنَّةً مِنْ سُنَنِ النَّبِيِّ ﷺ: کہ آنحضرت ﷺ کی کوئی سنت رہ گئی ہے جس کی وجہ سے قلعہ فتح نہیں ہو رہا۔

سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ نبّاض تھے، سمجھ گئے کہ کمی کیا ہوئی ہے۔ فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی کوئی سنت رہ گئی ہے، اور بات بھی یہی تھی کہ ساتھیوں نے مسواک کی سنت کو چھوڑ دیا تھا، اور جب سنت پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فتح عطا فرما دی۔

(ذخیرة الجنان فی فهم القرآن: ج 15: ص 329)

(11)

حضرت عبداللہ بن مبارک مروزیؒ نے اپنی زندگی کے تین حصے کئے تھے،ایک سال حج کو جاتے،ایک سال غزوہ میں تشریف لے جاتے اور ایک سال علم کا درس دیتے۔

ایک مرتبہ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے وہاں کفار کا قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا تو آپؒ رات کو اس فکر میں سو گئے،خواب میں دیکھا حضور اقدس ﷺ فرما رہے ہیں اے عبداللہ! کس فکر میں ہو؟عرض کیا:یا رسول اللہ ﷺ! کفار کے اس قلعہ پر قادر نہیں ہوتا ہوں، اس فکر میں ہوں۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:وضو مسواک کے ساتھ کیا کرو(تم لوگوں سے یہ سنت چھوٹ گئی ہے جس کی نحوست سے کفار پر غالب نہیں آرہے ہو)۔حضرت عبداللہ بن مبارکؒ خواب سے بیدار ہوئے،مسواک کے ساتھ وضو کیا اور نمازیوں کو بھی حکم دیا انہوں نے بھی مسواک کے ساتھ وضو کیا۔

قلعہ کے نگہبانوں نے اُوپر سے نمازیوں کو مسواک کرتے دیکھا،اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ایک خوف ان کے دلوں میں ڈالا(کہ یہ اپنے دانتوں کو درختوں کے ٹہنیوں سے تیز کر رہے ہیں)وہ نیچے گئے اور قلعہ کے سرداروں سے کہا کہ یہ فوج جو آئی ہے آدم خور معلوم ہوتی ہے،دانتوں کو تیز کر رہے ہیں تاکہ ہم پر فتح پائیں تو ہمیں کھائیں۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یہ دہشت اُن کے دلوں میں بٹھادی،اور مسلمانوں کے پاس قاصد بھیجا کہ تم مال چاہتے ہو یا جان؟عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا:نہ مال چاہتے ہیں نہ جان۔تم سب اسلام قبول کرلو،چھٹکارہ پاؤ۔اس سنت کے ادا کرنے کی برکت سے وہ سب مسلمان ہوگئے۔(شمائل کبریٰ:ج3:ص475)

(12)

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ جب تک میت کو قبر میں اُتارا نہ دیا جاتا آنحضرت ﷺ قبر کے پاس کھڑے رہتے تھے،بیٹھتے نہ تھے۔ایک مرتبہ ایک یہودی

نے دیکھ کر کہا ہم بھی اپنے مُردوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ فوراً بیٹھ گئے اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ :خالفوھم (ان کی مخالفت کرو یعنی بیٹھ جاؤ، کھڑے رہنے میں ان سے مشابہت لازم آتی ہے)۔

سیدنا حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ ایسے بہت کم لوگ ہیں کہ جنہوں نے کسی قوم سے مشابہت کی اور اُن سے نہ مل گئے ہوں۔ عبرت کے لئے ایک سچا واقعہ عرض ہے:

عبرت ناک واقعہ:

کانپور میں کوئی نصرانی جو کسی اعلیٰ عہدہ پر تھا مسلمان ہو گیا تھا، مگر مصلحتاً اسلام کو چھپائے ہوئے تھا، اتفاق سے اس کا تبادلہ کسی دوسری جگہ ہو گیا، اس نے اُن مولوی صاحب کو جن سے اسلام کی باتیں سیکھی تھیں، اپنے تبادلہ سے مطلع کیا اور فرمائش کی کہ کسی دیندار شخص کو مجھے دیں، جس سے علم دین حاصل کرتا رہوں، چنانچہ مولوی صاحب نے ایک شاگرد کو اس کے ساتھ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب یہ نصرانی بیمار ہوا تو اس مولوی صاحب کے شاگرد کو کچھ روپے دیئے اور کہا کہ جب میں مر جاؤں اور عیسائی مجھے اپنے قبرستان میں دفن کر آویں تو تم رات کو جا کر مجھے قبر سے نکالنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب مولوی صاحب کے شاگرد نے حسبِ وصیت رات کو ان کی قبر کھولی تو دیکھا کہ اس قبر میں وہ نصرانی تو نہیں ہے، بلکہ مولوی صاحب پڑے ہیں، وہ سخت پریشان ہوا کہ یہ کیا ماجرہ ہے، میرے استاد یہاں کیسے؟ آخر دریافت سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نصرانیوں کے طور طریق کو پسند کرتے اور اچھا جانتے تھے۔

وہ نومسلم نصرانی مولوی صاحب کی قبر میں منتقل ہوا ہوگا۔ ایسے واقعات..... سینکڑوں کی تعداد میں کتابوں میں مل سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ایسی حالت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ (فتاوی رحیمیہ: ج7: ص116)

قبولیتِ عمل کیلئے ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ وہ نیک عمل سنت کے مطابق ہو

1.....حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ کوئی قول وعمل اور نیت ٹھیک نہیں ہوتی جب تک رسول اللہ ﷺ کے سنت طریقے کے مطابق نہ ہو۔
(فتاوی رحیمیہ:ج6:ص60)

2.....حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا بغیر اخلاص اور سنت کی موافقت کے۔(فتاوی رحیمیہ:ج6:ص60)

3.....شیخ عبدالقادر جیلانی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: کوئی عمل اُس وقت تک قبول نہیں جب تک اس میں اخلاص نہ ہو اور وہ سنت کے موافق نہ ہو۔
(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص73)

4.....حضرت احمد بن ابی الحواریؒ فرماتے ہیں کہ: جو بھی عمل اتباعِ سنت کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہے۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص73)

5.....اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ایک فرشتہ ہے، ہر روز پکارتا ہے کہ جو کوئی سنت کے

خلاف کرے گاتو اس کو آنحضرت ﷺ کی شفاعت حاصل نہ ہوگی۔

(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص138)

6....حضرت فضیل بن عیاضؒ آیت کریمہ:لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا: کی تفسیر کرتے تھے:یعنی جو عمل خالص اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لئے ہو مگر سنت کے مطابق نہ ہو تو وہ مقبول نہیں ہے،اسی طرح جو عمل سنت کے مطابق ہو مگر خالص اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لئے نہ ہو وہ بھی مقبول نہیں ہوتا۔عمل وہی مقبول ہوتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لئے ہو اور سنت کے مطابق بھی ہو۔(فتاوی رحیمیہ:ج6:ص60)

7....حضرت ابومحمد بن عبدالوہاب ثقفی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ صرف وہی اعمال قبول فرماتے ہیں جو صواب(یعنی سنت کے مطابق)اور درست ہوں،اور صواب اور درست میں بھی صرف وہی اعمال مقبول ہیں جو خالص(اس کے لئے) ہوں،اور خالص میں سے بھی وہی مقبول ہیں جو سنت کے مطابق ہوں۔

(جواہر الفقہ:ج1:ص479)

8....حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ:حضور ﷺ کی اقتداء کے بغیر کوئی شخص ہرگز:تقرب الی اللہ: حاصل نہیں کرسکتا،اور جو شخص حضور اکرم ﷺ کی اقتداء کے بغیر:تقرب الی اللہ: کا دعویٰ کرے وہ کاذب ہے۔(جواہر الفقہ:ج1:ص482)

9....حضرت احمد بن ابی الحواریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی عمل بغیر اتباعِ سنت کے کرتا ہے،اس کا عمل باطل ہے۔(جواہر الفقہ:ج1:ص481)

10....قاضی ثناءاللہ پانی پتی صاحبؒ:ارشاد الطالبین: میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں:ان القول لایقبل مالم یعمل به وکلاهما لایقبل بدون النية والعمل والنية لاتقبل مالم توافق السنة: قول وعمل،بلا صحیح نیت کے مقبول نہیں ہوتے،اور قول وعمل اور نیت مقبول ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سنت کے

موافق ہو۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص173)

11۔۔۔حضور اکرم ﷺ نے حُبِ رسول ﷺ اور حُبِ خدا کا معیار یہ فرمایا کہ تم میں سے کسی کا بھی ایمان قابل ذکر نہیں ہے جب تک یہ صورت نہ ہو کہ اس کی چاہ (اس کا جذبہ اور رجحانِ خاطر) اس کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

(فتاوی رحیمیہ:ج6:ص209)

12۔۔۔حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس نے اسلام میں نئی بات ایجاد کی اور اسے بہتر سمجھا تو اس نے حضرت محمد ﷺ کو احکامِ خداوندی کی تبلیغ میں (معاذ اللہ) خیانت اور کمی کرنے والا ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے: الیوم اکملت لکم دینکم: (آج میں نے دین مکمل کر دیا)۔ تو جو کام حضور اقدس ﷺ کے مبارک زمانہ میں دین میں داخل نہیں تھا (جس کو نہ خود آپ ﷺ نے کیا اور نہ کرنے کی ترغیب دی) وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہو سکتا۔

الغرض کوئی بھی انفرادی یا اجتماعی کام جس طرح حضور اکرم ﷺ نے کیا ہے اسی طرح کرنا، اطاعت اور فرماں برداری ہے، اور جس قدر مشابہت بڑھتی رہے گی اس کام کی فضیلت بڑھتی رہے گی اور اس میں کمال پیدا ہوتا رہے گا اور جتنا وہ مشابہت ہونے سے ہٹا رہے گا نقص ہوتا رہے گا اور بالکل ہٹا ہوا ہو گا تو بدعت و ضلالت ہو گا۔

(فتاوی رحیمیہ:ج6:ص62)

13۔۔۔حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ہر وہ کام جس کے متعلق حضور اقدس ﷺ کی طرف سے ترغیب نہ ہو، اُس کی ترغیب، اور جس کا وقت مقرر نہ ہو، اُس کا وقت مقرر کر لینا حضور اقدس ﷺ کے خلاف ہے اور مخالفتِ سنت حرام ہے۔

(فتاوی رحیمیہ:ج6:ص63)

14۔۔۔حضرت امام غزالی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر تم کوئی کام حضور اقدس

ﷺ کے کہنے کے بغیر کرو، اگر چہ وہ بشکل عبادت ہی ہو تو وہ عبادت نہیں بلکہ گناہ ہے۔

(فتاوی رحیمیہ:ج6:ص60)

15....حضرت خواجہ محمد معصومؒ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کی کامیابی حضور اقدس ﷺ کی اتباع پر موقوف ہے، جہنم سے نجات اور دخولِ جنت بسبب حضور اقدس ﷺ کی اطاعت پر موقوف ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رضامندی حضور اقدس ﷺ کی پیروی کے ساتھ مشروط ہے۔ توبہ، زہد وتقویٰ، توکل وتبتل حضور اکرم ﷺ کے طریقہ کے بغیر مقبول نہیں ہے، ذکر وفکر، ذوق وشوق حضور اکرم ﷺ سے تعلق کے بغیر نا قابل اعتبار ہے۔ سنت نبوی ﷺ کی روشنی کے بغیر صراط مستقیم دشوار ہے اور راہِ نبوت اختیار کئے بغیر حصولِ نجات، محض خیال ہے۔ (فتاوی رحیمیہ:ج6:ص60)

16....حضرت امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ سنت طریقے پر اپنے آپ کو مضبوطی سے جمائے رکھو، جہاں قوم (جماعت صحابہؓ) ٹھہر گئی تم بھی ٹھہر جاؤ، جو اُن بزرگوں (صحابہ کرامؓ) نے فرمایا وہی تم بھی کہو، جس کے بیان سے یہ حضرات (صحابہ کرامؓ) رُک گئے تم بھی رُک جاؤ (عقل نہ چلاؤ) اور اپنے سلف صالحینؒ کے راستہ پر چلتے رہو۔

اسی لئے سورج گرہن کی نماز با جماعت پڑھی جاتی ہے کہ ثابت ہے اور چاند گرہن کی نماز الگ الگ پڑھی جاتی ہے کہ ثابت نہیں ہے۔

عید الاضحیٰ کے روز عید گاہ آتے جاتے زُور سے تکبیر پڑھتے ہیں کہ ثابت ہے اور عید الفطر میں آہستہ آواز سے پڑھتے ہیں کہ زور سے ثابت نہیں ہے۔

جمعہ کی نماز کے لئے دو اذانیں اور ایک اقامت کہی جاتی ہے کہ ثابت ہے اور عید کے لئے نہ اذان کہی جاتی ہے نہ اقامت کہ ثابت نہیں ہے۔

نماز وتر ہلال رمضان دیکھ کر با جماعت پڑھتے ہے کہ ثابت ہے اور عید الفطر کا

چاند دیکھتے ہی الگ الگ پڑھنے لگ جاتے ہیں کہ جماعت ثابت نہیں ہے۔

(فتاوی رحیمیه:ج6:ص61)

17.....امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ: کسی عبادت کوخاص کرلینا کسی وقت یا کسی جگہ کے ساتھ جس کے لئے نبی کریمﷺ کی کوئی حدیث یا حکم نہیں ہے، ممنوع ہے، اور اس کو عقیدہ بنالینا حرام ہے۔(فتاوی رحیمیه:ج6:ص63)

18.....حضرت ابن عباسؓ نے حضرت طاؤس کوعصر کے بعد نوافل پڑھتے دیکھ کر رُوکا اور فرمایا کہ یہ خلافِ سنت ہے۔(فتاوی رحیمیه:ج6:ص205)

19.....مشہور واقعہ ہے کہ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔تو آپؓ نے چاروں کوشوں کوبوسہ دیا۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: صرف دو کوشوں یعنی حجر اسود اور اس کے جانب دوسرے کوشہ (رکن یمانی) کوحضور اکرمﷺ نے بوسہ دیا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے اُس وقت توجذبہ میں فرمایا: اس باعظمت بیت کا کوئی حصہ قابلِ ترک نہیں (گویا ہر طرف بوسہ دینا چاہئے) مگر جب حضرت ابن عباسؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی :لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ: یعنی تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا رسولﷺ بہترین نمونہ ہے۔تو اب حضرت معاویہؓ کا سر تسلیم خم تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: بیشک آپ کی بات صحیح ہے، لیکن باعث اجر وثواب اور باعث برکت وہی ہے جو حضور اکرمﷺ سے ثابت ہے۔(فتاوی رحیمیه:ج1:ص67)

20.....ایک طرف تو قرآن کریم کا یہ اعلان:الیوم اکملت لکم دینکم: یعنی میں نے آج تم پر اپنا دین مکمل کردیا، دوسری طرف عبادات کے نئے نئے طریقے نکال کرعملاً یہ دعویٰ کہ شریعت اسلام کی تکمیل آج ہورہی ہے۔کیا کوئی مسلمان جان کر اس کوقبول کرسکتا ہے؟

اس لئے یقین کیجئے کہ عبادات کا جو طریقہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کیا، وہ دیکھنے میں کتنا ہی دلکش اور بہتر نظر آئے، وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک اچھا نہیں۔اسی کو حضرت امام مالکؒ نے فرمایا: مـا لـم یـکـن یومئذ دینا لایکون الیوم دینا: یعنی جو کام اُس زمانہ میں دین نہیں تھا، اُس کو آج بھی دین نہیں کہا جا سکتا۔

حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے ان طریقوں کو(معاذاللہ) نہ ناواقفیت کی بناء پر چھوڑا تھا، نہ سستی یا غفلت کی بناء پر بلکہ ان کو غلط اور مضر سمجھ کر چھوڑا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ: آج اگر کوئی شخص صبح کی نماز دو فرض کے بجائے چار فرض پڑھ لے یا مغرب کے تین فرض کے بجائے چار فرض پڑھنے لگے، یا روزہ مغرب تک رکھنے کے بجائے عشاء کے بعد تک رکھے، تو ہر سمجھدار مسلمان اس کو بُرا اور غلط اور ناجائز کہے گا۔حالانکہ اس غریب نے بظاہر تو کوئی گناہ کا کام نہیں کیا، کچھ تسبیحات (رکعات کی زیادتی کی صورت میں) زیادہ پڑھیں، کچھ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا نام زیادہ لیا۔ پھر اس کو باتفاق بُرا اور ناجائز سمجھا گیا صرف اسی لئے نہیں کہ اس نے حضور اکرم ﷺ کے بتلائے ہوئے اور سکھائے ہوئے طریقہ عبادت پر زیادتی کر کے عبادت کی صورت بدل ڈالی، اور ایک طرح سے اس کا دعویٰ کیا کہ شریعت کو حضور اکرم ﷺ نے مکمل نہیں کیا تھا، اس نے کیا ہے۔یا: معاذاللہ: حضور اکرم ﷺ نے ادائے امانت میں کوتاہی اور خیانت برتی ہے کہ یہ نئے اور مفید طریقہائے عبادت لوگوں کو نہیں بتلائے۔

حقیقت یہ ہے کہ عبادات شرعیہ میں اپنی طرف سے قیدوں، شرطوں کا اضافہ شریعت محمدیہ کی ترمیم اور تحریف ہے، اس لئے اس کو شدت کے ساتھ روکا گیا ہے۔

(جواھر الفقہ:ج1:ص 461)

21۔۔۔حضرت ابوحمزہ بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو حق کا راستہ معلوم ہوجاتا ہے، اس پر چلنا بھی سہل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہ تک پہنچانے والے راستے کے لئے کوئی رہبر و رہنما بجز سنت رسول ﷺ کے احوال وافعال واقوال میں متابعت کے نہیں (یعنی احوال، اقوال اور افعال میں حضور ﷺ کی اتباع کرنے سے ہی اللہ تعالیٰ جل شانہ تک انسان پہنچ سکتا ہے، اس کے بغیر نہیں پہنچ سکتا) (جواھر الفقہ:ج 1:ص 485)

22۔۔۔حضور اکرم ﷺ سے جو عمل جس طرح ثابت ہو، اسی طرح عمل کرنا یہی اصل اتباع ہے، اس کے خلاف طریقہ اختیار کرنا بظاہر وہ بڑا عمدہ ہی دکھائی دیتا ہو مگر وہ شریعت میں مذموم ہی ہوگا۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت براء بن عازبؓ کو ایک دعا سکھلائی جس میں: امنت بکتٰبک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت: کے الفاظ ہیں۔ حضرت براء بن عازبؓ نے ازروئے تعظیم نبی کے بجائے رسول کا لفظ کہا، یعنی: نبیک الذی ارسلت: کے بجائے: رسولک الذی ارسلت: پڑھا تو حضور اکرم ﷺ نے فوراً ٹوکا۔ ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: یہ کہو: نبیک الذی ارسلت: یعنی لفظ نبی ہی پڑھنے کا حکم دیا جو زبان مبارک سے نکلا ہوا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: تم میں سے کسی کا بھی ایمان قابل ذکر نہیں جب تک کہ یہ صورت نہ ہو کہ اس کی چاہت (اس کا جذبہ اور رجحان خاطر) اس (شریعت) کے تابع نہ ہو جس کو لے کر میں آیا ہوں۔ (فتاوی رحیمیہ: ج 2: ص 172)

23۔۔۔امام غزالی صاحبؒ اپنے ایک خصوصی شاگرد کو لکھتے ہیں کہ: تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ طاعت و عبادت کیا چیز ہے؟ سنو! حضور اکرم ﷺ کی فرماں برداری کا نام عبادت ہے قولاً و فعلاً، اوامر میں بھی نواہی میں بھی۔ اگر تم کوئی کام بدون حضور اکرم ﷺ کے کرو

اگر چہ وہ بشکل عبادت ہی ہوتو وہ عبادت نہیں بلکہ گناہ ہے۔

دیکھو! نماز کیسی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے مگر مکروہ اوقات میں یا غصب کردہ زمین میں نماز پڑھنا گناہ ہے، اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کے خلاف ہے، اور لہو ولعب اچھی چیز نہیں مگر اپنی بی بی کے ساتھ لہو ولعب باعث اجر ہے، کیونکہ بحکم شارع علیہ الصلوۃ والسلام ہے۔

تو معلوم ہوگیا کہ عبادت کی حقیقت فرماں برداری ہے نہ کہ محض نماز، روزہ۔ کیونکہ نماز، روزہ بھی اسی وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے جبکہ وہ حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق ہو۔

تو بیٹا! تمہارے احوال واقوال کو شریعت کے تابع ہونا چاہئے، اس لئے کہ کوئی علم وعمل بدون اجازت شارع علیہ السلام کی سراسر گمراہی اور اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دُوری کا سبب ہے۔ (فتاوی رحیمیہ: ج2: ص181)

24۔۔۔اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نزدیک عمل کے مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ اخلاص کے ساتھ ہو اور دوسرا یہ کہ وہ عمل سنت کے مطابق ہو۔ ارشاد خداوندی ہیں: ومن احسن دینا ممّن اسلم وجهه لله وهو محسن: یعنی اُس شخص سے بہتر کسی کا طریقہ نہیں ہوسکتا جس میں دو باتیں پائی جائیں۔ ایک: اسلم وجهه: اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سپرد کردے، ریاکاری، دنیا سازی، شہرت اور ناموری کے لئے نہیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہ کو راضی کرنے کیلئے عمل کرے۔ دوسرے: وھو محسن: یعنی وہ عمل بھی درست طریقہ پر کرے۔

امام ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ درست طریقہ پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل کا خودساختہ طرز نہ ہو بلکہ شریعت مطہرہ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہو، اللہ

تعالیٰ جل شانہ اوراس کے رسول ﷺ کی تعلیم کے مطابق ہو۔

امام رازیؒ:لیبلوکم ایکم احسن عملا:کی تفسیر میں فرماتے ہیں :احسن عملا: سے مراد عمل مقبول ہے،اور عمل مقبول وہ ہے جو خالص ہواور صواب ہو۔ اگر عمل خالص ہے مگر صواب نہیں تو وہ مقبول نہیں ہے،اسی طرح صواب ہے مگر خالص نہیں تو وہ عمل بھی مقبول نہیں۔عمل خالص وہ جو محض اللہ تعالیٰ جل شانہ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے اور صواب وہ ہے جو سنت کے مطابق ہو۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص182)

25...حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تین صحابہؓ حضور اکرم ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کرنے کے لئے ازواج مطہراتؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضور اکرم ﷺ کی عبادت کا حال معلوم کر کے کہنے لگے کہ کہاں ہم اور کہاں حضور اکرم ﷺ ۔آپ ﷺ تو وہ ہیں کہ آپ ﷺ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کردی گئیں(یعنی حضور اکرم ﷺ تو گناہوں سے بالکل معصوم ہے،لہذا آپ ﷺ کو زیادہ عبادت کی ضرورت نہیں)۔

ان میں سے ایک صحابیؓ نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے صحابیؓ نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا،کبھی ترک نہ کروں گا۔تیسرے صحابیؓ نے کہا کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا(آزاد رہ کر خوب عبادت کروں گا)۔حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا تم ایسا ایسا کہتے تھے؟سن لو!خدا کی قسم میں تم سے زیادہ متقی ہوں،اس کے باوجود روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا،تہجد بھی پڑھتا ہوں آرام بھی کرتا ہوں،نکاح بھی کرتا ہوں(یہ میرا طریقہ ہے)جس نے میرا طریقہ چھوڑا وہ میرا نہیں ہے۔

مذکورہ حدیث شریف میں غور کیجئے!

ایک صحابیؓ نماز کے متعلق عرض کرتے ہیں کہ میں پوری رات نماز پڑھتا رہوں

گا، دوسرا صحابیؓ عہد کرتا ہے کہ میں پوری عمر روزہ رکھوں گا، تیسرا صحابیؓ عہد کرتا ہے کہ میں عورتوں سے الگ تھلگ رہ کر عبادت میں مشغول ہوں گا۔ بتلائیں! ظاہراً ان چیزوں میں کیا کوئی خرابی اور قباحت ہے؟ مگر حضور اقدس ﷺ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ دراصل اس میں قباحت یہی تھی کہ یہ حضور اقدس ﷺ کے طریقہ اور منشاء کے خلاف تھا، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان حضرات صحابہ کرامؓ کو تنبیہ فرمائی۔

(فتاوی رحیمیہ: ج2: ص170)

26....اگر درزی کے پاس آپ کپڑے لے جائیں اور آپ کہیں کہ اس سائز کے مطابق میرے کپڑے بنادیں۔ کچھ دنوں کے بعد جب آپ کپڑے لینے گئے تو آپ نے دیکھا کہ درزی نے آپ کے جو کپڑے بنائے ہے اس کا سائز مختلف ہے، گلا مختلف ہے، آستین مختلف ہے، وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا آپ وہ کپڑے قبول کریں گے؟ بالکل قبول نہیں کریں گے، آپ کہیں گے کہ آپ نے میرا کپڑا ضائع کردیا ہے۔

اگر ہم ایک انچ کا فرق برداشت نہیں کرسکتے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بھی اپنے پیارے حبیب ﷺ کو نمونہ بنا کر بھیجا ہے، اور قرآن کریم میں اعلان فرمادیا: لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ: تمہارے لئے حضور اکرم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ اب اگر ہم اس نمونے کی پیروی نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ہاں کیسے قبول کی جائے گی؟ (خطبات فقیر: ج28: ص123)

27....ہم نے دیکھا کہ شہروں سے باہر سلاٹر ہاؤس بنے ہوتے ہیں، جہاں جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ وہاں گورنمنٹ کا ایک آدمی متعین ہوتا ہے، جو جانور صحیح طریقے سے ذبح ہوتا ہے وہ اس گوشت کے اوپر مہر لگا دیتا ہے، اور جب دوکاندار یہ جانور لے کر شہر کی طرف جاتے ہیں تو شہر میں پولیس کے بندے موجود ہوتے ہیں، وہ چیک

کرتے ہیں کہ دکھاؤ مہر لگی ہے یا نہیں۔اگر مہر لگی ہوتو جانے دیتے ہیں،مہر نہ لگی ہوتو کہتے ہیں کہ کیا پتہ کوئی مردہ جانور کی کھال اُتار کر لارہا ہوں کھلانے کے لئے،وہ اس کو روک دیتے ہیں۔

جس طرح دنیا کی حکومت مہر لگے جانور کو اندر جانے دیتے ہیں،قبول کرتے ہیں،قیامت کے اللہ تعالیٰ جل شانہ کا یہی معاملہ ہوگا۔جس بندے کے جس جس عمل پر سنت کی مہر لگی ہوگی اسے قبول کیا جائے گا اور جو سنت کی مہر سے خالی ہوگا اسے رد کر دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے تک آنے کے تمام راستوں کو بند کر دیا سوائے اُس راستے کے جس پر نبی کریم ﷺ چلے،انہیں نقش قدم پر جو چلے گا وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ تک پہنچے گا۔(خطبات فقیر:ج 28:ص 124)

28.....عام طور پر دیکھا ہے کہ جب انسان نماز پڑھتا ہے تو ایک امام ہوتا ہے، باقی مقتدی ہوتے ہیں۔امام جو کرتا ہے مقتدیوں کو کرنا پڑتا ہے۔امام نے قیام کیا،مقتدی بھی قیام کرے گا،امام نے رکوع کیا،مقتدی بھی رکوع کرے گا،امام:التحیات:میں بیٹھا تو مقتدی بھی:التحیات:میں بیٹھے گا،جو امام کرے وہی مقتدی کو کرنا ضروری ہوتا ہے تب اس کی نماز مکمل ہوتی ہے۔اگر وہ امام کی پیروی نہ کرے،اقتداء نہ کرے تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔امام رکوع کر رہا ہے اور مقتدی سجدہ کر رہا ہے تو اس کی نماز ہی نہیں ہوگی۔ امام کی اقتدا ضروری ہے۔

زندگی گزارنے کے امام نبی کریم ﷺ ہے:

حضور اکرم ﷺ پوری زندگی گزارنے کے امام ہیں،ہماری زندگی ایک نماز کی طرح ہے اور حضور اکرم ﷺ اس کے امام ہیں۔ہم مقتدی جس کام کو حضور اکرم ﷺ نے جس طریقے سے کیا اسی طریقے پر کریں گے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ہاں قبول ہوگی اور اگر

اپنی مرضی کے مطابق کریں گے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ہاں یہ قبول نہیں ہوگی۔
(خطبات فقیر: ج 28: ص 122)

29.....ایک مرتبہ حضرت ابو یزید بسطامیؒ کے علاقے میں ایک بزرگ تشریف لائے ،شہر میں اُس بزرگ کی ولایت اور بزرگی کا چرچا ہوا۔حضرت ابو یزید بسطامیؒ نے بھی زیارت کا قصد کیا،اور اپنے ایک رفیق سے کہا،چلو اُس بزرگ کی زیارت کر آویں۔

حضرت ابو یزید بسطامیؒ اپنے رفیق کے ساتھ اُس کے مکان پر تشریف لے گئے، یہ بزرگ گھر سے نماز کے لئے نکلے،جب مسجد میں داخل ہوئے تو قبلہ کی جانب تھوک دیا۔ ابو یزید بسطامیؒ یہ حالت دیکھتے ہی واپس ہو گئے،اور اس کو سلام بھی نہیں کیا۔اور فرمایا کہ:یہ شخص حضور اکرم ﷺ کے آداب میں سے ایک ادب پر مامون نہیں کہ اس کو ادا کر سکے،اس سے کیا توقع رکھی جائے کہ یہ کوئی ولی اللہ ہو۔

امام شاطبیؒ اس واقعہ کو نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت ابو یزید بسطامیؒ کا یہ ارشاد ایک اصل عظیم ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ تارکِ سنت کو درجۂ ولایت حاصل نہیں ہوتا،اگر چہ ترکِ سنت بوجہ ناواقفیت ہونے کے ہوا ہو۔(جواھر الفقہ: ج 1: ص 478)

حضرات صحابہ کرامؓ اور اسلافؒ کا اہتمام سنت

میرے محترم قارئین کرام!

صحابہ کرامؓ، اللہ تعالیٰ جل شانہ اور حضور اقدس ﷺ کے ان ارشادات مبارکہ کی مثالِ کامل اور بہترین نمونہ تھے۔ ایک طرف اُن کو بدعت سے بغض اور سخت ترین نفرت تھی تو دوسری جانب حضور اقدس ﷺ کی اتباع کے حریص، نقش قدم کے عاشق اور حضور اقدس ﷺ کے اشاروں پر جان دینے والے تھے۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(1)

حضرت عروہؓ نے کہا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے مجھ سے کہا کہ میں رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کے کرتے کا بٹن کھلا تھا۔ اس پر حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر معاویہؓ کو خواہ گرمی رہے یا سردی، ہمیشہ کھلے بٹن میں دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ مکہ اور مدینہ کے درمیان: مقام شجرہ: میں قیلولہ کرتے اور کہتے کہ حضور پاک ﷺ نے یہاں قیلولہ فرمایا ہے۔

فائدہ: دیکھئے! حضرات صحابہ کرامؓ عبادت کے علاوہ اُمور میں بھی سنتوں کا کس قدر اہتمام کرتے تھے۔

چونکہ آپ ﷺ نے ایسا کیا تھا اس وجہ سے حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی اہتمام کیا،
یہ ہے محبت کی علامت اور اتباع کا کمال۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص215)

(2)

حضرت معاویہ بن مرہؓ نے اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ قبیلہ مزینہ کے لوگوں کے ساتھ میں نے بیعت کی تو آپ ﷺ کے کُرتے کے بٹن کو کھلا ہوا دیکھا۔محدّث بیہقی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ اس کے راوی حضرت عروہؓ نے کہا کہ میں نے معاویہؓ (جو اس حدیث کے ذکر کرنے والے ہیں) کو ہمیشہ گھنڈی نہ لگی قمیص میں پایا، خواہ گرمی ہو یا سردی۔
(آداب بیہقی:ص352)

(3)

یہ محبت اور کمال اتباع کی بات تھی کہ جیسا آپ ﷺ کو دیکھا اسی حال میں اپنے آپ کو رکھنا پسند کیا اور سردی کی تکلیف کی از راہ محبت کوئی پرواہ نہ کی۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص152)

(4)

حضور اقدس ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں۔ارشاد ہوتا ہے:اجلسوا:بیٹھ جاؤ۔
حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ مسجد کے دروازے پر ہیں (جہاں جوتیاں اُتاری جاتی ہیں) جیسے ہی ارشاد کانوں میں پڑتا ہے وہیں بیٹھ جاتے ہیں۔
(فتاوی رحیمیہ:ج6:ص209)

(5)

حضور اقدس ﷺ امامت فرمارہے تھے، نعلین (جوتے) پہنے ہوئے تھے، دفعۃً نعلین نکال دیتے ہیں، جن کے پاؤں میں نعل تھے وہ بھی فوراً اُتار دیتے ہیں۔نماز سے فراغت کے بعد حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: آپ صاحبان نے نعل کیوں اُتار دیئے؟ صحابہ

کرامؓ نے عرض کیا: اس لئے کہ آپ ﷺ نے اُتار دیئے تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تو اس لئے اُتار دیئے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے بتایا کہ نعل میں کچھ نجاست لگی ہوئی ہے۔(فتاوی رحیمیہ: ج6: ص209)

(6)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب غصہ آئے تو اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔ غصہ جاتا رہے گا۔ سیدنا حضرت ابو ذر غفاریؓ باغ میں پانی دے رہے تھے ایک شخص نے ایسی حرکت کی کہ نالی کی پال ٹوٹ گئی اور پانی نکل کر باہر بہنے لگا۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ کو غصہ آیا۔ مگر فوراً حضور اقدس ﷺ کا ارشاد یاد آ گیا۔ اور وہیں کیچڑ اور پانی میں بیٹھ گئے، اور سارے کپڑے لت پت ہو گئے مگر حضور اقدس ﷺ کے ارشاد گرامی کی تعمیل میں تاخیر برداشت نہیں کی۔(فتاوی رحیمیہ: ج6: ص209)

(7)

سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ حج بیت اللہ کو تشریف لئے گئے، جب حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تُو پتھر ہے، نہ کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ حضور اقدس ﷺ نے تجھ کو بوسہ دیا ہے تو میں ہرگز بوسہ نہ دیتا۔

(فتاوی رحیمیہ: ج6: ص210)

(8)

صلح حدیبیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ کے لئے تشریف لئے گئے۔ مکہ معظمہ کے قریب مقام حدیبیہ تک پہنچے تھے کہ مشرکین مکہ نے آگے بڑھنے سے رُوک دیا۔ حضور اقدس ﷺ نے جنگ کے بجائے صلح کو پسند کیا۔ کفار قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود بات چیت کرنے آئے، جو گفتگو کی اس کی تفصیل کا یہ

موقع نہیں ہے۔ یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ عروہ بن مسعود نے اثناء گفتگو میں صحابہ کرامؓ کا حضوراقدس ﷺ کے ساتھ عشق کا جو رنگ دیکھا تو اس نے واپس جا کر قریش کے سرداروں سے کہا:

میں بادشاہوں کے درباروں میں جاتا رہتا ہوں، شاہ ایران اور شاہ روم اور شاہ حبش نجاشی کے درباروں کو میں نے دیکھے ہیں، میں نے کسی بادشاہ کے جانثاروں کو اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی تعظیم حضوراقدس ﷺ کے ساتھی حضوراقدس ﷺ کی کرتے تھے۔ خدا کی قسم! میں نے یہ دیکھا کہ حضوراقدس ﷺ کھنکارتے ہیں تو اس کھنکار کے ساتھ (لعاب دہن) کو زمین پر گرنے نہیں دیتے (کھنکار کسی کی ہتھیلی پر پڑتی ہے تو وہ فوراً اس کو اپنے چہرے پر اور اپنے بدن پر مل لیتا ہے، گویا عطر میسر آ گیا)، جہاں کسی بات کا اشارہ پاتے ہیں وہ تعمیل کے لئے چھپٹتے ہیں، حضوراقدس ﷺ وضو کرتے ہیں تو جو پانی گرتا ہے اس پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے آپس میں لڑنے لگیں ہیں، جہاں حضوراقدس ﷺ نے کچھ بولنا شروع کیا سب دم بخود خاموش ہو جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ حضوراقدس ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے نظر اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔

حضوراقدس ﷺ کے نقش قدم پر اس طرح جان نثاری اور فدائیت کی سینکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ یاد رکھنے کی بات یہ کہ جو جان نثاراران، دہن (لعاب مبارک) کو زمین پر گرنے نہ دیں، کیا ممکن ہے کہ وہ حضوراقدس ﷺ کی کسی سنت کو نظر انداز کر دیں؟

(فتاوی رحیمیہ: ج6: ص211)

(9)

حضرت حذیفہؓ سفر میں تھے۔ آپؓ کے ہاتھ مبارک سے کھاتے کھاتے لقمہ گر گیا۔ حضرت حذیفہؓ اس کو اُٹھا کر صاف کر کے منہ میں ڈالنے لگے، عجمی لوگ یہ دیکھ رہے

تھے،تو آپؓ کے خادم نے چپکے سے کہا: حضرت! ایسا نہ کیجئے۔ یہ عجمی لوگ گرے ہوئے لقمے کو اُٹھا کر کھالینا بہت بُرا جانتے ہیں اور ایسے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا: کیا میں ان بے وقوفوں کی وجہ سے اپنے حبیب ﷺ کی سنت چھوڑ دوں؟ (فتاوی رحیمیہ: ج 1: ص 54)

(10)

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمان غنیؓ کفارِ مکہ سے مذاکرات کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو حضرت عثمان غنیؓ کے چچازاد بھائی نے جو آپؓ کے ساتھ تھا کہا کہ یہ آپ کا اِزار ٹخنوں سے اُونچا ہے اور مکہ کے جن روٴساء اور سرداروں سے آپ مذاکرات کے لئے جارہے ہیں وہ لوگ ایسے آدمی کو حقیر سمجھتے ہیں جس کا ازار ٹخنوں سے اُونچا ہو۔ اس لئے آپ تھوڑی دیر کے لئے اپنا ٹخنہ ڈھک لیں اور ازار کو نیچے کرلیں تاکہ وہ لوگ آپؓ کو حقیر نہ سمجھیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے جواب میں فرمایا:

:لا، ھکذا ازارۃ صاحبنا رسول اللہ ﷺ: نہیں، یہ کام میں نہیں کرسکتا، اس لئے کہ میرے حضور اکرم ﷺ کا ازار ایسا ہی ہوتا ہے۔ اب چاہے وہ لوگ مجھے حقیر سمجھیں یا ذلیل سمجھیں، اچھا سمجھے یا بُرا سمجھیں، اس کا مجھے کوئی پرواہ نہیں، بس میرے حضور اکرم ﷺ کا طریقہ یہ ہے اور میں اسی کو اختیار کروں گا۔ (اصلاحی خطبات: ج 5: ص 307)

(11)

سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور اکرم ﷺ کی سنت کو اتنا اپنایا تھا کہ بالکل حضور اکرم ﷺ کی نقل بن چکے تھے۔

جب ہجرت کے وقت حضور اکرم ﷺ اور حضرت صدیق اکبرؓ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ گئے، مدینہ کے لوگ قبا کے مقام پر ان کے استقبال کیلئے تیار تھے۔ انہوں نے دو

مسافروں کو آتے دیکھا مگر دونوں میں ان کو کوئی فرق نظر نہیں آیا، لباس ایک تھا، رفتار ایک تھی، چلنے اور بیٹھنے کا انداز اور ہر چیز ایک جیسی تھی حتی کہ مدینہ کے لوگ شبہ میں پڑ گئے کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نبی کون ہیں؟ لیکن تھوڑی دیر بعد انہوں نے دیکھا کہ سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی چادر نکالی اور حضور اکرم ﷺ کے اوپر سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ اب پتہ چلا کہ امام کون ہے مقتدی کون تھا، اصل کون تھا اس کی نقل کون تھا، گویا اصل اور نقل اتنا مشابہ ہو چکے تھے کہ لوگوں کے لئے اصل اور نقل میں فرق کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ اور باہر کے لوگ آ کر پوچھتے تھے: من منکم محمد: آپ میں محمد ﷺ کون ہیں؟

کیوں ضرورت پوچھنے کی پیش آتی تھی؟ اس لئے کہ سب ایک جیسے نظر آتے تھے۔ (خطبات فقیر: ج 28: ص 128)

(12)

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے حبشہ کے، اور جو حبشی لوگ ہوتے ہیں ان کے سر پر جو بال ہوتے ہیں وہ چھوٹے ہوتے ہیں، کرلی ہوتے ہیں، لمبے نہیں ہوتے۔ وہ جب نہاتے، آئینے میں دیکھتے، ان کا جی چاہتا کہ میرے سر میں بھی مانگ اسی طرح نظر آئے جیسے نبی کریم ﷺ کی نظر آتی ہے۔ تو کنگھی سے اپنی مانگ بنانے کی کوشش کرتے تھے، مانگ بنتی نہیں تھی، انہیں اپنا سر اچھا نہیں لگتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی محبت میں ایک دن لوہے کی ایک گرم سلاخ تھی انہوں نے آگ میں سے نکالی اور اپنے سر پر پھیر لی، زخم ہو گیا، علاج معالجے سے ٹھیک ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اپنے سر کو کیوں جلا لیا، اتنی تکلیف کیوں پہنچائی؟ فرمانے لگے: تکلیف تو بالآخر ختم ہو گئی، آئندہ میرا سر مانگ کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے مبارک سر سے مشابہت پا گیا۔ سبحان اللہ: کیا محبت تھی ان حضرات کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ۔

(خطباتِ فقیر: ج 28: ص 132)

(13)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحبؒ کے پیچھے فرنگی نے پولیس لگا دی کہ ان کو گرفتار کرو، وارنٹ گرفتاری جاری کر دیا، حضرت کو پتہ چل گیا، چنانچہ حضرت چھپ گئے، جان بچانی تو ہر بندے پر فرض ہے۔ لوگ سمجھے کہ ابھی کچھ عرصہ روپوشی میں رہیں گے، اور تین دن کے بعد جو دیکھا تو حضرت پھر سب کے ساتھ ہیں۔ حضرت! آپ کے پیچھے تو فرنگی لگا ہوا ہے، فرمایا: ہاں! پھر آپ کیوں منظر پر آ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کو دیکھا تو مجھے تین دن غارِ ثور کے روپوشی کے نظر آئے۔ اس کے بعد نہیں۔ میں نے بھی اسی سنت پر عمل کیا، تین دن روپوش ہونے کے بعد میں پھر باہر چلا آیا۔

میرے محترم قارئین کرام!

جب جان کا خطرہ ہو، اُس وقت بھی سنت کو پسند کر لینا، سنت کو سینے سے لگا لینا، یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ (خطباتِ فقیر: ج 28: ص 136)

(14)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ سنت کے عاشق تھے۔ ایک دفعہ ان کا قریبی دوست تھا، کہنے لگا: جناب! آداب۔ حضرت نے فرمایا: یہ کون ہے؟ اتنے زُور سے ڈانٹا، پھر فرمایا: تمہیں نبی کریم ﷺ کی سنت: السلام علیکم: نہیں آتی۔ اتنا ڈانٹا کہ سلام کرنا ہے تو محبوب ﷺ کے طریقے کے مطابق کرو۔ (خطباتِ فقیر: ج 28: ص 137)

(15)

ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ دارالعلوم دیوبند میں پھول لگواؤ، کسی نے کہا فلاں پھول لگواؤ، کسی نے کہا کہ وہ پھول لگاؤ، بہت سارے لوگوں کی فرمائش پر وہ پھول

لگوا دیئے۔حضرت مدنی صاحبؒ نے فرمایا کہ کیکر کا درخت لگواؤ۔اب علماء کو سمجھ نہ آیا۔ لوگوں نے کہا: حضرت صاحب! زیبائش کے لئے خوبصورت درخت ہیں، پھل دار درخت ہیں، کیکر سے تو کانٹوں کے سوا کچھ نہیں ملتا۔حضرت مدنی صاحبؒ نے فرمایا: کہ دارلعلوم کے اس گلستان میں کیکر کا درخت لگاؤ۔کسی نے پوچھا کہ حضرت صاحب! کیکر کا درخت کیوں؟ حضرت مدنی صاحبؒ نے فرمایا کہ احادیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیعت رضوان کیکر کے درخت کے نیچے لی تھی۔لہذا میں چاہتا ہوں کہ اس درخت کو دیکھوں تو مجھے محبوب کا عمل یاد آجائے۔(خطبات فقیر: ج28:ص138)

(16)

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کے بارے میں حضرت سلیمان بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی زندگی کو کئی سال قریب سے دیکھا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ اور صحابہ کرامؓ کی زندگی میں ایک فرق تھا۔وہ کیا؟ کہ صحابہ کرامؓ کو نبی کریم ﷺ کے دیدار کا شرف حاصل تھا اور حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کو نہیں تھا۔اس کے علاوہ ان کی زندگی اور صحابہ کرامؓ کی زندگی میں مجھے کوئی فرق نظر نہیں آیا۔
(خطبات فقیر: ج28:ص139)

صحابہ کرامؓ کو اُمورِ غیر مسنونہ سے اجتناب کا بڑا اہتمام تھا

میرے محترم قارئین کرام!

حضرات صحابہ کرامؓ جن کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے آخری نبی ﷺ کی رفاقت کے لئے منتخب فرمایا تھا اور جن کو اس دین کامل کا محافظ و مبلغ بنایا جو قیامت تک رہنے والا ہے وہ حضرات حضور اکرم ﷺ کی سنت کے اس قدر دلدادہ اور عاشق تھے کہ اُمت کا کوئی طبقہ یا کوئی فرد اس کی نظیر نہیں پیش کر سکتا اور خلافِ سنت افعال اور بدعات سے ایسے بیزار تھے کہ اس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔

مندرجہ ذیل واقعات و امثلہ میں آپ صحابہ کرامؓ کی دقتِ نظر کا جائزہ لیجئے، جو باتیں ہمیں بہت ہی معمولی معلوم ہوتی ہیں صحابہ کرامؓ کی نظر میں کتنی بڑی اور سخت تھیں اور برملا اس پر نکیر فرماتے تھے اور بڑے سے بڑے صاحب شوکت و حشمت کا دبدبہ اور رُعب ان کے لئے مانع نہیں بنتا تھا۔

1.....حضرت کعب بن عجرہؓ نے عبدالرحمٰن بن ام حکم کو خلافِ سنت بیٹھ کر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تو غضبناک ہو کر فرمایا: دیکھو! خبیث بیٹھ کر خطبہ پڑھتا ہے۔

غور کیجئے! بیٹھ کر خطبہ دینا خلافِ سنت تھا، صحابہ کرامؓ سنت کے اتنے دلدادہ تھے اگر خلافِ سنت کوئی کام دیکھتے تو فوراً اُس پر نکیر فرماتے۔ (فتاوی رحیمیہ: ج2: ص 178)

2.....حضرت عمارۃ بن رویبہؓ نے بشر بن مروان کو خطبہ میں ہاتھ اُٹھاتا ہوا دیکھ کر

فرمایا: اللہ تعالیٰ جل شانہ ان چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو خراب کردے، میں نے رسول اکرم ﷺ کو ایسا کرتے نہیں دیکھا۔

دیکھئے! خطبہ میں ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں، اس لئے صحابیؓ نے اس پر کتنی سخت نکیر فرمائی اور بد دعا کی۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص133)

3.....امام نافع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی، اس نے کہا: الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ: یہ زائد کلمہ :والسلام علی رسول اللہ: اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے مگر اس موقع پر چونکہ حضور اقدس ﷺ نے کہنے کی تعلیم نہیں دی، اس لئے اس اضافہ کو ناپسند کرتے ہوئے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: کہ آنحضرت ﷺ نے اس طرح تعلیم نہیں فرمائی۔

دیکھئے! چھینک کے وقت: الحمدللہ: کے ساتھ :والسلام علیٰ رسول اللہ: کہنے کا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اسے صحابیؓ نے ناپسند فرمایا۔

(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص133)

4.....حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دعا میں سینہ سے اُوپر تک ہاتھ اٹھاتا ہوا دیکھ کر اس کے بدعت ہونے کا فتوی دیا۔ دلیل میں فرمایا: کہ آنحضرت ﷺ کو دعا کے وقت (سوائے کسی خاص موقعہ کے) سینہ کے اوپر تک ہاتھ اُٹھاتے نہیں دیکھا۔

آنحضرت ﷺ بجز استسقاء کے کسی دوسرے موقعہ پر دعا میں سینہ سے اوپر ہاتھ نہ اُٹھاتے تھے، اس وجہ سے بدعت کا فتوی دیا۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص135)

5.....خلیفۂ چہارم سیدنا حضرت علیؓ نے عید کے دن عید گاہ میں عید کی نماز سے پہلے ایک شخص کو نفل نماز پڑھنے سے رُوک دیا، تو اس نے کہا: اے خلیفۂ چہارم سیدنا حضرت علیؓ! مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب نہ دے گا۔ خلیفۂ چہارم

سیدنا حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے بھی یقین ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو کام نہیں کیا یا کرنے کی ترغیب نہیں دی ہے تو وہ کام عبث ہوگا، اور عبث کام بے کار اور بے فائدہ ہے۔ پس ڈر ہے کہ حضور ﷺ کے طریقہ سے مخالف ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جل شانہ عذاب دے۔

سوچئے! نماز عبادت ہے، حضور اقدس ﷺ کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ کے قُرب کا ذریعہ ہے مگر عید کی نماز سے پہلے پڑھنا چونکہ سنت کے خلاف ہے اس لئے موجبِ عقاب ہے۔ (فتاوی رحیمیہ: ج2: ص135)

6..... ایک شخص عصر کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھتا تھا، اُس کو اس سے رُوکا گیا تو اس نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے دریافت کیا: اے ابومحمد! کیا اللہ تعالیٰ جل شانہ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب دیں گے؟ حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا: (عبادت موجبِ سزا وعتاب نہیں) لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ سنت کی مخالفت پر تجھے سزا دیں گے۔

سوچئے! نماز عبادت ہے، حضور اقدس ﷺ کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ کے قُرب کا ذریعہ ہے مگر عصر کی نماز کے بعد پڑھنا چونکہ سنت کے خلاف ہے اس لئے موجبِ عقاب ہے۔ (فتاوی رحیمیہ: ج2: ص136)

7..... حضرت کعب بن عجرہؓ نے عبدالرحمٰن ابن ام حکم کو خلاف سنت خطبہ بیٹھ کر پڑھتے ہوئے دیکھا تو غضبناک ہو کر فرمایا: دیکھو! یہ خبیث بیٹھ کر خطبہ پڑھتا ہے۔

دیکھئے! مذکورہ طریقہ چونکہ حضور اقدس ﷺ سے ثابت نہیں تھا، اس لئے صحابیؓ سے برداشت نہ ہو سکا اور حاکمِ وقت پر بلا جھجک نکیر فرمائی۔ (فتاوی رحیمیہ: ج2: ص136)

8..... حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو ختنہ میں بلایا گیا تو انکار کرتے ہوئے فرمایا: آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ختنہ کے موقعہ پر نہ ہم جاتے تھے نہ ہمیں بلایا جاتا تھا۔ (فتاوی رحیمیہ: ج6: ص205)

9.....حضرت ابوسعید خدریؓ نے خلیفہ مروان بن حکم کو عید کی نماز سے پہلے خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو منع فرمایا، اور فرمایا کہ یہ خلافِ سنت ہے۔

(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص179)

10.....حضرت عبداللہ ابن مغفلؓ کے فرزند ارجمند نے نماز میں:سورۃ الفاتحہ: شروع کرتے ہوئے جہراً:بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم: پڑھی تو حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے فوراً تنبیہ فرمائی۔ اور فرمایا:بیٹا! یہ بدعت ہے، بدعت سے الگ رہو۔ اور فرمایا: میں نے نبی کریمﷺ اور سیدنا صدیق اکبرؓ و سیدنا فاروق اعظمؓ و سیدنا عثمان غنیؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے میں نے جہراً:بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم: کسی سے نہیں سنی۔

غور کیجئے!:بسم اللّٰہ: آہستہ پڑھنے کے بجائے زور سے پڑھنے کو صحابیؓ ناپسند کرتے ہیں اور اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ نبی کریمﷺ اور سیدنا صدیق اکبرؓ و سیدنا فاروق اعظمؓ و سیدنا عثمان غنیؓ میں سے کسی کو :بسم اللّٰہ:زور سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص174)

11.....چاشت کی نماز حدیث شریف سے ثابت ہے (مگر گھر میں یا مسجد میں تنہا تنہا پڑھنا) اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب دیکھا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر اور مظاہرہ کر کے پڑھتے ہیں تو آپؓ نے اسے ناپسند فرمایا اور بدعت قرار دیا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی اس صورت کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ :اگر تمہیں چاشت کی نماز پڑھنا ہی ہے تو اپنے گھروں میں پڑھو۔

غور کیجئے! چاشت کی نماز حدیث شریف سے ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت ہے لیکن اہتمام کر کے مسجد میں جمع ہو کر علانیہ پڑھنے کا التزام حضور اکرمﷺ سے ثابت نہیں، اس وجہ سے جلیل القدر صحابی حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے اسے پسند نہیں

فرمایا اور جمع ہوکر علانیہ پڑھنے کو بدعت قرار دیا اور ہدایت فرمائی کہ گھروں میں پڑھو۔
(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص174)

12.....حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت امیر معاویہؓ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔حضرت امیر معاویہؓ نے خانہ کعبہ کے تمام کونوں کو بوسہ دیا،حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ اِن دونوں کونوں یعنی رکن یمانی اور حجر اسود کے علاوہ کسی اور گوشہ کو بوسہ نہیں دیا کرتے تھے۔حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا:اس مقدس گھر کی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کو چھوڑ دیا جائے (یعنی بوسہ نہ دیا جائے)۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ: یعنی تمہارے لئے حضور اکرم ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے(اگر چہ خانہ کعبہ کا ہر ذرہ متبرک ہے مگر ہمیں وہ عمل کرنا چاہئے جو حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے)حضرت معاویہؓ نے فرمایا: آپ کا فرمان صحیح ہے۔

ملاحظہ کیجئے! بیت اللہ شریف کا ہر ذرہ یقیناً متبرک ہے مگر چونکہ تمام کونوں کو بوسہ دینا حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں،اس لئے حضرت ابن عباسؓ نے اسے گوارہ نہیں کیا اور فوراً تنبیہ فرمائی۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص178)

13.....حضرت عمارہ بن رویبہؓ نے بشر بن مروان کو خطبہ میں دعا کے وقت ہاتھ اُٹھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا:اللہ تعالیٰ جل شانہ ان چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو خراب (برباد) کر دے،میں نے حضور اکرم ﷺ کو خطبہ میں اس طرح ہاتھ اُٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ملاحظہ کیجئے! دعا میں ہاتھ اُٹھانا آداب دعا میں سے ہے مگر چونکہ خطبہ میں دعا کے وقت ہاتھ اُٹھانا حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں،اس لئے حضرت عمارہؓ نے اس پر سخت نکیر فرمائی۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص178)

14.....حاصل کلام یہ کہ صحابہ کرامؓ کو بدعت اور خلاف سنت کاموں سے اتنی

بیزاری تھی کہ اُمت کا کوئی طبقہ یا کوئی فرد اُس کی نظیر نہیں پیش کرسکتا۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ وہ بدعت سے زیادہ اُور کسی چیز سے بغض رکھتا ہو۔ اسی مضمون کو شیخ سعدیؒ نے اشعار میں بیان فرمایا ہے:

بہ زہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن میفزائے بر مصطفی ﷺ

یعنی پرہیز گاری و پارسائی و سچائی اور صفائی میں کوشش کر، لیکن آنحضرت ﷺ سے آگے نہ بڑھ۔ مطلب یہ کہ جیسا اور جتنا کیا، اُسی طرح کر، اپنی طرف سے زیادتی نہ کر۔

خلافِ پیغمبر ﷺ کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

یعنی جو شخص پیغمبر ﷺ سے اُلٹی راہ اختیار کرے گا وہ کبھی منزلِ مقصود پر نہ پہنچ سکے گا۔

مپندار سعدی! کہ راہ صفا
تواں یافت جز بر پئے مصطفی ﷺ

سعدی! ایسا گمان ہرگز نہ کر کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلے بغیر صراطِ مستقیم اور صفائی کا راستہ پاسکو گے۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی!
کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

اے اعرابی! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبۃ اللہ تک نہ پہنچ سکے گا کہ تُو نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ ترکستان کا ہے۔ (فتاوی رحیمیہ: ج2: ص137)

صحابہ کرامؓ کی پیروی کرنے اور بدعات سے بچنے کا حکم

(1)

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک روز ہمیں خطبہ دیا، جس میں نہایت مؤثر اور بلیغ وعظ فرمایا۔ جس سے آنکھیں بہنے لگیں، اور دل ڈر گئے۔ بعض حاضرینؓ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! آج کا وعظ تو ایسا ہے جیسے رخصتی وصیت ہوتی ہے۔ تو آپ ﷺ ہمیں بتلائیں کہ ہم آئندہ کس طرح زندگی بسر کریں؟ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ جل شانہ سے ڈرنے کی اور حکامِ اسلام کی اطاعت کرنے کی اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے، وہ بڑا اختلاف دیکھیں گے، اس لئے تم میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدینؓ مہدیین کی سنت کو اختیار کرو، اور اس کو مضبوط پکڑو۔ اور دین میں نُو ایجاد طریقوں سے بچو۔ کیونکہ ہر نُو ایجاد طرز عبادت بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(جواہر الفقہ: ج 1: ص 469)

(2)

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: تم ہمارے نقش قدم

پر چلو اور بدعات ایجاد نہ کرو، تمہارے لئے ہماری اتباع ہی کافی ہے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ہر وہ عبادت جو حضور اکرم ﷺ کے صحابہؓ نے نہیں کی وہ تم بھی نہ کرو۔

اسی بناء پر حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ: اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ جو قول اور فعل حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے، کیونکہ اگر اس کام میں خیر ہوتی تو صحابہ کرامؓ اس کارِ خیر کو ہم سے پہلے ضرور کرتے، اس لئے کہ صحابہ کرامؓ نے کسی عمدہ خصلت کو تشنۂ عمل نہیں چھوڑا بلکہ وہ ہر کام میں سبقت لے گئے ہیں۔

(فتاوی رحیمیہ: ج2: ص180)

(3)

حضرت علامہ ابن الحاجؒ فرماتے ہیں کہ: ہم اپنے اسلاف (صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ) کی اتباع کرنے والے ہیں مبتدع نہیں ہیں۔ جہاں وہ حضرات ٹھہر گئے ہم بھی وہیں ٹھہر جائیں گے (اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کریں گے)۔

(فتاوی رحیمیہ: ج2: ص180)

(4)

حضرت امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ: طریقۂ سنت پر اپنے آپ کو مضبوطی سے جمائے رکھو، جہاں قومِ (صحابہ کرامؓ کی جماعت) ٹھہر گئی تم بھی ٹھہر جاؤ، جو اُن بزرگوں نے کہا وہی تم بھی کہو، جس کے بیان سے وہ حضرات رُک گئے تم بھی رُک جاؤ (اپنی عقل نہ چلاؤ) اور اپنے سلف صالحین کے طریقہ پر چلو۔ (فتاوی رحیمیہ: ج2: ص180)

(5)

درود وسلام، صدقہ وخیرات، اموات کو ایصال ثواب، متبرک راتوں میں نماز وعبادت، نمازوں کے بعد دعا وغیرہ یہ سب چیزیں عبادات ہیں، اِن کی ضرورت جیسے آج

ہے ایسے ہی عہد صحابہ کرامؓ میں بھی تھی۔ اِن کے ذریعہ ثواب آخرت اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ذوق وشوق جیسے آج کسی نیک بندے کو ہوسکتا ہے، حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو اِن سب سے زیادہ تھا۔ کون دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس کو صحابہ کرامؓ سے زیادہ ذوقِ عبادت اور شوقِ رضائے الٰہی حاصل ہے؟

حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ: جو عبادت صحابہ کرامؓ نے نہیں کی، وہ عبادت نہ کرو۔ کیونکہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی، جس کو یہ پورا کریں۔ اے مسلمانو! خدا تعالیٰ جل شانہ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو۔

نوٹ: اب دیکھنا یہ ہے کہ جب یہ کام عہد صحابہ کرامؓ میں بھی عبادت کی حیثیت سے جاری تھے تو ان کے ایسے طریقے اختیار کرنا جو حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کئے، ان کا فلسفہ اور حکمت کیا ہے؟ یہ کس وجہ سے کر رہے ہیں؟ کیا یہ مقصد ہے کہ ان عبادات کے یہ نئے طریقے حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو معلوم نہ تھے جو آج اِن دعوے داروں پر انکشاف ہوا ہے؟ اس لئے صحابہ کرامؓ نے اختیار نہیں کئے اور یہ کر رہے ہیں۔ (معاذاللّٰہ)۔ (جواھر الفقہ: ج 1: ص 460)

بدعت کی مذمت

بدعت اسے کہا جاتا ہے کہ جس کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو، یعنی قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت نہ ملے، حضورا کرم ﷺ، حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے مبارک زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو، اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔(فتاوی رحیمیہ: ج2: ص165)

(1)

حضورا کرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: بہترین فرمان اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت اور نمونہ حضور ﷺ کی سیرت اور اسوۂ حسنہ ہے، اور بدترین اُمور محدثات (بدعات) ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے (چاہے بظاہر اچھی نظر آتی ہو)۔
(فتاوی رحیمیہ: ج2: ص139)

(2)

حضورا کرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: جس نے (دین میں) کوئی نئی بات ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ جل شانہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کی فرض عبادت مقبول ہے اور نہ نفلی عبادت۔(فتاوی رحیمیہ: ج2: ص139)

(3)

حضورا کرم ﷺ کا ارشاد ہے سب سے بہتر کلام، اللہ تعالیٰ جل شانہ کی کتاب ہے اور سب سے عمدہ طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، سب سے بُری چیز بدعتیں (نو ایجاد چیزیں) ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔(فتاوی رحیمیہ: ج2: ص168)

(4)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی قوم نے بھی کوئی بدعت ایجاد کی تو اس کی وجہ سے اس جیسی سنت اُس قوم سے اُٹھالی جاتی ہے۔لہذا سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ: پھر وہ سنت جو اُٹھالی جاتی ہے قیامت تک اُس قوم کو نہیں دی جاتی (بالفاظِ دیگر وہ قوم اُس سنت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتی ہے)۔

مطلب یہ ہے کہ بدعت سے سنت کو عظیم نقصان پہنچتا ہے، بدعت سنت کی جگہ لے لیتی ہے اور بالآخر سنت نیست و نابود ہو جاتی ہے۔(فتاوی رحیمیہ: ج2: ص167)

(5)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو ایک شخص نے سلام پہنچایا، آپؓ نے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ اس شخص نے بدعت ایجاد کی ہے۔اگر یہ سچ ہے تو میری طرف سے اس کو سلام پہنچانے کی کوئی حاجت نہیں۔(فتاوی رحیمیہ:ج6:ص204)

(6)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت ابن عمرؓ ایک مسجد میں گئے، وہاں ظہر کی اذان ہو چکی تھی، نمازیوں کا انتظار تھا کہ مؤذن نے تثویب کہی۔یعنی: الصلاۃ: الصلوۃ: پکارا، تاکہ نمازی آجائیں۔حضرت ابن عمرؓ نے فوراً فرمایا کہ ہمیں اس بدعتی کے پاس سے نکالو۔چنانچہ حضرت ابن عمرؓ اُس مسجد سے چلے گئے، وہاں نماز نہیں پڑھی۔
(فتاوی رحیمیہ:ج4:ص170)

(7)

علامہ شاطبیؒ نے: کتاب الاعتصام: میں آیات قرآنیہ کافی تعداد میں اس

موضوع پر جمع فرمائی ہیں، اُن میں سے دو آیتیں اس جگہ لکھی جاتی ہیں:

:ولا تکونوا من المشرکین ☆ من الّذین فرّقوا دینھم وکانوا شیعاً،کلّ حزب بمالدیھم فرحون:

ترجمہ: مت ہو مشرکین میں سے جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا اپنے دین کو اور ہو گئے فرقے اور پارٹیاں، ہر ایک پارٹی اپنے طرز پر خوش ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ اس سے مراد اہل بدعت کی پارٹیاں ہیں۔

:قل ھل انبئکم بالاخسرین اعمالا۔الّذین ضلّ سعیھم فی الحیٰوۃ الدّنیا وھم یحسبون انّھم یحسنون صنعا:

ترجمہ: آپ فرمائیں کہ کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ کون لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارہ والے ہیں، وہ لوگ جن کی سعی و عمل دنیا کی زندگی میں ضائع اور بیکار ہو گئی، اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا عمل کر رہے ہیں۔

حضرت علیؓ اور حضرت سفیان ثوریؒ وغیرہ نے :اخسرین اعمالاً: کی تفسیر اہل بدعت سے کی ہے۔

اور بلاشبہ اس آیت میں اہل بدعت کی حالات کا پورا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے خود تراشیدہ اعمال کو نیکی سمجھ کر خوش ہیں کہ ہم ذخیرۂ آخرت حاصل کر رہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک اُن کے اعمال کا کوئی وزن نہیں ہے نہ کوئی ثواب ہے، بلکہ اُلٹا گناہ ہے۔(جواھر الفقہ:ج 1:ص 466)

(8)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو صحیح طریقِ ہدایت کی طرف بلائے تو ان تمام لوگوں کے عمل کا ثواب اس کو ملے گا، جو اس کا اتباع

کریں، بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے۔ اور جو شخص کسی گمراہی کی طرف لوگوں کو دعوت دے، تو اس پر ان سب لوگوں کا گناہ لکھا جائے گا، جو اس کا اتباع کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔ (جواهر الفقه: ج 1: ص 468)

(9)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے وہ گویا یہ دعوی کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے (معاذاللّٰہ) رسالت میں خیانت کی کہ پوری بات نہیں بتلائی۔ (جواهر الفقه: ج 1: ص 461)

(10)

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ: بدعت والا آدمی جتنا زیادہ روزہ اور نماز میں مجاہدہ کرتا جاتا ہے، اتنا ہی اللہ تعالیٰ جل شانہ سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ: صاحبِ بدعت کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ تمہارے دل کو بیمار کردے گا۔
(جواهر الفقه: ج 1: ص 471)

بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی

1.....ابلیس کا مقولہ ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کر کے تباہ و برباد کردیا (جس کی وجہ سے وہ جہنم کے مستحق ہوگئے) تو لوگوں نے مجھے توبہ و استغفار سے ہلاک کردیا (اس طرح انہوں نے میری محنت رائیگاں کردی) جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں نے خواہشات نفسانی میں ان کو مبتلا کر کے ہلاک و برباد کردیا (یعنی سنت کے خلاف ایسے اُمور ایجاد کئے جو اِن کے خواہشات کے مطابق تھے) پس وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں، پس توبہ و استغفار بھی نہیں کرتے۔ (فتاوی رحیمیه: ج 2: ص 171)

2.....حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ بدعت ابلیس کو تمام

گناہوں سے زیادہ محبوب ہے۔اس لئے کہ گناہوں سے تو توبہ ہوسکتی ہے اور بدعت سے
توبہ نہیں کی جاتی ۔اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ تو یہ سمجھتا ہے کہ میں طاعت وعبادت کر رہا ہوں
تو وہ نہ توبہ کرے گا نہ استغفار۔

ابلیس کا مقولہ یہ ہے کہ میں نے بنو آدم کی کمر معاصی اور گناہوں سے توڑ دی تو
انہوں نے میری کمر توبہ واستغفار سے توڑ دی تو میں نے ان کے لئے ایسے گناہ نکالے ہیں کہ
جن سے وہ نہ استغفار کرتے ہیں اور نہ توبہ،اور وہ بدعتیں ہیں عبادت کی صورت میں۔

(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص 171)

بدعتی قیامت کے دن آبِ کوثر سے محروم رہے گا

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں
حوض کوثر پر تم سے پہلے موجود ہوں گا، جو شخص میرے پاس آئے گا وہ اس کا پانی پئے گا اور جو
ایک بار (یہ پانی) پی لے گا پھر اسے کبھی پیاس نہ ہوگی۔

کچھ لوگ میرے پاس وہاں آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے
پہچانتے ہوں گے مگر میرے اور اُن کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی۔ میں کہوں گا یہ تو
میرے آدمی ہیں۔ جواب ملے گا آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ایجاد کیا،
یہ (سن کر) میں کہوں گا: سحقاًسحقاً: پھٹکار پھٹکار اُن لوگوں پر جنہوں نے میرے بعد
میرا طریقہ بدل ڈالا۔

فائدہ: اِس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے حضور اکرم
ﷺ کی سنتوں کو چھوڑ کر دین میں نئی نئی بدعتیں ایجاد کر لی ہیں وہ قیامت کے دن حضور اکرم
ﷺ کے حوض کوثر سے محروم رہیں گے۔ اِس سے بڑی محرومی کیا ہوسکتی ہے؟

(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص 172)

بدعتی کی تعظیم کرنا

حدیث شریف میں ہے کہ: جس نے بدعتی کی توقیر (تعظیم) کی اس نے اسلام (کی بنیاد) ڈھانے میں مدد کی۔ (فتاوی رحیمیہ: ج2: ص169)

بدعتی سے محبت کرنا

حضرت فضیل بن عیاض صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: جو شخص کسی بدعتی سے محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کے نیک اعمال مٹا دیتا ہے اور اسلام کا نور اس کے دل سے نکال دیتا ہے۔

نوٹ: اِس مقام سے خیال کرو کہ خود بدعتی کا کیا حال ہوگا۔

(فتاوی رحیمیہ: ج2: ص172)

بدعتی دین کو ناقص سمجھتا ہے

بدعت کی ایجاد و اختراع سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ (نعوذ باللّٰہ) دین ناقص تھا اور اس میں اس چیز کی کمی تھی جو بدعتی شخص بدعت ایجاد کر کے پوری کر رہا ہے (نعوذ باللّٰہ من ذٰلک)۔ اور یہ خیال بھی کفر ہے۔ کیونکہ ہمارا دین مکمل ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے 23 سال کے عرصہ میں اپنے پیارے پیغمبر ﷺ پر وحی کے ذریعہ اس کی تکمیل فرما دی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہیں:

:الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا: آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔

یہ آیت کریمہ 9 ہجری کو حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن عرفات کے میدان

میں نازل ہوئی ،اور حضورا کرم ﷺ نے جبل رحمت کے دامن میں اس کا اعلان فرمایا۔اس لئے جمہور علماء ومفسرین کے نزدیک اس آیت کریمہ کے بعد احکام سے متعلق کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔تو جب دین مکمل ہوگیا اوراس کی تکمیل کا اعلان بھی اس طرح کر دیا گیا تو پھر اس میں بدعات کی پیوند کاری کی گنجائش کس طرح ہوسکتی ہے؟

تو بدعتی شخص اپنی بدعت ایجاد کر کے گویا یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ دین (نعوذباللہ) ناقص تھا اور میں اس طرح اس کی تکمیل کا سامان کر رہا ہوں،اس طرح وہ اپنے عمل سے اس آیت کریمہ کی تکذیب کرتا ہے اور کلام اللہ کی تکذیب کا مجرم قرار پا رہا ہے، اوراس کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور حضورا کرم ﷺ کی بھی تکذیب کا ارتکاب کرتا ہے۔

مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں:اور فرمایا (حضورا کرم ﷺ نے) کہ جو شخص بدعتی کی توقیر اور تعظیم کرتا ہے وہ گویا اسلام کے ڈھانے پر مدد کرتا ہے،یہ کیوں؟اس لئے کہ بدعتی اللہ تعالیٰ جل شانہ اور حضورا کرم ﷺ کی توہین کرتا ہے کہ اس کی کامل ومکمل شریعت میں اپنی طرف سے ایجاد کر کے گویا خدا تعالیٰ جل شانہ اور حضورا کرم ﷺ کی جانب کوتاہی اور نقصان کی نسبت کرتا ہے یا خود احکام تجویز کر کے اپنے لئے (تشریع احکام کا) خدائی منصب تجویز کرتا ہے،اس لئے وہ تو درحقیقت اسلام کو ڈھا رہا ہے اور جو اس کی تعظیم وتکریم کرے وہ (نعوذباللّٰہ) اسلام کے ڈھانے میں اس کا مددگار ہے۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص189)

کھانا کھانے کی سنتیں اور آداب

سنت کے مطابق کھانا کھانے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ

میرے محترم قارئین کرام!

اگر آپ چاہتے ہوں کہ آپ سنت کے مطابق کھانا کھانے کی سنتیں سیکھ کر ہمیشہ سنت کے مطابق کھانا کھایا کریں تو سنت کے مطابق کھانا کھانے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ یہ ہے کہ نیچے لکھے گئے کھانے کی سنتوں میں سے دو سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لے اور پانچ دن تک کھانا کھاتے ہوئے اُن دونوں سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جب وہ دونوں چیزیں آپ کی عادت بن جائیں تو پھر دو اور سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر کے پانچ دن تک کھانے کے دوران اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس طرح وہ بھی آپ کی عادت بن جائے گی۔ اسی طرح دو دو سنتوں کو پانچ پانچ دن تک اپنانے کی کوشش کرتے رہیں، چند وقت میں آپ کا پورا کھانا کھانا سنت کے مطابق ہو جائے گا۔
(ان شاء اللّٰہ)

جوتے نکال کر کھانا مسنون ہے:

(1) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانے کے قریب آئے اور اس کے پیر میں جوتا ہو تو اسے نکال دے۔

فائدہ: سنت اور حکم شرع یہ ہے کہ جوتے پہنے ہوئے کھانا نہ کھائے بلکہ اسے کھول دے۔ جوتا پہنے ہوئے کھانا خلاف سنت ہے۔ آج کل عموماً لوگ ہوٹل وغیرہ میں جوتے پہنے ہوئے کھانا کھاتے ہیں، اس قبیح طریقہ سے احتیاط چاہئے۔

(مجمع الزوائد: ج5: ص27)

(2) جوتے پہن کر کھانا کھانا سنت کے خلاف ہے۔

(فتاوی محمودیہ: ج18: ص78)

(3) حدیث شریف میں ہے کہ جب کھانا سامنے آجائے اور اُس وقت آدمی جوتا پہنے ہوئے ہوں تو جوتوں کو اُتار دینا چاہئے، پاؤں میں ہوا لگے گی تو کھانے میں آسانی ہوگی، یہی سنت طریقہ ہے۔ (آپ کے سوالات اور اُن کا حل: ج2: ص332)

(4) آج کل جوتا پہن کر کھانا کھانا متکبرین کا شیوہ بن گیا ہے۔ لہذا اس سے احتراز ضروری ہے۔ (احسن الفتاوی: ج8: ص111)

(5) اگر ایسی جگہ ہو جہاں پر فرش خراب ہو تو جوتوں سے پاؤں نکال کر جوتوں کے اُوپر رکھ کر کھانا کھائے۔ **(قریشی)**

کھانے والے کی نشست اور کھانا رکھنے کی جگہ دونوں بلندی میں برابر ہو:

خود نیچے بیٹھ کر کھانا چوکی پر رکھ کر کھانا، یا خود پیڑھی یا گدے وغیرہ پر بیٹھنا اور کھانا

نیچے رکھنا آداب کے خلاف ہے۔کھانے والے کی نشست اور کھانا رکھنے کی جگہ دونوں بلندی میں برابر ہو۔(احسن الفتاوی:ج9:ص63)

دسترخوان پر کھانا مسنون ہے:

(1) دسترخوان پر کھانا سنت ہے،بلا دسترخوان بچھائے کھانا خلاف سنت ہے۔
اور جب تک دسترخوان بچھا رہتا ہے ملائکہ رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔
(ابن ماجہ:ج2:ص811☆عمدة القاری:ج21:ص35)

(2) دسترخوان پر پاؤں نہ رکھے۔(احسن الفتاوی:ج9:ص64)

دسترخوان کے طور پر اخبار استعمال کرنا:

اگر اخبار میں قرآن مجید کی آیت یا احادیث مبارکہ وغیرہ ہوتو دسترخوان کے طور پر ایسے اخبار کا استعمال قرآن وحدیث کی بے حرمتی کے مترادف ہے اور خلافِ ادب ہے۔
اگر اخبار میں قرآن مجید کی آیتیں بترجمہ یا احادیث مبارکہ وغیرہ نہ ہوتو بھی دسترخوان کے طور پر استعمال کرنا کاغذ کی بے حرمتی کی وجہ سے مناسب نہیں ہے۔
(سوال وجواب:ج3:ص161)

زمین پر کھانا مسنون ہے:

زمین اور فرش پر کھانا سنت ہے۔(مجمع الزوائد:ج5:ص27)

میز یا ٹیبل پر کھانا خلافِ سنت ہے:

(1) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے کبھی کھانا میز پر تناول نہیں فرمایا۔

فائدہ: علامہ مناویؒ اور ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ میز پر کھانا کھانا ہمیشہ سے متکبر لوگوں کی عادت رہی ہے۔کوکب میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں چونکہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ تشبّہ بھی ہے اس لئے مکروہ تحریمی ہے۔(شمائل ترمذی:ص 122)

(2) غیروں کا خلافِ سنت اور مکروہ طریقہ ہمارے معاشرے میں رائج ہو گیا ہے۔حیرت تو یہ ہے کہ اس کی قباحت و کراہت کا بھی احساس نہیں ہے بلکہ شرف و عزت وفخر کی بات سمجھی جاتی ہے۔خصوصاً شادی بیاہ کے موقع پر یہ مکروہ بدعت رائج ہو گیا ہے۔

اس طریقے سے اہل ایمان کو شدید نفرت ہونی چاہئے، نہ خود اختیار کریں اور نہ ایسی تقریبات میں شریک ہوں، کیونکہ یہ ملعون و مغضوب قوم یہود و نصاری کی عادت ہے۔

آج مسلم گھرانوں میں زمین پر دسترخوان بچھا کر کھانا معیوب سمجھا جاتا ہے، سنت کی جگہ غیروں کا طریقہ داخل ہو گیا ہے(العیاذباللّٰہ)۔

لہذا اس مکروہ طریقے کو ختم کرنا اور کرانا اور دسترخوان کی سنت کو زندہ کرنا اس زمانہ میں سو شہیدوں کا ثواب رکھتا ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص42)

(3) آنحضرت ﷺ زمین پر دسترخوان بچھا کر کھاتے تھے۔ٹیبل پر آپ ﷺ نے کبھی نہیں کھایا اور یہی آپ ﷺ کی سنت ہے۔میز کرسی پر کھانا انگریزوں کا طریقہ ہے۔ مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی نقالی نہیں کرنی چاہئے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:ج8:ص382)

(4) آج کل میز پر کھانا کھانا متکبرین کا شیوہ بن گیا ہے۔لہذا اس سے احتراز ضروری ہے۔(احسن الفتاویٰ:ج8:ص111)

کرسی پر کھانا مکروہ تحریمی ہے:

(1) کرسی پر کھانا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے۔(عمدۃ القاری:ص34)

(2) علامہ گنگوہی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں چونکہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ تشبّہ بھی ہے اس لئے مکروہ تحریمی ہے۔(خصائل:ص 117)

(3) کرسی میں بیٹھ کر کھانا کھانا سنت کے خلاف ہے۔

(فتاوی محمودیہ:ج 18:ص 78)

(4) آج کل کرسی پر کھانا کھانا متکبرین کا شیوہ بن گیا ہے۔لہذا اس سے احتراز ضروری ہے۔(احسن الفتاوی:ج 8:ص 111)

فائدہ: ولیمہ کھانا سنت ہے اور میز،ٹیبل پر کھانا بدعت ہے۔اگر سنت کے طریقہ پر کھانے کا انتظام ہو تو اس کی مسنونیت باقی رہے گی۔اگر بدعت اور مکروہ اُمور پر مشتمل ہو تو پھر ایسی دعوت کا قبول کرنا اور شریکِ طعام ہونا ممنوع ہوگا۔

(شرح مسلم:ج 1:ص 462)

چہارزانو بیٹھنے اور ٹیک لگا کر کھانے کی ممانعت:

(1) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں بندہ غلام ہوں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح ایک غلام کھاتا پیتا ہے۔

فائدہ: یعنی جس طرح ایک غلام اپنے آقا کے سامنے یا ایک مؤدب شاگرد اپنے استاد کے سامنے تواضع ومسکنت سے کھانے کا طریقہ اختیار کرتا ہے، اور ایسی ہیئت جس سے تکبر، غرور، بڑائی ظاہر ہو، اس سے بچتا ہے، اسی طرح میں بھی متواضعانہ طریق اختیار کرتا ہوں۔(کنز العمال:ج 19:ص 170)

(2) کھانے کے وقت تکیہ لگا کر نہ بیٹھے۔کیونکہ تکیہ لگا کر کھانے سے حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔(فتاوی دار العلوم دیوبند:ج 16:ص 30)

(3) کھاتے وقت چارزانو یا تکیہ (ٹیک) لگا کر نہ بیٹھے۔اس لئے کہ کسی چیز پر

ٹیک لگا کر کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو جحیفہؓ کہتے ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

(شمائل ترمذی:ص118)

(4) چہار زانوں کھانا خلاف سنت ہے۔(زادالمعاد:ج1:ص 54)

(5) ٹیک لگا کر کھانا ممنوع اور مکروہ ہے۔اس کی مختلف صورتیں ہیں یہ سب اس ممنوع صورت میں داخل ہے۔

☆دو پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو پر ٹیک لگانا ☆زمین پر ایک ہاتھ رکھ کر ٹیک لگانا ☆پیٹھ کو دیوار یا تکیہ کے سہارے لگانا ☆چہار زانوں بیٹھنا۔

(سیرۃ الشامی:ج7:ص262)

کھانے کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ:

(1) کھانا کھانے کے وقت اکڑوں بیٹھنا کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور سرین زمین پر ہوں ،یا ایک پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے دوسرا گھٹنا کھڑا رکھے، یا دونوں زانوں کے گھٹنے بچا کر قعدہ کی حالت میں بیٹھے اور آگے کی طرف ذرا جھک کر کھانا کھائے۔کوئی عذر ہو تو جیسے چاہے بیٹھ سکتا ہے۔(شاہراہ سنت:ص66)

(2) جس ہیئت پر بیٹھنا ہو،اُسی ہیئت پر آخر تک بیٹھے رہنا۔بار بار نشست نہ بدلنا۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص139)

کھڑے ہو کر اور چلتے پھرتے ہوئے کھانے کی ممانعت:

(1) بغیر عذر شدید کے کھڑے ہو کر کھانا پینا ممنوع اور ناجائز ہے۔کیونکہ اوّلاً تو اس میں سنت کی خلاف ورزی ہے،نیز کھڑے ہو کر چلتے پھرتے کھانا پینا جانوروں کا طریقہ

ہے،انسان کی فطرت اور امتیازی شان اس کے خلاف ہے،اس لئے مکروہ تحریمی ہے۔

(فتاوی قاسمیہ:ج24:ص45)

(2) کھڑے ہوکر کھانا کھانا مغربی تہذیب اور اغیار کے ساتھ مشابہت کی بناء پر ممنوع اور ناجائز ہے،اس سے احتراز ہر مسلمان پر لازم ہے۔اور حدیث شریف میں اس کی صراحت آئی ہے کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اُس کا حشر اُسی قوم کے ساتھ ہوگا،اور کھڑے ہوکر کھانے کا فیشن مغربی یہود و نصاریٰ سے آیا ہے اور یہ انہیں کی تہذیب ہے۔اس لئے اس کا ترک کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔(فتاوی قاسمیہ:ج24:ص49)

(3) کھڑے ہوکر کھانا حضور اقدس ﷺ کی پیاری سنت کے خلاف ہے۔

(فتاوی عثمانیہ:ج10:ص11)

(4) تقریبات اور دعوتوں میں کھڑے ہوکھانا پینا ثابت نہیں،علاوہ ازیں اس میں کفار و فساق کے ساتھ تشبّہ بھی ہے،اس لئے یہ شرعاً ممنوع ہے۔

(جامع الفتاوی:ج3:ص182)

(5) کھڑے ہوکر کھانا شرعاً مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔اگر وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں ہوتی تو ایسی دعوتوں میں کھانا ہی کیا ضروری ہے جہاں بیٹھنے کی جگہ نہ ملے؟اگر میزبان بیٹھنے کی جگہ مہیا کرنے سے قاصر ہے تو کھانا گھر آکر کھالیجئے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:ج8:ص382)

(6) کھڑے ہوکر کھانا خلافِ سنت ہے۔اور جب کوئی خلافِ سنت فعل اجتماعی طور پر کیا جائے تو اس کی قباحت اور شناعت مزید بڑھ جاتی ہے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:ج8:ص384)

(7) کھڑے ہوکر کھانا شرعاً ممنوع ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے ممانعت فرمائی تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ:

کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے بھی زیادہ شدید ہے۔

کھڑے ہو کر کھانا پینا غیر مسلموں کا شعار ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8: ص384)

(8) بازار میں چلتے چلتے کھانا خلافِ مروّت ہے۔

(فتاوی محمودیہ: ج18: ص67)

(9) کھڑے ہو کر کھانا کھانا ممنوع اور مکروہ ہے۔

(فتاوی فریدیہ: ج8: ص523)

(10) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ کھانا کھڑے ہو کر کھایا جائے۔

فائدہ: افسوس کہ آج کل غیروں کے ساتھ میل جول سے کھڑے ہو کر قبیح اور مذموم فعل کا رواج ہوتا جا رہا ہے، خصوصاً شادی بیاہ اور تقریبات کے موقع پر کھڑے ہو کر خورد و نوش کا طریقہ رائج ہو گیا ہے۔ اس پر مزید قباحت در قباحت کہ چل کر کھانا۔

یہ جانوروں کا طریقہ ہے نہ کہ انسانوں کا، وہ بھی اہلِ ایمان۔ یہی وجہ ہے کہ جانوروں کے افعال سے جانوروں کے اخلاق پیدا ہو رہے ہیں۔ لہٰذا ایسی دعوتوں میں شرکت خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص44)

(11) آج کل بعض موقعوں اور جگہوں میں کھڑے ہو کر کھانا کھلایا جاتا ہے یہ نہایت ہی مکروہ اور قبیح طریقہ ہے۔ ایسے مقامات پر جانا ممنوع ہے۔

(شمائل کبریٰ: ج1: ص42)

سوال: ہمارے ہاں دعوتوں پر تمام لوگ کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہیں۔ ایسے مواقع پر جب بیٹھنے کا انتظام نہ کیا گیا ہو، تو کیا کیا جائے؟

جواب: ایسی دعوت میں جانا ہی نہیں چاہئے۔ دعوت کا قبول کرنا سنت ہے،

بشرطیکہ اس میں سنت کی رعایت بھی گئی ہو۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8:ص 136)

ایک ساتھ کھانے کی فضیلت اور برکت:

(1) حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا: مل کر کھایا کرو، الگ الگ مت کھاؤ، کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہوتی ہے۔

(ابن ماجه: ج2: ص 237)

(2) حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نزدیک محبوب ترین پسندیدہ وہ کھانا ہے جس پر بہت سے لوگوں کے ہاتھ پڑے ہوں۔

(ترغیب: ج3: ص 134)

فائدہ: ساتھ کھانے میں بڑی برکت ہے، کھانے کی کمی کا اثر نہیں ہوتا، جماعت پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مدد و نصرت ہوتی ہے، کم کھانا بھی کافی ہو جاتا ہے، اس سے کھانے میں برکت بھی ہوتی ہے اور آپس میں محبت بھی ہوتی ہے۔

الگ الگ کھانا، ایک پلیٹ لئے اِدھر کوئی کھا رہا ہے، دوسری پلیٹ لئے دوسری طرف کوئی کھا رہا ہے۔ یہ غیروں کی بُری عادت ہے، اسے ترک کر کے ساتھ کھانے کا مسنون اور با برکت طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص 53)

(3) علامہ منذریؒ نے لکھا ہے کہ مل کر کھانا مستحب ہے۔ لہٰذا تنہا نہ کھائے بلکہ جس قدر لوگ ہوں گے برکت زائد ہوگی۔ (عمدۃ القاری: ج 21: ص 40)

کھانے میں عیب نہ نکالنا:

کھانے میں عیب نہیں نکالنا چاہئے۔ اگر رغبت ہو تو کھالینا ورنہ چھوڑ دینا۔

(احسن الفتاوی: ج1: ص 64)

کھانا سونگھنے کی ممانعت:

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کھانے کو مت سونگھا کرو کیونکہ درندے سونگھا کرتے ہیں۔

فائدہ: کھانا سونگھ کر کھانا ممنوع ہے۔ یہ جانور کی عادت ہے۔ البتہ کھانے کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو صورت اور کیفیت سے پہچانا جا سکتا ہے۔

(کنز العمال: ج19: ص189)

کھانے میں پھونک مارنے کی ممانعت:

(1) حضرت ابن عباسؓ نبی کریم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: کھانے یا پینے کی چیزوں میں پھونک مارنا ممنوع ہے۔ اگر کھانا گرم ہے تو ٹھنڈا ہونے کے لئے چھوڑ دیا جائے، پھونک مار کر ٹھنڈا نہ کیا جائے۔

(ابن ماجہ: ج2: ص238)

(2) کھانے پینے کی اشیاء میں ایسی پھونک مارنا جس سے آواز پیدا ہو درست نہیں، البتہ ٹھنڈا کرنے کے لئے بغیر آواز کے پھونکنے کی بعض فقہاءؒ نے گنجائش دی ہے مگر کراہتِ طبعیہ سے بہر حال خالی نہیں۔ (احسن الفتاوی: ج9: ص63)

(3) گرم کھانے پر پھونک مار مار کر کھانا خلافِ ادب ہے۔

(فتاوی محمودیہ: ج18: ص90)

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا سنت ہے:

(1) ہاتھ دھونا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ (مجمع: ج5: ص27)

(2) ہاتھ دھونا باعث برکت ہے۔(شمائل:ص 13)

(3) ہاتھ دھونا زیادتی خیر کا باعث ہے۔(ابن ماجه:ج 2:ص 232)

(4) ہاتھ دھونا وسعت رزق کا باعث ہے۔(کنز العمال:ج 19:ص 186)

(5) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کھانے سے پہلے وضو (یعنی ہاتھ منہ دھونا) برکت کا سبب ہے۔(شمائل ترمذی:ص 147 ☆ احسن الفتاوی:ج 9:ص 63)

(6) حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ: کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا برکت کا باعث ہے۔(آپ کے سوالات اوراُن کا حل:ج 4:ص 71)

ہاتھ اگر چہ صاف ہوں تب بھی دھونا سنت ہے:

(1) کھانے سے قبل ہاتھ دھونا سنت ہے۔اگر ہاتھ صاف ہو تب بھی دھونا سنت ہے۔(خصائل:ص 116)

(2) کھانا کھانے کے لئے ہاتھ دھونا مستقل سنت ہے اگر چہ وضو، غسل، نماز سے فارغ ہو کر آیا ہو۔(فتاوی محمودیه:ج 18:ص 69)

(3) حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ: کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا برکت کا باعث ہے، حضور اکرم ﷺ نے یہی فرمایا ہے، خواہ پہلے سے صاف ہو یا نہ ہو۔

لہٰذا کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا سنت ہے چاہے پہلے صاف ہوں یا صاف نہ ہو۔(آپ کے سوالات اوراُن کا حل:ج 4:ص 71)

سوال: اگر کوئی بندہ کھانے سے دس، پندرہ منٹ پہلے وضو کر لے اور اس کے ہاتھ پاک وصاف ہو، تو کیا پھر کھانے کے لئے دوبارہ ہاتھ دھولیں یا وہ وضو کے وقت جو ہاتھ دھوئے تھے اس سے سنت ادا ہوگئی ہے؟

جواب: واضح رہے کہ اگر کوئی بندہ کھانا کھانے سے دس، پندرہ منٹ پہلے وضو

کر لے اور ہاتھ پاک وصاف ہوجائے تو پھر کھانے کے لئے دوبارہ ہاتھ دھولیں اگرچہ پہلے سے ہاتھ صاف ہو، کیونکہ سنت طریقہ کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا ہے۔

لہذا صورت مسئولہ میں بھی صرف وضو کے وقت جو ہاتھ دھوئے تھے اس سے سنت ادانہیں ہوگی، بلکہ کھانے کے لئے ہاتھ دھونا مستقل سنت ہے۔

(دارالافتاء ربانیہ: جی، او، آر، کالونی کوئٹہ: استفتانمبر: 16:15037)

کھانے کے لئے دونوں ہاتھ دھونے چاہئے:

(1) کھانے کے لئے دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے ایک ہاتھ دھونے سے سنت ادا نہ ہوگی۔(شمائل کبریٰ: ج1: ص149)

(2) کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ دھونے چاہئے، صرف ایک ہاتھ دھونے سے کامل سنت ادا نہ ہوگی۔(فتاوی رحیمیہ: ج10: ص139)

(3) کھانے سے پہلے ایک ہاتھ دھونے سے سنت پوری نہیں ہوتی۔

(فتاوی عثمانیہ: ج10: ص7)

دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونے چاہئے:

(1) دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونے چاہئے۔(شمائل کبریٰ: ج1: ص139)

(2) حضور اقدس ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھویا فرماتے تھے۔اب اگر کوئی شخص کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی بجائے صرف انگلیاں دھولے تو بلاشبہ اس سے صفائی تو حاصل ہوجائے گی، لیکن سنت ادانہیں ہوگی۔سنت کی ادائیگی کے لئے پورے ہاتھوں کا دھونا ضروری ہے، جبکہ صرف انگلیاں دھونا، ہاتھ دھونا نہیں ہے۔(فتاوی حقانیہ: ج2: ص382)

(3) کھانے سے پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونے چاہئے،صرف انگلیاں دھونے سے سنت ادا نہ ہوگی۔(فتاوی رحیمیہ:ج10:ص139)

(4) کھانے سے پہلے چند انگلیاں دھونے سے سنت پوری نہیں ہوتی۔

(فتاوی عثمانیہ:ج10:ص7)

ہاتھ خود دھونے چاہئے:

کھانے سے پہلے خود پانی ڈال کر ہاتھ دھوئے،کسی دوسرے سے نہ دہلوائے۔

(فتاوی عثمانیہ:ج10:ص7)

کھانے سے پہلے ہاتھ دھوکر پونچھے نہ جائیں:

کھانے سے پہلے ہاتھ دھوکر پونچھے نہ جائیں اور نہ ہی کسی چیز کو چھوئیں۔

(احسن الفتاوی:ج9:ص63)

کھانے سے پہلے میزبان اوّلاً اپنا ہاتھ دھوئے:

کھانے کیلئے جب ہاتھ دھلائے تو میزبان پہلے اپنا ہاتھ دھوئے پھر مہمان کے ہاتھ دھلائے اور فارغ ہونے پر اوّلاً مہمان کا ہاتھ دھلائے پھر میزبان اپنا ہاتھ دھوئے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص146)

کھانے سے پہلے اوّلاً بچوں کے ہاتھ دھوئے:

سوال: کم عمر اور عمر رسیدہ لوگ اکٹھے کھانا کھا رہے ہوں تو کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے میں کس کو موقع پہلے دیا جائے؟

جواب: کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مسنون طریقہ ہے۔چونکہ احادیث

نبوی ﷺ میں بچوں اور اپنے سے چھوٹوں پر شفقت اور محبت سے پیش آنے کا حکم آیا ہے، علاوہ ازیں بچے اکثر کھانے پینے کے زیادہ حریص اور مشتاق ہوتے ہیں، اس لئے کھانے سے پہلے بچوں کو ہاتھ دھونے کا موقع دیا جائے، اس کے بعد عمر رسیدہ بزرگوں کو موقع دیا جائے۔ اور کھانے کے بعد بزرگوں کا اکرام مدنظر رکھتے ہوئے پہلے بزرگوں کو موقع دیا جائے۔ (فتاوی حقانیہ: ج 2: ص 382)

چمچ سے کھانے کی صورت میں برکات وفوائد سے محرومی:

چمچوں سے کھانا کھانے کی صورت میں چونکہ ہاتھ دھونے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی اس لئے اُن برکات وفوائد سے محرومی ہو جاتی ہے جو برکات وفوائد حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ دھونے سے متعلق بیان فرمائے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ہاتھ اسی لئے دیا ہے کہ ہاتھ دھو کر ہاتھ سے کھائے تاکہ یہ برکات وفوائد حاصل ہوں۔ (خصائل: ص 116)

کھانے سے پہلے کلی کرنا:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کھانے سے پہلے وضو (یعنی ہاتھ منہ دھونا) برکت کا سبب ہے۔ (شمائل ترمذی: ص 147 ☆ احسن الفتاوی: ج 9: ص 63)

کھانا نمک کے ساتھ شروع کرنا:

(1) کھانا نمک کے ساتھ شروع کرنا اور نمک کے ساتھ ختم کرنا سنت ہے۔ (فتاوی عالمگیریہ: ج 9: ص 105)

(2) فقہائے کرامؒ نے اگرچہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد نمک کھانے کو سنت لکھا ہے لیکن اس کے لئے کوئی صحیح روایت دستیاب نہیں ہوئی، لہذا سنت نہیں کہا جائے

گا، البتہ ضعیف روایات کی وجہ سے اس پر عمل کرنا درست ہے، بشرطیکہ کسی کو کوئی ایسی بیماری نہ ہو جس کے لئے نمک مضر ثابت ہو۔

نمک کے فوائد:

(1) نمک ہضمِ معدہ اور افعالِ معدہ کیلئے انتہائی مفید ہے، نمکین کھانا سریع الہضم ہوتا ہے۔

(2) کھانے سے پہلے نمک اس لئے چکھا جاتا ہے کہ نمک کے اندر کھانے کی خواہش کو بڑھانے والے اجزاء ہیں اور پھر جب ہم نمک چکھتے ہیں تو فوراً لعاب پیدا کرنے والے غدود ہاضم طعام رطوبت کو مترشح کرنا شروع کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے کھانے میں دل لگتا ہے، کھانا لذیذ لگتا ہے اور بھوک چمک اٹھتی ہے، اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نعمت کی قدر دانی ہوتی ہے۔

کھانے کے بعد چونکہ زبان، گلے اور خوراک کی نالی میں کھانے، گھی اور دیگر روغنیات کی تہہ چمٹ جاتی ہے جو صحت کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے، اس لئے نمک جا کر اُس تہہ کو ختم کر دیتا ہے۔ (فتاوی دار العلوم زکریا: ج6: ص502)

کھانے سے پہلے: بسم اللّٰہ: پڑھنا مسنون ہے:

(1) کھانے سے پہلے: بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم: پڑھنا سنت ہے۔

فائدہ: علماء نے لکھا ہے کہ: بسم اللّٰہ: کو آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے تاکہ دوسرے ساتھی کو اگر خیال نہ رہے تو یاد آ جائے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کھانے کے درمیان جس وقت یاد آئے: بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ: کہہ

لے۔(شمائل ترمذی:ص149)

(2) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدمی گھر میں داخل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کا نام لیتا ہے اور کھانے پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کا نام لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے نہ سونے کی گنجائش ہے نہ کھانے کی۔

(مسلم شریف:ج2:ص172)

کھانے پینے کے ضرر سے محفوظ رہنے کی دعا:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم کھانا کھاؤ یا پانی پیو تو یہ دعا پڑھ لو تو تم کو کوئی ضرر نقصان نہ ہوگا اگر چہ اس میں زہر ہی کیوں نہ ہو۔

:بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَافِی السَّمَآءِ وَھُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ:(کنزالعمال: ج19:ص181)

دائیں ہاتھ سے کھانا مسنون ہے:

(1) دائیں ہاتھ سے کھانا مسنون ہے۔(جامع الفتاوی:ج8:ص289)

(2) دائیں ہاتھ سے کھانا جمہور کے نزدیک سنت ہے اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔اس لئے کہ ایک بائیں ہاتھ سے کھانے والے شخص پر حضور اکرم ﷺ نے بد دعا فرمائی تھی تو اس کا ہاتھ شل ہوگیا۔جس کا عبرتناک واقعہ حدیث کی کتابوں میں ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا،حضور اکرم ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہہ دیا کہ میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا،حضور اکرم ﷺ نے فرمادیا کہ آئندہ بھی نہ کھا سکو گے۔اس کے بعد سے دایاں ہاتھ منہ تک نہیں جا سکتا تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک عورت کو بائیں ہاتھ

سے کھاتے دیکھا تو اس پر بددعا فرمائی اور وہ عورت طاعون میں مری۔

ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے اس لئے تم بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ۔ (شمائل ترمذی: ص 149)

(3) دائیں ہاتھ سے کھانا سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ اور بائیں ہاتھ سے کھانا سنت کے خلاف اور شیطان کا طریقہ ہے۔

لہذا دائیں ہاتھ سے کھانا حضور اقدس ﷺ کی موافقت کرنا ہے۔ جس نے آپ ﷺ سے موافقت کی، اسے قیامت کے دن حضور اقدس ﷺ کے ساتھ مرافقت حاصل ہوگی۔ اور جس نے آپ ﷺ کی مخالفت کی اور شیطان کی موافقت کی تو اس کو جہنم میں شیطان کی مرافقت حاصل ہوگی۔ (آپ کے سوالات اور اُن کا حل: ج 2: ص 332)

(4) بغیر عذر کے بائیں ہاتھ سے کھانا کھانا سنت کے خلاف ہے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند: ج 16: ص 30)

(5) بائیں ہاتھ سے کھانا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں ممانعت کے ساتھ ساتھ اس کو شیطانی عمل قرار دیا ہے۔ (فتاوی قاسمیہ: ج 24: ص 69)

(6) حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا ہے شیطان اس کے ساتھ اس کے کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد: ج 1: ص 68)

(7) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کھائیں اور نہ پانی پئے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔

(ترغیب: ج 3: ص 128)

(8) بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے۔ بائیں ہاتھ سے ایک کھانے پینے والے شخص پر حضور اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی تھی جس کا ہاتھ بیکار ہو گیا۔ ایک دوسری روایت میں حضور اکرم ﷺ نے بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھ کر ایک عورت کو بددعا فرمائی تو وہ طاعون

میں مرگئی۔(جامع الفتاوی:ج 8:ص 289)

(9) ایک حدیث میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو کھانے پینے اور بائیں کو اس کے علاوہ کیلئے بنایا گیا ہے۔لیکن اگر مدد کیلئے بائیں کی ضرورت پڑھ جائے تو لگایا جاسکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھانے کے دوران پانی پیتے ہوئے بائیں ہاتھ سے گلاس پکڑتے ہیں اور دائیں ہاتھ کو ذرا سا لگا دیتے ہیں یہ خلاف سنت طریقہ ہے۔بلکہ دائیں ہاتھ سے پکڑ کر پینا چاہئے،انگلیاں آلودہ ہوں تو چاٹ لے پھر گلاس کو پکڑ لے۔

(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 35)

(10) بعض لوگ چاہے کے ساتھ کوئی چیز کھا رہے ہوتے ہیں تو دائیں ہاتھ سے کپ پکڑتے ہیں اور بائیں ہاتھ سے چیز کھا رہے ہوتے ہے تو یہ بھی خلاف سنت ہے بلکہ دائیں ہاتھ سے چیز کھا کر رکھ دے پھر دائیں ہاتھ ہی سے چاہے پی لیں۔**(قریشی)**

کھانا دائیں ہاتھ سے لینا اور دینا:

کسی اور کو کھانا دینا یا کھانا لینا ہو تب بھی دایاں ہاتھ استعمال کرنا سنت ہے۔

(مسلم شریف:ص 1039)

تین انگلیوں سے کھانا:

(1) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی تینوں انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔

حضور ﷺ کی عادت شریفہ تین ہی انگلیوں سے کھانا نوش فرمانے کی تھی۔اگرچہ بعض روایات سے پانچ انگلیوں سے کھانا بھی معلوم ہوتا ہے لیکن تین انگلیاں انگوٹھا،مسبحہ اور وسطی ہے اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

امام نوویؒ نے لکھا کہ ان احادیث سے تین انگلیوں سے کھانے کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔لہذا چوتھی یا پانچویں انگلی بلاضرورت شامل نہ کرے،البتہ اگر ضرورت ہو یعنی کوئی ایسی چیز ہو جس کو تین انگلیوں سے کھانے میں دقت (مشکل) ہو تو مضائقہ نہیں۔

(شمائل ترمذی:ص 117)

(2) جن تین انگلیوں سے کھانا مسنون ہے وہ یہ ہیں۔انگوٹھا،شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی۔(جمع الوسائل:ص189)

ایک انگلی سے کھانے کی ممانعت:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک انگلی سے کھانا شیطان اور دو سے متکبرین اور تین سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی عادت ہے۔

(جمع الوسائل:ص 191)

اپنے سامنے سے کھانا:

کھانا اپنے سامنے سے کھانا، برتن کے بیچ میں یا دوسرے آدمی کے آگے ہاتھ نہ ڈالیں۔البتہ اگر دسترخوان پر متفرق چیزیں ہوں تو دوسرے کے سامنے سے اُٹھا کر کھانا بھی درست ہے۔

فائدہ: اپنی جانب سے کھانا بعض علماء کے نزدیک واجب ہے لیکن جمہور کے نزدیک سنت ہے۔(شمائل ترمذی:ص150)

برتن کے بیچ سے کھانا بے برکتی ہے:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: برکت بیچ کھانے میں اُترتی ہے،لہذا کنارے سے کھاؤ، بیچ سے مت کھاؤ۔(یعنی شروع ہی میں پلیٹ کے

بیچ میں ہاتھ نہ ڈالے)۔(کنز العمال:ج19:ص176)

روٹی حاضر ہونے کی صورت میں سالن کے انتظار میں نہ بیٹھے بلکہ روٹی کھانا شروع کی جائے:

روٹی، اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے جس کا اکرام ضروری ہے۔فقہاء کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ روٹی حاضر ہونے کی صورت میں سالن کے انتظار میں نہ بیٹھے بلکہ روٹی کے اکرام کے پیش نظر روٹی کھانا شروع کی جائے، جب سالن حاضر ہوتو وہ بھی استعمال کرلیا جائے۔(فتاوی حقانیہ:ج2:ص383)

روٹی توڑنے کا ممنوع طریقہ:

روٹی اس طرح نہ کھائے کہ بیچ کی تو کھالے اور کنارہ چھوڑ دے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص140)

نوالہ منہ میں رکھنے کا ممنوع طریقہ:

نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے سر کو اُونچا نہ کرے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص145)

جلی ہوئی روٹی کھانا:

روٹی اگر سخت جلی ہوئی ہے صحت کے لئے مضر ہونے کی وجہ سے اس کا کھانا مکروہ ہے، لیکن اگر ہلکی سی جلی ہو اور صفائی کر کے کھالے تو کوئی حرج نہیں۔

(فتاوی دار العلوم زکریا:ج6:ص555)

دسترخوان پر گرے ہوئے لقمہ کو اُٹھا کر کھانا:

(1) دسترخوان پر اگر کوئی لقمہ گر جائے تو اُس کو اُٹھا کر ا کو ار چیز نکال کر کھانا سنت ہے۔(کتاب النوازل:ج16:ص 57)

(2) حضرت حذیفہؓ سفر میں تھے۔آپؓ کے ہاتھ مبارک سے کھاتے کھاتے لقمہ گر گیا۔حضرت حذیفہؓ اس کو اُٹھا کر صاف کر کے منہ میں ڈالنے لگے،عجمی لوگ یہ دیکھ رہے تھے،تو آپؓ کے خادم نے چپکے سے کہا:حضرت!ایسا نہ کیجئے۔یہ عجمی لوگ گرے ہوئے لقمے کو اُٹھا کر کھالینا بہت بُرا جانتے ہیں اور ایسے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا:کیا میں ان بے وقوفوں کی وجہ سے اپنے حبیبﷺ کی سنت چھوڑ دوں؟(فتاوی رحیمیہ:ج1:ص 54)

(3) کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی چیز یا لقمہ زمین پر گر جائے تو چاہئے کہ اس کو اُٹھالے اور اس کو صاف کر کے کھالے،اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔

(مسلم شریف:ص 1040)

(4) حضرت انسؓ،نبی کریمﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے صاف کرے اور کھالے۔شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔(مسلم شریف:ج2:ص 172)

فائدہ: گرے ہوئے لقمے کے اُٹھانے میں قباحت یا کراہت محسوس نہ کرے اگر گرد وغیرہ لگ جائے تو اسے صاف کر کے سنت سمجھ کر کھالے تو عظیم ثواب پائے گا۔لوگوں کے کچھ کہنے یا سوچنے کی پرواہ نہ کرے۔

نوٹ: اگر لقمہ منہ کے اندر ڈال دیا اور پھر منہ سے کچھ نکل کر گر گیا تو اس کو دوبارہ نہ کھایا جائے۔اور منہ میں لے جانے سے پہلے اگر گر جائے تو اسے صاف کر کے

کھالیا جائے۔(قریشی)

روٹی کے ٹکڑے پھینکنے کی ممانعت:

(1) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ گھر میں تشریف لائے تو روٹی کا ٹکڑا پڑا پایا، آپ ﷺ نے اسے اُٹھایا، صاف کیا اور کھالیا، اور فرمایا: اے عائشہ! اپنے کرم فرما کا اکرام کرو، یعنی کھانے کا۔(ابن ماجہ: ج2:ص249)

فائدہ: کھانے کا کریم و کرم فرما ہونا تو ظاہر ہے کہ اگر ایک وقت نہ ملے تو نفس ڈھیلا ہو جاتا ہے۔ عام طور پر بال بچوں والے گھروں میں کھانے کے ٹکڑوں کی بڑی بے احتیاطی ہوتی ہے، بسا اوقات نالیوں میں پڑے ہوتے ہیں، اِدھر اُدھر پڑے ہونے کی وجہ سے جوتوں اور پیروں سے رُوندے جاتے ہیں۔ بڑی گرفت کی بات ہے۔ اسی کھانے کیلئے تو انسان نہ معلوم کیسی کیسی مشقتیں اور تکلیفیں اُٹھاتا ہے، پھر اس کی ایسی بے قدری، ایسا نہ ہو کہ اس نعمت کی اہانت اور بے قدری سے اِس نعمت سے محروم کر دیئے جائیں۔ غربت اور تنگدستی کے آنے میں ان اُمور کو بھی کافی دخل ہے۔

لہٰذا گھروں میں اس کی تاکید کی جائے کہ اس کی بے قدری نہ ہو۔ اگر ٹکڑے نا قابل استعمال ہوں تو ان کو ایک کنارے میں محفوظ مقام پر ڈال دیا جائے تا کہ دوسری مخلوق اس سے فائدہ اٹھا سکے۔(شمائل کبریٰ: ج1:ص48)

(2) روٹی کے ٹکڑوں کو کوڑے دان میں پھینکنا رزق کی بے حرمتی اور نعمت کی ناقدری ہے۔ لہٰذا انہیں کوڑے دان میں نہ ڈالیں، بلکہ اگر استعمال کے قابل ہوں تو خود استعمال کریں ورنہ ایک جگہ جمع کر کے کسی جانور کو کھلا دیں۔

(کتاب النوازل: ج16:ص105)

(3) اگر کھانا بچ جائیں تو اسے ضائع نہ کریں اگرچہ ایک ہی نوالہ کیوں نہ ہو، اگر

روٹی کا چورا ہے تو اسے دیوار کے کونوں میں ڈال دیں اسے چونٹیاں کھا جائیں گی اور اگر روٹی بچی ہوئی ہے اور وہ کھانے کے قابل نہیں ہے تو اس کے ٹکڑے کر کے پلیٹ میں ڈال کر چھت یا گیلری میں رکھ دیں تا کہ اس کو پرندے کھا سکے۔(ایک ہزار سنتیں:ص496)

کھانے کے وقت بات چیت کرنے کا حکم:

(1) کھانے کے وقت بالکل خاموش و ساکت نہ رہے بلکہ حسب ضرورت گفتگو کرے۔ (شمائل کبریٰ:ج1:ص140)

(2) کھانا کھاتے وقت خاموش رہنے کو فقہاء کرامؒ نے مکروہ لکھا ہے، کیونکہ یہ مجوسیوں کی عادت ہے۔اس لئے اچھی اور دینی باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کھانا کھایا جائے۔(فتاوی حقانیہ:ج2:ص384)

(3) کھانے کے دوران خاموشی اختیار کرنا مکروہ ہے۔اس لئے کہ یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے۔(فتاوی عثمانیہ:ج10:ص10)

کھانے کے درمیان کانسی آجائے:

کھانے کے درمیان اگر کھانسی کرنے کی ضرورت پڑھ گئی تو اپنے چہرے کو دسترخوان کی طرف سے پھیر دینا چاہئے،تا کہ کھانسنے کی وجہ سے روٹی اور تھوک کے ذرّات منہ سے نکل کر دسترخوان پر موجود چیزوں میں نہ پڑ جائے۔**(قریشی)**

کھانے کے درمیان چھینک آجائے:

سوال: اگر کھانا کھاتے ہوئے چھینک آئے تو:الحمدللہ: کہنا چاہئے یا نہیں؟

جواب: اگر منہ میں لقمہ کہنے کا عذر ہو تو استحباب ساقط ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

(احسن الفتاوی:ج9:ص49)

فائدہ: کھانے کے دوران اگر چھینک آجائے تو اپنے چہرے کو دستر خوان کی طرف سے پھیر دینا چاہیے، تا کہ چھینک کی وجہ سے روٹی اور تھوک کے ذرّات منہ سے نکل کر دستر خوان پر موجود چیزوں میں نہ پڑ جائے۔**(قریشی)**

کھانے کے دوران دوسروں کو نہ دیکھے:

رفقاء کے کھانے کی طرف نہ تاکے اور نہ غور کیجئے۔

(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 145)

گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھانا:

دانتوں سے کاٹ کر کھانے کی ترغیب بھی حضور اکرم ﷺ نے فرمائی ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھایا کرو کہ اس سے ہضم بھی خوب ہوتا ہے اور بدن کو زیادہ موافق پڑھتا ہے۔(شمائل ترمذی:ص 134)

ہڈی چوسنا، دانتوں سے گوشت چھڑا کر کھانا:

سوال: ہڈی جس پر گوشت بھی نہ ہو، یا ہو، منہ سے چوسنا یا دانتوں سے گوشت چھڑانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ہڈی منہ سے چوسنا اور دانتوں سے گوشت چھڑا کر کھانا جائز ہے، ہاں چوسنے میں اس کا لحاظ رکھے کہ آواز سے ساتھیوں کو گھن پیدا نہ ہو۔

(جامع الفتاوی:ج 3:ص 156)

ہڈیاں چبانا:

سوال: ہڈیاں چبانا کیسا ہے؟ سنا ہے کہ گوشت کھا کر ہڈیاں نہیں چبانا چاہیے

کہ ان پر اللہ تعالیٰ جل شانہ، جنات کی غذا پیدا کرتا ہے۔

جواب: جائز ہے۔ یہ تو صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کھائی ہوئی ہڈیوں پر جنات کیلئے خوراک پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ اَخذ کرنا کہ ہڈیوں کا چبانا جائز نہیں، یہ نتیجہ صحیح نہیں۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج 8: ص 392)

ہڈی کو دانتوں سے توڑنا:

سوال: سنا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کہ ہڈی پر کے گوشت کو منہ لگا کر دانتوں سے نہ توڑا کرو۔ کہ وہ خوراک ہے جنوں کی۔ یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ اور گر صحیح ہے تو منہ لگانے سے کیا نقصان ہو جاتا ہے، جو وہ پھر نہیں کھاتے؟

جواب: یہ غلط ہے، بلکہ دانتوں سے توڑنے کو منع فرمایا ہے، اور استنجا کرنے کو ہڈی سے منع فرمایا ہے کہ مسلمان جنات کی غذا ہوتی ہے۔ (باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ: ص 428)

کھانے کے وقت اذان کا جواب دینے کا حکم:

کھانے کے دوران اذان کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اگر زیادہ وقت نہ گزرا ہو تو اُس وقت اذان کا جواب دینا چاہئے۔

(فتاوی عبادالرحمن: ج 7: ص 50)

کھانا کھانے والوں کو سلام کرنے اور اِس کا جواب دینے کا حکم:

(1) جو شخص کھانے میں شریک ہونا چاہتا ہے، وہ تو کھانے والوں کو سلام کر سکتا ہے، دوسرا نہیں۔ اور اگر کوئی سلام کرے تو کھانے والوں کے ذمے اس کا جواب نہیں۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8:ص 386)

(2) کھانے کے دوران سلام نہیں کہنا چاہئے۔ اور کھانے والے کے ذمہ سلام کا جواب دینا واجب نہیں۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج3:ص 97)

(3) کھانا کھانے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ اور ایسے سلام کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہے۔ (جامع الفتاوی: ج3:ص 343)

اگر کھانے یا پینے کی چیزوں میں مکھی گر جائے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب مکھی برتن میں گر جائے تو اسے غوطہ دیدو، اس کے ایک بازو میں مرض ہے دوسرے میں شفاء ہے۔ وہ اسی بازو کو ڈالتی ہے جس میں مرض ہوتا ہے۔ تو تم پورے کو غوطہ دے دو پھر نکال دو۔

فائدہ: اس سے معلوم کہ کھانے میں اگر مکھی گر جائے تو پورا کھانا ضائع نہ کرے بلکہ یہ طریقہ مسنونہ اختیار کرے، اس سے ضرر و نقصان کا اندیشہ جاتا رہتا ہے۔

(شمائل کبریٰ: ج1:ص 57)

کھانے کے بعد پلیٹ کو صاف کرنا مسنون ہے:

(1) برتن کو خوب صاف کرنا سنت ہے۔ (ترغیب: ج3:ص 147)

(2) حضرت نبیشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو کسی برتن میں کھائے پھر اسے خوب صاف کرے تو برتن اسے دعا دیتا ہے کہ جس طرح اس نے مجھے شیطان سے آزاد کیا اے اللہ! آپ اسے جہنم سے آزاد کر دیجئے۔ (مشکوۃ: ص 368)

(3) حضرت نبیشہؓ فرماتے ہیں کہ میں پیالہ میں کھا رہا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جو برتن میں کھائے اور اسے صاف کرے تو برتن اس کیلئے دعائے مغفرت کرتا ہے۔

(ابن ماجہ: ج 2: ص 234)

(4) کھانے کے بعد پلیٹ کو اچھی طرح صاف کرنے کی تاکید حدیث شریف میں آئی ہے کہ کھانے کے بعد اِدھر اُدھر سے پلیٹ کو خوب اچھی طرح صاف کردیا جائے، اس عمل سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور برتن کھانے والے کے لئے دعا کرتا ہے۔لہذا پلیٹ کو اچھی طرح صاف کرنا سنت ہے۔(فتاوی قاسمیہ: ج 24: ص 59)

(5) حضرت عرباض بن ساریہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے برتن کو صاف کیا، انگلیوں کو چاٹا، خدا دنیا اور آخرت میں اس کا پیٹ بھر دے گا۔

(ابن ماجہ: ج 2: ص 243)

فائدہ: آج کل جو یہ طریقہ رائج ہوگیا کہ برتن کو صاف ہی نہیں کرتے یا اس میں کچھ چھوڑ دیتے ہیں، یہ نہایت قبیح اور خلاف سنت فعل ہے جو غیروں سے آیا ہے۔

(عینی: ج 21: ص 76)

کھانے کے بعد تین مرتبہ انگلیاں چاٹنا مستحب ہے:

(1) حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے۔کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے پہلے تین مرتبہ انگلیاں چاٹنا مستحب ہے۔(شمائل ترمذی: ص 117)

(2) حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی عادت شریفہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمانے کی تھی اور ان کو چاٹ بھی لیا کرتے تھے۔

بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ پہلے بیچ کی انگلی چاٹتے تھے اس کے بعد شہادت کی انگلی اس کے بعد انگوٹھا۔(شمائل ترمذی: ص 117)

(3) کھانے سے فراغت پا کر انگلیاں چاٹنا مستحب ہے، اثنائے طعام (کھانے

کے درمیان)میں مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہے ۔(فتاوی رحیمیہ:ج10:ص140)

روٹی ،رومال اور دستر خوان سے انگلیاں صاف نہ کرے:

روٹی سے،رومال سے اور دستر خوان سے انگلیاں صاف کرنا بے ادبی ہے۔اگر انگلیاں چاٹنے کے بعد خشک کرنے کی ضرورت ہوتو کسی الگ رومال سے خشک کرنے میں مضائقہ نہیں ۔(احسن الفتاوی:ج1:ص64)

کھانے کے آخر میں میٹھا کھانا سنت ہے:

حضرت عکراش بن ذویبؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریمﷺ کے ساتھ ثرید کھایا جس میں چربی کی بڑی چکناہٹ تھی پھراس کے بعد کھجور نوش فرمائی ۔

فائدہ:اس سے معلوم ہوا کہ کھانے کے آخر میں میٹھا کھانا مسنون ہے۔

(ابن ماجہ:ج2:ص235)

کھانا نمک کے ساتھ ختم کرنا:

(1) کھانا نمک کے ساتھ شروع کرنا اور نمک کے ساتھ ختم کرنا سنت ہے۔

(فتاوی عالمگیریہ:ج9:ص105)

(2) فقہائے کرامؒ نے اگر چہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد نمک کھانے کو سنت لکھا ہے لیکن اس کیلئے کوئی صحیح روایت دستیاب نہیں ہوئی ،لہذا سنت نہیں کہا جائے گا، البتہ ضعیف رایات کی وجہ سے اس پر عمل کرنا درست ہے،بشرطیکہ کسی کو کوئی ایسی بیماری نہ ہوجس کے لئے نمک مضر ثابت ہو۔

نمک کے فوائد:

(1) نمک ہضمِ معدہ اور افعالِ معدہ کیلئے انتہائی مفید ہے، نمکین کھانا سریع الہضم ہوتا ہے۔

(2) کھانے سے پہلے نمک اس لئے چکھا جاتا ہے کہ نمک کے اندر کھانے کی خواہش کو بڑھانے والے اجزاء ہیں اور پھر جب ہم نمک چکھتے ہیں تو فوراً لعاب پیدا کرنے والے غدود ہاضم طعام رطوبت کو مترشح کرنا شروع کر دیتے ہیں، جس کی وجہ سے کھانے میں دل لگتا ہے، کھانا لذیذ لگتا ہے اور بھوک چمک اُٹھتی ہے، اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نعمت کی قدر دانی ہوتی ہے۔

کھانے کے بعد چونکہ زبان، گلے اور خوراک کی نالی میں کھانے، گھی اور دیگر روغنیات کی تہہ چمٹ جاتی ہے جو صحت کیلئے نقصان دہ ہوتی ہے، اس لئے نمک جا کر اُس تہہ کو ختم کر دیتا ہے۔ (فتاوی دار العلوم زکریا: ج6: ص502)

کھانے کے بعد ہاتھ دھونا مسنون ہے:

(1) حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ: کھانے کے بعد ہاتھ دھونا برکت کا باعث ہے۔ (آپ کے سوالات اور اُن کا حل: ج4: ص71)

(2) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانے کے بعد وضو (یعنی ہاتھ منہ دھونا) برکت کا سبب ہے۔ (شمائل ترمذی: ص147)

(3) کھانے سے فراغت کے بعد ہاتھ دھونا سنت ہے۔ (خصائل: ص116)

کھانا کھانے کے بعد دونوں ہاتھ دھونے چاہئے:

(1) کھانے کے بعد ایک ہاتھ دھونے سے سنت پوری نہیں ہوتی۔

(فتاوی عثمانیہ: ج10: ص7)

(2) کھانے کے بعد دونوں ہاتھ دھونے چاہئے،صرف ایک ہاتھ دھونے سے کامل سنت ادا نہ ہوگی۔(فتاوی رحیمیہ:ج10:ص139)

ہاتھوں کو گٹوں تک دھونے چاہئے:

(1) کھانے کے بعد چند انگلیاں دھونے سے سنت پوری نہیں ہوتی۔

(فتاوی عثمانیہ:ج10:ص7)

ہاتھ خود دھونے چاہئے:

کھانے کے بعد خود پانی ڈال کر ہاتھ دھوئے،کسی دوسرے سے نہ دھلوائے۔

(فتاوی عثمانیہ:ج10:ص7)

کھانے کے بعد اسی پلیٹ میں ہاتھ دھونا بے ادبی ہے:

(1) کھانا کھانے کے بعد اسی پلیٹ میں جس میں کھانا کھایا ہو،ہاتھ دھونا تہذیب کے خلاف ہے،اگر کوئی خاص مجبوری ہوتو دوسری بات ہے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:ج8:ص387)

(2) سیلچی میں ہاتھ دھونا درست ہے۔جس برتن میں کھایا ہو اُس میں ہاتھ دھونا بے ادبی ہے۔(اتحاف:ج5:ص229)

(3) جس برتن میں کھانا کھایا ہو اس میں ہاتھ دھونا بے ادبی ہے۔

(فتاوی محمودیہ:ج18:ص73)

کھانے کے بعد میزبان اوّلاً مہمان کا ہاتھ دھلائے:

کھانے کیلئے جب ہاتھ دھلائے تو میزبان پہلے اپنا ہاتھ دھوئے پھر مہمان کے

ہاتھ دھلائے اور فارغ ہونے پر اوّلاً مہمان کا ہاتھ دھلائے پھر میزبان اپنا ہاتھ دھوئے۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص146)

کھانے کے بعد اوّلاً بڑوں کے ہاتھ دھوئے:

سوال: کم عمر اور عمر رسیدہ لوگ اکٹھے کھانا کھا رہے ہوں تو کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے میں کس کو موقع پہلے دیا جائے؟

جواب: کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مسنون طریقہ ہے۔چونکہ احادیث نبوی ﷺ میں بچوں اور اپنے سے چھوٹوں پر شفقت اور محبت سے پیش آنے کا حکم آیا ہے، علاوہ ازیں بچے اکثر کھانے پینے کے زیادہ حریص اور مشتاق ہوتے ہیں،اس لئے کھانے سے پہلے بچوں کو ہاتھ دھونے کا موقع دیا جائے،اس کے بعد عمر رسیدہ بزرگوں کو موقع دیا جائے۔اور کھانے کے بعد بزرگوں کا اکرام مدنظر رکھتے ہوئے پہلے بزرگوں کو موقع دیا جائے۔(فتاوی حقانیہ:ج2:ص382)

کھانے کے بعد کلی کرنا اور دانتوں کا خلال کرنا:

(1) کھانا کھا کر کلی کرنا مستحب ہے۔(فتاوی دارالعلوم دیوبند:ج16:ص31)

(2) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کھانے کے بعد وضو(یعنی ہاتھ منہ دھونا) برکت کا سبب ہے۔(احسن الفتاوی:ج9:ص63)

(3) کھانے کے بعد کلی کرنے والے کے منہ میں اگر کھانے کی اجزا موجود ہیں اور آدمی یہ چاہے کہ وہ اجزا ضائع نہ ہوں،اس نیت سے وہ پانی پی لے تو یہ نیت اور عمل درست ہے۔(فتاوی محمودیہ:ج18:ص71)

(4) کھانا کھا کر اگر دانتوں میں ریشہ وغیرہ ہو تو خلال کرنا مستحب ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند:ج16:ص31)

دانتوں میں پھنسے ہوئے کھانے کے ذرّات کونگلنا:

سوال: کھانے کے بعد کھانے کے اجزاء جب دانتوں سے نکل جائے تو اُن کو کس صورت میں نگلنا جائز ہے اور کس صورت میں باہر پھینکنا چاہئے؟

سوال: کھانا کھانے کے وقت جو ذرّات دانتوں میں اٹکے رہ جاتے ہیں، یہ ذرّات کبھی زبان کی نوک کے ذریعہ اور کبھی خلال کے ذریعہ مثلاً (تنکا وغیرہ) سے نکالتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں نگلنا جائز ہے، مگر خلال (تنکا وغیرہ) سے نکالنے کی صورت میں نگلنا نظافت کے خلاف ہے۔ نیز اس صورت میں خون نکلنے اور غذا کے ذرہ کے ساتھ اختلاط کا اندیشہ بھی ہے، اس لئے بہتر ہے کہ نہ نگلا جائے۔

(دارالافتاء ربانیہ جی، او، آر، کالونی کوئٹہ: استفتاء:1:15394)

کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ دھونے کا طریقہ:

کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ صابن وغیرہ اوّلاً بائیں ہاتھ میں لے اور پہلے داہنے ہاتھ کی انگلی دھوئے اور ان پر صابن لگائے پھر ہونٹ دھوئے اس پر انگلیاں ملے پھر منہ دھوئے دانتوں کو اوپر نیچے سے اور تالو کو انگلی سے ملے پھر ان انگلیوں کو صابن سے دھو ڈالے۔(احیاء العلوم:ج2:ص12)

کھانے کے بعد مسواک کرنا:

کھانے کے بعد مسواک کرنا سنت ہے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج3:ص75)

کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنا:

(1) کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنا مسنون ہے۔(مسلم:ج2:ص175)

(2) کھانے کے بعد ہاتھ دھوکر پونچھے جائیں۔(احسن الفتاوی:ج9:ص63)

آلودہ ہاتھ بلا دھوئے سونا منع ہے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی پاک ﷺ سے نقل فرماتے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو چکنائی (وغیرہ) سے آلودہ ہاتھ سو جائے اور (ہاتھ) دھوئے نہیں اور اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے (مثلاً کوئی جانور وغیرہ کاٹ لے) تو خود ہی کو ملامت کرے (کہ اس کے حرکت سے ایسا ہوا)۔(ابو داؤد شریف:ص227)

کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے:

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ: (شمائل ترمذی:ص150)

کھانے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر اجتماعی طور پر دعا کرنے کا حکم:

(1) کھانا کھانے کے بعد دعا پڑھنے کا ثبوت حدیث شریف سے ہے، اسی طرح کسی کے یہاں دعوت کھانے کے بعد بھی دعا کرنا حدیث سے ثابت ہے، لیکن یہ دعا ہاتھ اُٹھا کر کرنا ثابت نہیں۔(فتاوی قاسمیہ:ج24:ص64)

(2) حضور اکرم ﷺ کھانے کے بعد دعا پڑھتے تھے لیکن ہاتھ اُٹھانا منقول نہیں ۔اور بہت ساری ایسی دعائیں ہیں جو پڑھی جاتی ہے لیکن اُس وقت ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں، جیسے مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعائیں، سونے اور جاگنے کی دعائیں ۔کھانے کے بعد بھی دعا منجملہ انہیں میں سے ہے۔(فتاوی عبادالرحمن:ج 1:ص 206)

(3) واضح رہے کہ حضور اکرم ﷺ کھانا تناول ہونے کے بعد دُعا پڑھتے ،لیکن اس میں ہاتھ اُٹھانا منقول نہیں۔ بہت سے ایسے مقامات ہیں جن میں دعا تو منقول ہیں لیکن ہاتھ اُٹھانا منقول نہیں جیسے مسجد میں داخل ہونے وقت اور نکلتے وقت،سونے اور بیدار ہوتے وقت، بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت وغیرہ وغیرہ،اِن سب مواضع میں دعا منقول ہے لیکن ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں۔

(دارالافتاء ربانیہ، جی،او،آر کالونی کوئٹہ: استفتا نمبر:16:14755)

(4) کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ہنود کی مشابہت ہے اور رفع یدین جہاں ثابت نہیں ہوا مکروہ ہے۔(براھین قاطعہ:ص 83)

سوال: کھانا کھانے کے بعد فوراً ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟

جواب: کھانا کھانے کے بعد حضور اکرم ﷺ سے زبانی دعا مانگنے کا ثبوت ہے اور یہی :معمول بہ : ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ جب کھانا کھاتے تو :الحمدللّٰہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین: پڑھتے تھے،لیکن اس دعا میں آپ ﷺ سے ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں ہے۔(فتاوی قاسمیہ:ج 4:ص 647)

سوال: دعوت میں کھانا کھانے کے بعد اہل طعام کیلئے اجتماعی طور پر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: حضور اقدس ﷺ دعوت میں کھانا کھانے کے بعد اہل طعام کیلئے دعا

فرماتے تھے، اور یہ دعا عام طور پر بغیر ہاتھ اُٹھائے ہوتی تھی۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

حضرت بسرؓ نے بیان کیا کہ: حضور اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے تو وہ آپ ﷺ کیلئے کھانا لائے، آپ ﷺ کھجوریں کھاتے اور گھٹلیاں اپنی انگلی کی پشت پر رکھ کر پھینک دیتے، پھر آپ ﷺ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے سفید رنگ کے خچر پر سوار ہونے لگے تو میں بھی کھڑا ہو گیا، تا کہ آپ ﷺ کی رکاب کو تھاموں، پھر میں نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ! ہمارے لئے دعا فرمائیں، آپ ﷺ نے درج ذیل الفاظ سے دعا فرمائی: اللّٰهمّ بارك لهم فيما رزقتهم فاغفر لهم وارحمهم: اے اللہ! تُو نے انہیں جو روزی عطا فرمائی ہے اس میں برکت دے ان کے گناہ معاف فرما اور ان پر رحم فرما۔

تو حدیث مذکورہ میں دعا کا ذکر ہے مگر رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ اور حضرت محدّث شاہ محمد اسحاق دہلویؒ فرماتے ہیں: عدم نقل از حضور اکرم ﷺ و صحابہ کرامؓ و تابعینؒ دلالت بر بدعت و کراہت فعل دارد و اصرار بر بدعت مکروہ و گناہ کبیرہ است:

فلہٰذا صورتِ مسئولہ میں اجتماعی طور پر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے کا طریقہ خلافِ سنت اور بدعت ہے۔ اس سے اجتناب ضروری ہے، کیونکہ لوگ اس کو سنت اور ضروری سمجھنے لگیں گے۔ (جواهر الفتاوی: ج 4: ص 151)

سوال: کھانے کے بعد دعا پڑھی جاتی ہے اس میں ہاتھ اُٹھانا ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: حضور اکرم ﷺ کھانا تناول فرمانے کے بعد دعا پڑھتے تھے لیکن اس میں ہاتھ اُٹھانا منقول نہیں، اور بہت سے ایسے مواقع ہیں کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے، جیسے مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت، بیت الخلاء میں جاتے اور نکلتے وقت، زوجین کے ملنے اور جدا ہونے کے وقت، سونے کے وقت، بیدار ہونے کے وقت، اور

طواف کی دعاؤں میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص242)

سوال: کھانا کھانے سے فراغت کے بعد دعا پڑھی جاتی ہے تو اس دعا میں ہاتھ اٹھانا مسنون ہے یا نہیں؟

جواب: ہر مسنون اور مستحب دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا ضروری نہیں ہے، یعنی کھانا کھانے کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانا مسنون نہیں ہے۔طواف کرتے وقت دعا مسنون ہے مگر اس میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے، نماز کے اندر بھی دعا ہوتی ہے، سوتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، مجامعت کے وقت، بیت الخلاء میں جاتے وقت اور نکلتے وقت بھی دعا ثابت ہے مگر ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں، اسی طرح کھانا کھانے کے بعد کی دعا میں بھی ہاتھ اٹھانا مسنون نہیں ہے۔(فتاوی رحیمیہ:ج2:ص247)

سوال: ہمارے علاقے میں یہ دستور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر ساری مجلس دعا کرتی ہے، اور دعا نہ کرنے والوں کو بُرا بھی سمجھتے ہیں۔تو شرعی رُو سے یہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مطلق دعا کیلئے رفع یدین (ہاتھ اُٹھانا) مستحب ہے، مگر جہاں شریعت نے خاص مواقع میں خاص الفاظ کے ساتھ دعا کی تعلیم دی ہے، مثلاً: مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت، سونے کے وقت اور سو کر اُٹھنے کے بعد، بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت، سوار ہوتے وقت، اور بوقت جماع وغیرہ۔اِن مواضع میں دعا کے وقت ہاتھ اُٹھانا شرعاً ثابت نہیں۔کھانے کے بعد اور اذان کے بعد دعا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔مذکورہ مواقع پر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے، پھر نہ کرنے والوں کو بُرا جاننا اور زیادہ قبیح ہے۔(احسن الفتاوی:ج1:ص365)

سوال: کسی دعوت میں کھانا کھانے کے بعد اجتماعی طور پر اہل خانہ کیلئے دعا

کرنا حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور اگر اس دعا کو ضروری خیال کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: حضور اکرم ﷺ سے اہل طعام کیلئے دعا کرنا ثابت ہے، مگر اس میں ہاتھ اُٹھانا اور اجتماعی صورت ثابت نہیں، لہذا اس رسم سے اجتناب ضروری ہے۔ اور اسے ثواب سمجھنا یا ضروری قرار دینا بدعت اور ناجائز ہے۔ (احسن الفتاوی: ج 1: ص 366)

سوال: ہمارے علاقے میں یہ دستور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر ساری مجلس دعا کرتی ہے، اور دعا نہ کرنے والوں کو بُرا بھی سمجھتے ہیں۔ تو شرعاً یہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مطلق دعا کیلئے رفع یدین (ہاتھ اُٹھانا) مستحب ہے، مگر جہاں شریعت نے خاص مواقع میں خاص الفاظ کے ساتھ دعا کی تعلیم دی ہے، مثلاً: مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت، سونے کے وقت اور سوکر اُٹھنے کے بعد، بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت، سوار ہوتے وقت، اور بوقت جماع وغیرہ۔ ان مواضع میں دعا کے وقت ہاتھ اُٹھانا شرعاً ثابت نہیں۔ کھانے کے بعد اور اذان کے بعد دعا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔ مذکورہ مواقع پر ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے، پھر نہ کرنے والوں کو بُرا جاننا اور زیادہ قبیح ہے۔ (جامع الفتاوی: ج 5: ص 105)

سوال: ہمارے یہاں عام رواج یہ ہے کہ لوگ دعوت کھانے کے بعد سب مل کر ہاتھ اُٹھا کر جہراً دعا مانگتے ہیں، اگر کوئی ایسا نہ کرے تو اس پر اشکال کیا جاتا ہے، اور ایسے شخص پر طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اس کی قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں دعوت کھانے کے بعد سب لوگوں کا مل کر ہاتھ اُٹھا کر جہراً دعا کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا اور ترک پر ملامت کرنا بدعت اور رسومات میں

داخل ہے، لہٰذا اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔(فتاوی قاسمیه: ج3:ص291)

مشتبہ یا اجنبی آدمی کے کھانے سے احتیاط کرنا چاہئے:

حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کسی کا ہدیہ تناول نہیں فرماتے تھے جب تک کہ اس کے دینے والے پر اطمینان نہ ہو جائے، یا وہ خود اس میں سے نہ کھالے۔(یہ احتیاط اُس وقت سے ہوئی جب سے کہ خیبر میں بکری کا واقعہ زہر دینے کا پیش آیا تھا)۔(بزازیه:ج3:ص329)

دن رات میں کتنے وقت کھانا کھانا مسنون ہے:

سوال: حضور اکرم ﷺ کتنے وقت کھانا تناول فرماتے تھے؟

جواب: حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں عام معمول دو وقت کھانے کا تھا، ایک دن چڑھے، جس کو غدا کہا جاتا ہے، دوسرے مغرب کے بعد جس کو عشاء کہا جاتا ہے۔ البتہ خود حضور اقدس ﷺ کا عمری معمول ایک ہی وقت کھانا تناول فرمانے کا تھا۔ (كتاب الفتاویٰ:ج1:ص288:حصه اوّل)

دوپہر کے کھانے کے بعد قیلولہ سنت ہے:

(1) حضرت سائب بن یزیدؓ کہتے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظمؓ جب دوپہر کو ہمارے پاس سے گزرتے تو فرماتے: جاؤ قیلولہ کرو۔(شعب الایمان:ص 182)

(2) حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قیلولہ کرو، کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔(اتحاف:ج2:ص143)

(3) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب قبا تشریف لاتے تو حضرت اُمِ حرامؓ کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لے گئے۔

انہوں نے کھانا کھلایا۔ آپ ﷺ اس کے بعد آرام فرمانے لگے، یعنی قیلولہ فرمایا۔
(بخاری شریف:ج2:ص929)

جمعہ کے دن جمعہ کے بعد کھانا مسنون ہے:

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد کھانا کھاتے تھے۔(بخاری:ج2:ص813)

جمعہ کے دن قیلولہ کا وقت:

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی پاک ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتے پھر قیلولہ کرتے۔(بخاری شریف:ج1:ص138)

فائدہ: جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد کھانا کھانا پھر قیلولہ کرنا سنت ہے۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص238)

قیلولہ کا مفہوم:

اس کے معنی ہیں دوپہر کو کھانے سے فراغت پر لیٹنا اور آرام کرنا ہے، خواہ نیند آئے یا نہ آئے۔(عمدۃ القاری:ج4:ص22)

قیلولہ کی فضیلت:

شیخ احمد سرہندی، امام ربانی، حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دوپہر کے وقت سنتِ قیلولہ کی نیت سے تھوڑی دیر کیلئے سو جانے پر وہ اجر ملتا ہے جو کروڑہا نفلی شب بیداریوں پر انسان کو نہیں ملتا۔(خطبات فقیر:ج28:ص127)

رات کے کھانا کھانے کے بعد فوراً نہیں سونا چاہئے:

(1) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کھانے کے بعد مت سوؤ کیونکہ اس سے بدن میں قساوت پیدا ہوتی ہے۔

فائدہ: کھانے کے بعد فوراً سونا مضر ہے۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ جو اپنی صحت کی حفاظت چاہتا ہے اسے چاہئے کہ رات کے کھانے کے بعد کم از کم (100) قدم چہل قدمی کر لے۔ (مواهب: ج 4: ص 356)

(2) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کھانے کو ذکر و نماز کے ذریعہ ہضم کرو۔ کھانے کے بعد (متصلاً) مت سوؤ کہ دل سخت ہو جائے۔

(جامع صغیر: ج 1: ص 61)

سونے چاندی کے برتن میں کھانے کی ممانعت:

سونے چاندی کے برتن میں نہ پئیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص سونے چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے تو وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھڑکاتا ہے۔

(ہزار سنتیں: ص 90)

اگر جماعت کے وقت کھانا آ جائے:

(1) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور کھانا آ جائے تو کھانا کھا لو۔ (بخاری: ج 2: ص 821)

(2) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر شام کا کھانا آ جائے اور جماعت کھڑی ہو تو پہلے کھانا کھا لو۔ (بخاری: ج 2: ص 821)

(3) علامہ عینیؒ نے بیان کیا کہ کھانے کو جماعت پر مقدم کرنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ قلب فارغ ہو جائے، دھیان نہ لگا رہے۔ (عمدہ: ج 21: ص 80)

دعوتِ طعام کی سنتیں اور آداب

جو مہمان نواز نہیں اس میں خیر نہیں:

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اُس آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو مہمان نواز نہ ہو۔(ترغیب:ج3:ص372)

فائدہ: یعنی اگر مہمان آجائے تو اس سے خوش ہو اور اس کے ساتھ محبت والفت کا برتاؤ کرے تو یہ خیر کا باعث ہے۔اگر ایسا نہیں کرتا تو اس میں کوئی خیر نہیں۔مہمان نوازی کا نہ ہونا یا تو بد خلقی یا بخل یا قطع رحمی کے باعث ہوگا،ظاہر ہے کہ یہ اُمور بُرے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مہمانوں سے گھبرانا اچھی علامت نہیں ہے بلکہ اسے باعث خیر و برکت تصور کرنا چاہئے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص101)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور مہمان نوازی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھاتے تھے،چنانچہ کئی میل جا کر مہمان کو تلاش کرتے تھے۔(اسوہ:ص23)

مہمان نہیں تو فرشتہ کی آمد نہیں:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں مہمان نہیں آتا اس گھر میں فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص104)

مہمان نوازی خیر و برکت کا ذریعہ ہے:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں (مہمانوں کو) کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں خیر (یعنی رزق و برکت اور بھلائی) اتنی تیزی سے پہنچتی ہے جس طرح اونٹ کا گوشت کاٹنے میں چھری تیزی سے کوہان کی طرف جاتی ہے۔

(ابن ماجہ: ج2:ص104)

مہمان نوازی سے جنت میں سلامتی سے داخلہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رحمٰن کی عبادت کرو، کھانا کھلاؤ، اسلام کو رائج کرو، جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (ترغیب: ج2:ص63)

مہمان نواز پر اللہ تعالیٰ کا فخر کرنا:

حضرت جعفرؓ اور حضرت حسنؓ سے مرسلاً مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اُن لوگوں پر ملائکہ کے درمیان فخر کرتے ہیں جو اس کے بندوں کو کھلائیں۔

(ترغیب: ج2:ص65)

مہمان کی آمد اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے:

حضرت ابوقرصافہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ جل شانہ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے تحفہ بھیجتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ سے معلوم کیا گیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! وہ تحفہ کیا ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مہمان۔ وہ اپنا رزق لے کر آتا ہے اور جب جاتا ہے تو گھر والوں کی مغفرت کرا کر جاتا ہے۔ (شمائل کبری: ج1:ص103)

رات کو آنے والا مہمان:

حضرت مقدام بن معدی کربؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رات کو آنے والا مہمان کا حق ہر مسلمان پر ہے۔(ترغیب:ج3:ص371)

فائدہ: یعنی اگر اتفاقاً رات میں کوئی مہمان آجائے تو اس کی رعایت عام محلے والوں پر ہے کہ ایسا شخص محض قیام کے ارادے سے اور رات ہونے کی وجہ سے آیا ہے کسی خاص مقصد سے کسی کے یہاں نہیں آیا تو عامۃ المسلمین پر اس کا حق ہے۔لہذا چاہئے کہ ہر شخص اس کی ضیافت میں پیش قدمی کرے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص102)

دعوت قبول کرنا سنت ہے:

(1) دعوت قبول کرنا حضور اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔حضور اکرم ﷺ نے مسلمان کی دعوت قبول کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور اُسے مسلمان کا حق بتایا ہے۔

حدیث شریف میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ جس نے دعوت (جو سنت کے مطابق ہو) منظور نہ کی تو اُس نے خدا تعالیٰ جل شانہ اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔تاہم اگر کوئی عذر ہو یا دعوت میں کوئی منکر پایا جائے وغیرہ تو دعوت میں حاضر نہ ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(کتاب النوازل:ج16:ص67)

(2) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک درزی نے آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جسے اس نے تیار کیا تھا(چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ) میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ گیا تھا۔(بخاری شریف:ج2:ص810)

معمولی دعوت ہو تب بھی قبول کرو:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی بکری کے پائے

کی دعوت کرے تو میں قبول کروں گا۔(بخاری شریف:ج2:ص778)

فائدہ: یعنی اگر خلوص ومحبت کی بنیاد پر کوئی بندہ معمولی سے معمولی کھانے کی دعوت کرے تو اسے قبول کرلینا سنت ہے۔

اور یہ خلاف سنت ہے کے داعی کے اہتمام کو معیار بنائے۔یعنی اگر عمدہ اور بہتر کھانے کا علم ہو تو شریک ہو ورنہ نہیں۔اس مزاج کے اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ (شمائل کبریٰ:ج1:ص95)

نہ کھاسکے تو دعا ہی کردے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی کی دعوت کی جائے اگر وہ روزہ سے ہو تو (نہ کھاسکنے پر) اس کے حق میں دعا کردے اور روزہ سے نہیں ہو تو کھالے۔ (مسلم شریف:ص362)

جب دو دعوتیں جمع ہوجائیں تو کیا کرے:

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب دو دعوتیں جمع ہوجائیں تو جن کا دروازہ قریب ہو اس کی دعوت قبول کرو، اگر دروازہ دونوں کا قریب ہو تو جو پڑوس کے اعتبار سے قریب ہو تو اس کی دعوت قبول کرو اور اگر اس میں بھی برابر ہوں تو پھر جو پہلے آجائے تو اس کی دعوت قبول کرلو۔(کنز العمال:ج9:ص156)

دعوت قبول کرنے میں کیا نیت کرے:

قبولِ دعوت میں محض کھانے اور پیٹ بھرنے کی نیت نہ کرے بلکہ سنت کی نیت کرے، مؤمن کے دل کی خوشی اور اکرام مسلم اور ملاقاتِ دوست واحباب یہ اُمور بھی پیش نظر ہوں تاکہ ثواب آخرت سے نوازا جائے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص143)

دوسروں کی دعوت کرنے میں کیا نیت کرے:

(1) دعوت کا مقصد فخر ومباہات، نام ونمود، ریا کاری اور نا موری نہ ہو۔ کیونکہ اس کی وجہ سے ثواب سے محروم رہے گا بلکہ اس ارادہ سے دعوت کرنا گناہ ہے۔ ثواب کے بجائے اُلٹا مواخذہ ہوگا۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص143)

(2) جو شخص فخر ونام آوری کی نیت سے کھانا کھلائے یہ کھانا ریا کاری اور فخر ہے، لہذا سخت گناہ ہے، اس سے توبہ لازم ہے۔ (فتاوی محمودیہ: ج18: ص111)

ایسی دعوت میں شرکت کرنا جہاں کھڑے ہو کر کھایا جائے

(1) ولیمہ کھانا سنت ہے اور میز ٹیبل پر کھانا بدعت ہے۔ اگر سنت کے طریقہ پر کھانے کا انتظام ہو تو اس کی مسنونیت باقی رہے گی۔ اگر بدعت اور مکروہ اُمور پر مشتمل ہو تو پھر ایسی دعوت کا قبول کرنا اور شریکِ طعام ہونا ممنوع ہوگا۔ (شرح مسلم: ج1: ص462)

(2) ایسی دعوت میں (جہاں کھڑے ہو کر کھاتے پیتے ہوں، بیٹھنے کا انتظام نہ کیا گیا ہو) نہیں جانا چاہئے۔ دعوت کا قبول کرنا سنت ہے، بشرطیکہ اس میں سنت کی رعایت بھی کی گئی ہو۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8: ص136)

(3) آج کل بعض موقعوں اور جگہوں میں کھڑے ہو کر کھانا کھلایا جاتا ہے یہ نہایت ہی مکروہ اور قبیح طریقہ ہے۔ ایسے مقامات پر جانا ممنوع ہے۔

(شمائل کبریٰ: ج1: ص42)

(4) کھڑے ہو کر کھانا شرعاً مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اگر وہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں ہوتی تو ایسی دعوتوں میں کھانا ہی کیا ضروری ہے جہاں بیٹھنے کی جگہ نہ ملے؟ اگر میزبان بیٹھنے کی جگہ مہیا کرنے سے قاصر ہے تو کھانا گھر آ کر کھا لیجئے۔

(آپ کے مسائل اوراُن کا حل: ج8:ص382)

(5) ایسی دعوتوں میں شرکت جہاں پرکھڑے ہوکر کھانا کھایا جارہاہو،خلاف سنت اورمکروہ ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص44)

(6) ایسی دعوت جہاں پرٹیبل یامیز پرکھانا کھایا جارہاہو،ایسی مجلس طعام سے اہل ایمان کوشدیدنفرت ہونی چاہئے،نہ خوداختیارکریں اورنہ ایسی تقریبات میں شریک ہوں،کیونکہ یہ ملعون ومغضوب قوم یہودونصاریٰ کی عادت ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص42)

دعوت میں خلافِ شرع اُمورہوں تو کیا کرے:

(1) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ(ایک دعوت میں تشریف لے گئے) گھرمیں تصویردیکھی تو واپس تشریف لے آئے(تصویرکارکھنا خلاف شرع ہے)۔

(بخاری:ج2:ص778)

(2) حدیث پاک میں جودعوت کے قبول کرنے کی تاکیداورنہ قبول کرنے پر وعیدآئی ہے یہ مطلقاً ہرحالت میں نہیں بلکہ طریقہ سنت اورمشروع ہونے کی قید کے ساتھ ہے۔چنانچہ علامہ نوویؒ نے بیان کیاہے کہ:

اگردعوت میں شبہ ہو(حرام ناجائزآمدنی سے ہونے کا)یاصرف مالدارلوگ مدعو ہوں یافساق یااوباش لوگ ہوں یاجاہ وفخر کی وجہ سے ہوں یامجلس طعام میں منکرات ہوں مثلاً گانا بجانا یاٹیبل کرسی وغیرہ پرکھانا وغیرہ یاشراب ہوں یاتصویرکااستعمال ہوں تو یہ سارے وہ اُمورہیں جن کی وجہ سے دعوتوں میں جانے کی مندوبیت ختم ہوجاتی ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص98)

(3) داعی کے یہاں خلاف شرع اُمورہورہاہوتوایسی مجلس طعام میں شریک نہ

ہو کہ یہ درست نہیں ہے مثلاً گانا بجانا، ڈھول قوالی، ٹی وی اور تصویر وغیرہا۔
(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 143)

(4) عام لوگوں کیلئے یہ حکم ہے کہ جو شخص کہیں دعوت میں جائے اور وہاں کوئی ناجائز چیز مثلاً گانا بجانا وغیرہ دیکھے تو اگر اس کو پہلے سے اس کا علم نہ تھا اور لہو ولعب کہیں دوسری جگہ ہو، عین کھانے کی جگہ پر نہ ہو تو شریک طعام ہو سکتا ہے، اگر اسی مقام پر ہو تو شرکت دعوت مناسب نہیں، وہاں سے چلا آوے۔

اگر مقتداء اور پیشوا ہے (اہل علم میں سے ہے) اور منع کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو دسترخوان پر سے اُٹھ کر چلا جائے۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 144)

(5) دعوت میں خرابی تین قسم کی ہوتی ہیں۔اوّل یہ کہ نفسِ مال ہی حرام ہو، دوم یہ کہ صاحبِ مال فاسق ہو، سوم یہ کہ مجلسِ دعوت میں منکرات ہوں۔

اول کا حکم یہ ہے کہ جب یقین یا ظن غالب سے اس مال کی حرمت کا علم ہو جائے تو اس کا کھانا حرام ہے اور ایسی دعوت کا رد کرنا واجب ہے، قبول کرنا جائز نہیں۔

دوم کا حکم یہ ہے کہ اگر فاسق، کھلم کھلا ممنوعات ومحرمات کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کی دعوت قبول نہ کرنے میں خیال یہ ہے کہ اس کو تنبیہ ہوگی اور وہ اپنی حرکات سے باز آئے گا تو ہرگز اس کی دعوت قبول نہ کرے۔اور اگر یہ ہے کہ اس کی دعوت قبول نہ کرنے سے اس کو تنبیہ نہ ہوگی، بلکہ فتنہ کا اندیشہ ہے تو دفعِ فتنہ کے لئے قبول کر لے۔اور اگر قبول کرنے اور نہ کرنے میں کوئی اصلاح کی امید ہے، نہ فتنہ کا اندیشہ ہے تو ورع وتقویٰ یہ ہے کہ قبول نہ کرے بلکہ انکار کر دے، تاہم اگر قبول کر لے تب بھی حرام نہیں۔

سوم کا حکم یہ ہے کہ اگر پہلے سے علم ہو کہ فلاں مجلسِ دعوت میں منکرات ہیں اور یہ بھی خیال ہوں کہ منع کرنے سے ان منکرات کا انسداد نہ ہوگا تو قبول نہ کرے۔اگر خیال ہو

کہ انسداد ہو جائے گا تو قبول کرے اور جا کر منکرات کا انسداد کرے۔اگر پہلے ان منکرات کا علم نہیں تھا، وہاں پہنچ کر علم ہوا تو اگر یہ شخص مقتدیٰ ہے کہ اس کے فعل سے استدلال کیا جاتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اٹھ کر چلا جائے، وہاں نہ ٹھہرے اور دعوت میں شریک نہ ہو۔اور اگر مقتدیٰ نہیں تو پھر دیکھنا چاہئے کہ دسترخوان پر اس کے سامنے منکرات ہیں یا کسی دوسری جگہ اس تقریب میں ہیں۔اگر دسترخوان پر ہیں تب بھی چلا جائے، اگر دوسری جگہ ہوں تو پھر اس کو شرکت میں مضائقہ نہیں۔(فتاوی محمودیہ:ج18:ص119)

تفاخر کی نیت سے کیا ہوا دعوت قبول کرنے کی ممانعت:

(1) حضور اکرم ﷺ نے بہ نیت تفاخر کھانا کھلانے والوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔(جامع الفتاوی:ج8:ص290)

(2) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے متفاخرین کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: متفاخرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو کھلا کر فخر اور بڑائی کرتے ہیں۔ اپنی وجاہت، نام ونمود کے لئے کھلاتے ہیں، ایسے کھانے میں نور نہیں۔

(ترغیب: ج3:ص146)

بدعتی کی دعوت قبول کرنا:

داعی اگر اہل بدعت و فاجر ہو تو ایسی دعوت قبول نہ کرے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص143)

حرام آمدنی والے کی دعوت قبول کرنا:

جن لوگوں کی غالب کمائی حرام کی ہو، ان کا کھانا جائز نہیں۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج 8: ص 389)

بدترین نا قابلِ شرکت دعوت:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بدترین دعوت ولیمہ کی وہ دعوت ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور غرباء کو چھوڑ دیا جائے۔(بخاری شریف: ج 2: ص 878)

فائدہ: چونکہ یہ دعوت مخلصانہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے واسطے نہیں ہے، ظاہر ہے کہ مالداروں سے نفع کی اُمید ہوتی ہے یا وقار و مرتبہ کی اُمید ہوتی ہے، غرباء و مساکین سے یہ فائدہ نہیں۔(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 97)

میزبان کے لئے سنتیں اور آداب

مہمان کو تکیہ پیش کرنا:

(1) حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سامنے میرے روزہ کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ تشریف لائے میں نے آپ ﷺ کو تکیہ پیش کیا۔

فائدہ: علامہ طیبیؒ نے بیان کیا ہے کہ مہمان کا اکرام تکیہ سے ہو، یعنی تکیہ پیش کرنا اس کی تکریم میں داخل ہے۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص289)

(2) حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور اکرم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضور اکرم ﷺ مجھے لے کر کھڑے ہوئے اور گھر تشریف لائے اور خادمہ نے حضور اکرم ﷺ کو تکیہ پیش کیا۔

(شمائل کبری: ج1: ص291)

تکیہ پیش کرنے کا ثواب:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ سیدنا فاروق اعظمؓ کی خدمت میں تشریف لائے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ تکیہ کا سہارا لگائے بیٹھے تھے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے تکیہ حضرت سلمانؓ کی خدمت میں پیش کر دیا تو حضرت سلمانؓ نے کہا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ: تو سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا: اے ابوعبداللہ! حدیث پیش کرو۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے تکیہ میری جانب ڈال دیا۔ پھر فرمایا: اے سلمان! نہیں ہے یہ بات کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کے پاس داخل ہو اور اسے اکراماً تکیہ پیش کرے مگر یہ کہ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ (سیرۃ الشامی: ج7: ص569)

مہمان کا اکرام کرنا:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ مہمان کا اکرام کرے۔ (بخاری: ج2: ص879)

فائدہ: مہمان کا اکرام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے خصائل میں سے ہے۔ اکرام کا مفہوم یہ ہے کہ آل و اولاد کے ساتھ کھانے پینے میں جو برتاؤ کرتا ہو اُس سے زائد اور بہتر کرے۔ (ترغیب: ج3: ص372)

مہمان کا حق:

حضرت سلمان خطابی صاحبؒ نے کہا کہ مہمان کی آمد پر ایک دن ذرا تکلف اور اہتمام سے کام لے، اس کے ساتھ تمام دنوں سے زائد نیکی کا برتاؤ کرے اور آخر کے دو دنوں میں اس سے کم، رکھی ہوئی چیزوں سے اکرام کرے۔ جب تین دن گزر جائیں تو اس نے اس کا حق پورا کر دیا۔ (آداب بیہقی: ص78)

مہمان کے لئے اہتمام و تکلّف:

مہمان کے کھانے میں تکلف اور اہتمام باعث ثواب ہے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ کے یہاں کوئی مہمان ہوتا تھا تو اس کیلئے حضور اکرم ﷺ باوجود عسرت و تنگی کے بھی فکر

فرما کر کچھ نہ کچھ مہیا فرماتے تھے۔(خصائل:ص60)

مہمان کے کھانے کا حساب نہیں:

امام غزالی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مہمان کے کھانے پر جو خرچ کیا جائے گا اس کا حساب نہ ہوگا۔(اسوۃ الصالحین:ص17)

مہمان کو ہاتھ دھلانے کا طریقہ:

کھانے کیلئے جب ہاتھ دھلائے تو میزبان پہلے اپنا ہاتھ دھوئے پھر مہمان کے ہاتھ دھلائے اور فارغ ہونے پر اوّلاً مہمان کا ہاتھ دھلائے پھر میزبان اپنا ہاتھ دھوئے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص146)

مہمان کے ساتھ کھانا:

(1) حضرت ثوبانؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنے مہمان کے ساتھ کھاؤ، کیونکہ مہمان شرم محسوس کرے گا کہ وہ اکیلے کھائے۔

(کنز العمال:ج9:ص152)

(2) مہمان کے ساتھ میزبان کو چاہئے کہ کھانے میں شریک ہو۔ایسا نہ کرے کہ مہمان کو کھانا دے کر کہہ دیا جائے کہ آپ کھالیجئے ہم نہیں کھائیں گے یا بعد میں کھائیں گے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص147)

(3) اگر مہمان، ساتھ بیٹھنے پر خوش ہوتا ہو تو مہمان کے ساتھ کھانا افضل ہے، ورنہ مہمان کی ذاتی طور پر خدمت کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

(فتاوی حقانیہ:ج2:ص384)

میزبان آخر تک کھانے میں شریک رہے:

میزبان اپنے رفقاء کی رعایت کرے ان سے پہلے ہاتھ نہ رُو کے بلکہ آہستہ آہستہ شرکت کرتا رہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص145)

مہمان کے کم کھانے پر میزبان زیادہ اصرار نہ کرے:

اگر کوئی ساتھی کم کھائے تو اسے کھانے کی ترغیب دے اور اسے دو تین مرتبہ کہے اصرار نہ کرے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص145)

مہمان کی خدمت بذات خود کرنا مسنون ہے:

میزبان کو چاہئے کہ وہ خود مہمان کی خدمت کرے۔نوکروں اور خادموں سے اس کی خدمت نہ کرائے،البتہ ان کی اعانت ہو تو پھر کوئی حرج نہیں یا یہ کہ عذر ہو یا پھر اس کی نگرانی کرتا رہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص147☆105)

مہمان سے کام لینا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ انسان کی نہایت کمزوری میں سے ہے کہ اپنے مہمان سے خدمت لے۔(کنز العمال:ج9:ص152)

مہمان کے ساتھ بات چیت کرنا:

مہمان کے ساتھ گفتگو و بات چیت کے ذریعہ اُنس اختیار کیا جائے تا کہ اسے اجنبیت اور توحش محسوس نہ ہو۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص148)

مہمان کوضروری چیزوں کے بارے میں بتادینا:

اگرمہمان رات میں قیام کرنے کاارادہ کررہاہوتو مہمان کاانتظام راحت کے علاوہ سمت قبلہ، بیت الخلاء اور طہارت وغیرہ کا مقام بتادیں۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص147)

مہمان کورخصت کرنا:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: یہ سنت ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک جائے۔(اس میں مہمان کا اکرام اور توقیر ہے)۔(ابن ماجہ:ص250)

مہمان کے لئے سنتیں اور آداب

وقت کی پابندی:

وقت مقررہ پر دعوت میں جائے کہ انتظار میں زحمت نہ ہوگی، نہ وقت سے پہلے جائے کہ یہ حرص کی دلیل ہے۔ہاں مگر یہ کہ داعی سے گہرے تعلقات ہوں یا یہ کہ اس کے کام میں ہاتھ بٹائے تو پہلے جانے میں کوئی حرج نہیں۔(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 144)

میزبان کے پاس جانے کا نامناسب وقت:

کھانے کے اوقات میں کسی کے یہاں نہ جائے کہ خوامخواہ اسے مشقت اُٹھانی پڑے۔اگر ضرورت کی وجہ سے ایسے وقت میں گیا اور اسے کھانے پر لحاظاً مدعو کیا گیا تو شریکِ طعام نہ ہو۔اگر بے تکلف رفیق ہو تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔
(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 142)

سلام کرنا:

اوّلاً سلام کرے۔(پہلے خیریت اور مزاج نہ پوچھے)۔
(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 144)

جہاں جگہ مل جائے وہی پر بیٹھے:

جہاں مجلس میں جگہ ملے بیٹھ جائے۔صدر نشینی بالانشینی کے چکر میں نہ رہے، کیونکہ یہی (سادگی) سنت ہے۔اگر لوگ صدر مقام پر بٹھانا چاہیں تو انکار کرے، پھر بھی اصرار کرے تو بیٹھ جائے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص144)

بیٹھنے کی جگہ میں احتیاط کرنا:

اُس جگہ پر نہ بیٹھے جہاں سے بے پردگی کا احتمال ہو۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص144)

مہمان کا میزبان کے کھانے میں تصرف کرنا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(1) ایک بندے نے میرے لئے کھانے کا دعوت کیا، میں اس کے پاس گیا اور میرے سامنے میزبان نے گوشت رکھا، اور میں نے کچھ گوشت کھالیا۔اور کچھ گوشت بچ گیا۔تو کیا اب میں وہ بچا ہوا گوشت اپنے ساتھ اُٹھا کر لاسکتا ہو یا نہیں؟

(2) مہمان، راستے میں گزرتے ہوئے کسی دوسرے بندے کو کھانے پر بلا سکتا ہے یا نہیں؟

(3) مہمان کسی سائل کو دستر خوان سے کھانا دے سکتا ہے یا نہیں؟

(4) مہمان اپنے دستر خوان کے علاوہ دوسرے دستر خوان والے کو کھانا دے سکتا ہے یا نہیں؟

(5) مہمان، میزبان کے خادم یا میزبان کے بلی اور کتے کو دستر خوان سے کھانا دے سکتا ہے یا نہیں؟

(6) مہمان، کسی دوسرے کے بلی یا کتے کو کھانا دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: میزبان کا مہمان کو دعوت پر بُلانے سے مہمان کو صرف خود کھانے کی اجازت مل جاتی ہے،اس سے مہمان کھانے وغیرہ کا مالک نہیں بنتا۔لہذا وہ اس میں اپنی مرضی کا تصرف نہیں کرسکتا،صرف جتنا چاہے کھاسکتا ہے۔لہذا نہ مہمان بچا ہوا کھانا اپنے ساتھ اُٹھا کر لے جاسکتا ہے اور نہ ہی مہمان کسی دوسرے بندے کو دعوت پر بلاسکتا ہے۔

اسی طرح مہمان کسی سائل کو دعوت والے دسترخوان سے کچھ نہیں دے سکتا ہے۔ اور نہ مہمان میزبان کے خادم کو کچھ کھلاسکتا ہے اور نہ ایک دسترخوان والا دوسرے دسترخوان والے کو کھلاسکتا ہے۔

مہمان میزبان کے دسترخوان سے کتے کو بھی کچھ نہیں کھلاسکتا ہے، کتا خواہ میزبان کے گھر کا ہو یا دوسرے گھر کا۔یہ سب ناجائز ہے،بشرطیکہ میزبان اس پر راضی نہ ہو، اگر میزبان راضی تھا تو پھر ان افعال کے کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے،لیکن اگر مہمان کو میزبان کی رضا وعدمِ رضا کا علم نہیں تھا تو پھر ان افعال کا نہ کرنا بہتر ہے۔

مہمان میزبان کے گھر کی بلی کو دسترخوان سے کچھ کھلاسکتا ہے اگرچہ قیاساً یہ بھی ناجائز ہے لیکن استحساناً یہ جائز ہے لیکن دوسرے گھر کی بلی کو کچھ نہیں کھلاسکتا ہے۔

(دارالافتاء ربانیہ، جی او آر، کالونی کوئٹہ: استفتا نمبر: 16:18124)

دعوت میں بچا ہوا کھانا اپنے ساتھ لے جانا:

سوال: ایک بندے نے میرے لئے کھانے کا دعوت کیا، میں اس کے پاس گیا اور میرے سامنے میزبان نے گوشت رکھا، اور میں نے کچھ گوشت کھالیا۔اور کچھ گوشت بچ گیا۔تو کیا اب میں وہ بچا ہوا گوشت اپنے ساتھ اُٹھا کر لا سکتا ہوں یا نہیں؟

جواب: دعوت میں عموماً اباحت ہوتی ہے تملیک نہیں ہوتی، لیکن بعض اوقات

دعوت ہوتی ہے اور تملیک بھی ہوتی ہے، مثلاً آپ کیلئے ہوٹل پر کھانے کا بندوبست کیا گیا ہے اور اس نے پیسے دے کر آپ کیلئے کچھ منگوایا اور وہ خود چلا گیا آپ کے ساتھ بیٹھا نہیں ہے تو ظاہر بات ہے کہ یہ آپ کی ملکیت ہے تو آپ وہ اپنے ساتھ لے جا بھی سکتے ہو، کھا بھی سکتے ہو، لیکن اگر اس نے گھر پر آپ کیلئے دعوت کیا ہے یا ہوٹل پر ہی دعوت کیا ہے اور آپ کے ساتھ بیٹھا ہے تو جو کھا کر کے چھوڑ دیا آپ نے تو وہ خود لے جا سکتا ہے آپ ساتھ نہیں لے جا سکتے ہو۔

مہمان، سائل کو بغیر اجازت کچھ نہ دے:

مہمان از خود دستر خوان پر سے کوئی چیز دوسرے کو نہ دے مثلاً سائل وغیرہ کو، کیونکہ اسے تصرف مالکانہ کا اختیار نہیں۔ (شمائل کبریٰ: ج 1: ص 148)

مہمان شکایت نہ کرے:

مہمان کو چاہئے کہ کھانے کی کمی یا کسی چیز کی نامناسب زیادتی وغیرہ کا میزبان سے ذکر نہ کرے تا کہ وہ شکایت سمجھ کر کبیدہ خاطر نہ ہو۔ (شمائل کبریٰ: ج 1: ص 148)

میزبان جو پیش کرے اس کی تحقیر نہ کرے:

حضرت عبید بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت آئی، حضرت جابر بن عبداللہؓ نے اُن صحابہ کرامؓ کے سامنے روٹی اور سرکہ (جو معمولی سمجھا جاتا تھا) پیش کیا اور کہا: کھاؤ۔ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔

آدمی کی ہلاکت ہے اس میں سے کہ اس کی بھائیوں کی جماعت آئے اور وہ جو گھر میں موجود ہو اسے پیش کرے تو وہ (اس حاضر ہونے والی معمولی کھانے کی) تحقیر

کرے۔ آدمی کی ہلاکت اس میں ہے کہ جو ماحضر (حاضر ہونے والی چیز) پیش کیا جائے وہ اس کو کمتر سمجھے۔ (یعنی اہتمام سے یا اچھا عمدہ کھانا پیش نہ کیا جس کو وہ اپنی شان کے مناسب سمجھتا تھا)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو کھانا بھی اہل خانہ پیش کریں اس کو وقعت (عزت) کی نگاہ سے دیکھے۔ اسے اپنی شان کے خلاف سمجھ کر تحقیر نہ کرے اور نہ تنفر کرے۔

(آداب بیہقی:ص308 ☆شمائل کبریٰ:ج1:ص103)

مہمان کا اتنا ٹھہرنا کہ میزبان تنگ ہو جائے:

(1) حضرت ابوشریح کعبیؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کسی کیلئے یہ حلال نہیں کہ اتنا ٹھہرے کہ جس سے میزبان تنگ ہو جائے۔ (ادب المفرد:ص313)

(2) بعض لوگ رشتہ داری کا بہانہ بنا کر پڑے رہتے ہیں اور تکلیف کا بالکل خیال نہیں کرتے، یہ درست نہیں ہے۔

اگر آپس میں محبت وحُسنِ تعلقات ہی اس درجہ ہو کہ بار (بوجھ ہونے کا) اعتبار نہ ہو، یا میزبان کا اصرار ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فضل اللہ الصمد: ج1:ص209)

(3) کھانے کے بعد میزبان کے گھر دیر تک بیٹھے رہنا جائز نہیں، اس سے میزبان کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ مروت کی وجہ سے جانے کیلئے کہنے میں شرم محسوس کرتا ہے۔

ہاں اگر کسی اہم کام کے لئے دیر تک بیٹھنے کی ضرورت ہو یا میزبان کے ساتھ ایسا خصوصی تعلق ہو کہ اس کی ایذاء کا باعث نہ ہو تو دیر تک بیٹھنے کی اجازت ہے۔

(احسن الفتاویٰ:ج8:ص119)

بغیر بُلائے دعوت میں شرکت کی ممانعت:

(1) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو بغیر دعوت کے شریک ہوا وہ چور بن کر داخل ہوا اور لٹیرا بن کر نکلا۔ (ترغیب: ج3: ص144)

(2) بے بلائے کسی دعوت میں جانا جائز نہیں، خواہ وہ ولیمہ کی دعوت ہو یا اور کوئی دعوت ہو۔ (کفایت المفتی: ج7: ص462)

غیر مدعو کو اپنے ساتھ نہ لے جائے:

غیر مدعو کو اپنے ہمراہ دعوت میں لے جانا جائز نہیں۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند: ج16: ص75)

میزبان کا مہمان کیلئے وظائف و اَوراد چھوڑنے کا حکم:

سوال: اگر کسی شخص کا وظائف و اَوراد کا معمول ہو تو مہمان آنے کی صورت میں وہ اسے چھوڑ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کسی شخص کا کوئی مہمان آجائے تو وہ دو قسم کا ہوگا، یا تو اکثر آتا رہتا ہوگا یا کبھی کبھار آتا ہوگا۔ اگر مہمان اکثر آتا رہتا ہو تو پھر یہ شخص اپنے نفلی معمولات قضا نہ کرے، اور اگر کبھی کبھار آتا ہو تو اپنے معمولات چھوڑ کر مہمان کے ساتھ بیٹھنا بہتر ہے۔

(فتاوی حقانیہ: ج2: ص252)

میزبان کو یہ دُعا دینا:

مہمان کو چاہئے کہ میزبان کو اس طرح دعا دے: اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ: (شمائل کبریٰ: ج1: ص136)

پھلوں اور میووں سے متعلق
حضور اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ

حضور اکرم ﷺ کا پسندیدہ میوہ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پسندیدہ ترین میوہ نبی کریم ﷺ کا تازہ کھجور اور خربوزہ ہے۔(شمائل کبری: ج1:ص85)

حضور اکرم ﷺ کی پسندیدہ کھجور:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ سب سے زیادہ پسندیدہ کھجور حضور اکرم ﷺ کو عجوہ تھی۔(شمائل کبری: ج1:ص84)

عجوہ کھجور کا فائدہ:

حضرت عامر بن سعدؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص صبح سات عجوہ کھجور کھالے گا اس دن اسے کوئی جادو یا زہر کا اثر نہ ہوگا۔(بخاری: ج2:ص819)

بچے والی عورت کو کھجور کھلانا:

مسند ابی یعلی میں نبی کریم ﷺ کا یہ قول منقول ہے کہ بچے والی عورت کو (جس نے بچہ جنا ہو، یا جس کا بچہ چھوٹا ہو) کھجور کھلاؤ، اگر کھجور نہ پاسکو چھوہارا کھلاؤ۔اس درخت

سے بہتر کوئی درخت نہیں جس کے نیچے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت مریم علیہا السلام کو رکھا۔

فائدہ: کھجور مقوی اور مولد دم اور گرم ہے، بچہ والی عورت کو اس کی شدید ضرورت پڑتی ہے، ایسے وقت میں اس کو کھلانا بہت نفع بخش ہے، مزید یہ ملین بھی ہے، پیٹ صاف کرے گی۔(شمائل کبری: ج1:ص 85)

نومولود بچے کی پہلی غذا کھجور ہو:

حضرت ابوموسیٰ ؓ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا میں اسے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں لے کر آیا، حضور اکرم ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور حضور اکرم ﷺ نے کھجور چبا کر اس کے منہ میں ڈالی اور برکت کی دعا کی۔

فائدہ: نومولود بچے کے منہ میں کھجور چبا کر چٹانا سنت ہے۔

(شمائل کبری: ج1:ص 86)

کھجور کی گٹھلی یا کسی چیز کا بیج پھینکنے کا طریقہ:

(1) کھجور وغیرہ کھا کر گٹھلیوں کو اُسی برتن میں نہ ڈالے جس میں کھا رہا ہے بلکہ کسی اور جگہ ڈال دے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص140)

(2) گٹھلیوں کو یا بیج کو منہ سے نہ پھینکے بلکہ منہ سے نکال کر ہتھیلی کی پشت پر رکھ کر پھینکے یہ طریقہ مسنون ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص140)

(3) حضرت بسرؓ نے بیان کیا کہ: رسول اللہ ﷺ ان کے ہاں تشریف لائے تو وہ آپ ﷺ کیلئے کھانا لائے، آپ ﷺ کھجوریں کھاتے اور گھٹلیاں اپنی انگلی کی پشت پر رکھ کر پھینک دیتے۔(جواھر الفتاوی:ج4:ص151)

کیڑے والے پھل کھانے کا حکم:

پھلوں میں کیڑے ہوں اور نظر آتے ہوں تو اُن کا کھانا ناجائز ہے، کیڑا نکال کر کھانا چاہئے، ہاں اگر اُن میں اب تک روح اور حرکت نہیں تو پھلوں کے ساتھ تبعاً کھا سکتے ہیں۔(فتاوی دارالعلوم زکریا: ج6: ص557)

پھل وغیرہ کو چاقو سے کاٹ کر کھانا:

پھل فروٹ میں جس کو کاٹ کر کھانے کی ضرورت ہوتی ہے، اس کو کاٹ کر کھانا مسنون ہے، مثلاً: تربوز، خربوزہ وغیرہ۔ اور جس کو بغیر کاٹے آسانی سے کھایا جاسکتا ہے اس کو بغیر کاٹے کھانا مسنون ہے، مثلاً: کھجور وغیرہ۔(فتاوی قاسمیہ: ج24: ص68)

کیلا کھانے کا طریقہ:

کیلے کو داہنے ہاتھ سے پکڑے اور بائیں ہاتھ سے چھلکا اُتارے اور: بسم اللہ: پڑھ کر داہنے ہاتھ سے کھائیں۔(فتاوی دارالعلوم زکریا: ج6: ص553)

پانی پینے کی سنتیں اور آداب

سنت کے مطابق پانی پینے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ

میرے محترم قارئین کرام!

اگر آپ چاہتے ہوں کہ آپ سنت کے مطابق پانی پینے کا طریقہ سیکھ کر ہمیشہ سنت کے مطابق پانی پیا کریں تو سنت کے مطابق پانی پینے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ یہ ہے کہ نیچے لکھے گئے پانی کی سنتوں میں سے دو سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لے اور پانچ دن تک پانی پیتے ہوئے اُن دونوں سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جب وہ دونوں چیزیں آپ کی عادت بن جائیں تو پھر دو اور سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر کے پانچ دن تک پانی پینے کے دوران اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس طرح وہ بھی آپ کی عادت بن جائے گی۔ اسی طرح دو دو سنتوں کو پانچ پانچ دن تک اپنانے کی کوشش کرتے رہیں، چند وقت میں آپ کا پانی پیا سنت کے مطابق ہو جائے گا۔ (ان شاء اللّٰہ)

کھانے پینے کے ضرر سے محفوظ رہنے کی دعا:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم کھانا کھاؤ یا پانی پیو تو یہ دعا پڑھ لو تو تم کو کوئی ضرر نقصان نہ ہوگا اگر چہ اس میں زہر ہی کیوں نہ ہو۔

:بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَافِی السَّمَآءِ وَهُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ:(کنزالعمال: ج19:ص181)

ٹھنڈا اور میٹھا پانی پینا:

(1) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو پینے کی چیزوں میں ٹھنڈی اور میٹھی چیز پسند تھی۔(ترمذی: ج2:ص11)

فائدہ: آپ ﷺ کے دربار میں کھانے کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا، جو حاضر ہوتا وہی تناول فرما لیتے لیکن میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا خاص اہتمام تھا۔ سقیا جو مدینہ سے کئی میل پر ہے وہاں سے میٹھا پانی حضور اکرم ﷺ کیلئے لایا جاتا تھا۔(شمائل کبریٰ: ج1:ص118)

(2) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے مقام سقیا سے ٹھنڈا پانی منگایا جاتا تھا، جو مدینہ طیبہ سے دو یوم کی مسافت پر تھا۔(مشکوۃ: ص371)

(3) امام مالکؒ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا: اے فرزندو! پانی کو ٹھنڈا کر کے پیو، کیونکہ ٹھنڈے پانی کی وجہ سے دل کی گہرائیوں سے شکر ادا ہوتا ہے۔

(مدارج: ج5:ص15)

(4) حافظؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی ٹھنڈے پانی کا اہتمام کیا ہے۔(فتح الباری: ج10:ص74)

(5) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحبؒ نے ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد

اشرف علی تھانوی صاحبؒ سے فرمایا: میاں اشرف علی! جب کبھی پانی پیو تو خوب ٹھنڈا پیو، تا کہ رگ رگ سے شکر نکلے۔ اس لئے کہ جب ٹھنڈا پانی پئے گا تو رگ رگ سیراب ہوگی تو پھر رگ رگ سے: الحمدللہ: نکلے گا اور بے ساختہ رگ رگ سے شکر ادا ہوگا۔

(اصلاحی خطبات: ج2: ص69)

بیٹھ کر پانی پینا:

بیٹھ کر پانی پینا سنت ہے۔ (شاہراہ سنت: ص71)

کھڑے ہوکر پانی پینا ممنوع ہے:

(1) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی کھڑے ہوکر پانی پئے۔ (مسلم: ج2: ص173)

(2) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آیا جو کھڑے ہوکر پانی پی رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قے کر دو۔ اس نے پوچھا کس وجہ سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے ساتھ بلی پانی پئے تو پسند کرو گے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے زیادہ بُرے شیطان نے تیرے ساتھ پیا ہے۔

(سیرت خیر العباد: ج7: ص369)

(3) کھڑے ہوکر پانی پینا مکروہ ہے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8: ص385)

(4) کھڑے ہوکر پانی پینا ممنوع اور مکروہ ہے۔ (فتاوی فریدیہ: ج8: ص523)

(5) بلاعذر کھڑے ہوکر پانی پینا خلافِ ادب ہے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8: ص136)

(6) کھڑے ہوکر پانی پینا مکروہ ہے۔(فتاوی عثمانی:ج4:ص497)

وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہوکر پینا مسنون ہے:

نزال بن سبرہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہوکر پیا ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص126)

زم زم کا پانی کھڑے ہوکر پینا مسنون ہے:

(1) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو زم زم پلایا، آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر نوش فرمایا۔(مسلم شریف:ج2:ص174)

(2) آب زمزم پینے سے پہلے دعا کرنا اور قبلہ رُخ کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے۔(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:ج8:ص403)

پانی میں دیکھ کر پینا:

پانی پینے سے پہلے پانی کو دیکھ لے کہ اس میں تنکا وغیرہ تو نہیں ہے۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص141)

ایسے برتن سے پینا جس سے ایک دم زیادہ پانی آجائیں:

کوئی بھی ایسا برتن جس سے ایک دم زیادہ پانی آجانے کا احتمال ہوتو اس سے منہ لگا کر پانی نہ پئیں، یا یہ اندیشہ ہو کہ اس میں کوئی سانپ یا بچھو وغیرہ آجائے گا ایسے برتن سے بھی منہ لگا کر پانی نہ پئیں، بلکہ کسی اور چھوٹے برتن میں نکال کر دیکھ کر پئیں، تا کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔(ہزار سنتیں:ص88)

بوتل اور مشروب کے ڈبے سے پینے کا حکم:

سوال: بوتل سے پانی پینا صحیح ہے یا مکروہ؟ نیز مختلف مشروب کے ڈبے ملتے ہیں، اسی طرح جو مشروب نلکی کے ساتھ آتے ہیں اُن سے براہ راست پینا درست ہے یا نہیں؟ کیا یہ شرب: من فم السقاء: کی ممانعت میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب: احادیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے مشکیزہ کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ شراحِ حدیث نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ چونکہ اندر کا حال معلوم نہیں ہے، اس لئے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

لہذا جن ڈبوں کے اندر کا حال معلوم نہیں ہوتا تو اُن سے پینا مکروہ ہوگا، ہاں وہ بوتلیں جن کے اندر کی حالت باہر سے واضح طور پر نظر آتی ہے تو اُن میں یہ وجہ نہیں تو اُن سے پینا درست ہوگا، تاہم گرنے کا اندیشہ ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

(فتاوی دار العلوم زکریا: ج6: ص619)

پانی دائیں ہاتھ سے پینا چاہئے:

(1) دائیں ہاتھ سے پانی پینا۔ کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان پانی پیتا ہے۔

(شاہراہ سنت: ص70)

(2) بغیر عذر کے بائیں ہاتھ سے پینا سنت کے خلاف ہے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند: ج16: ص30)

(3) دائیں ہاتھ سے پینا سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ اور بائیں ہاتھ سے پینا سنت کے خلاف اور شیطان کا طریقہ ہے۔

لہذا دائیں ہاتھ سے پینا حضور اقدس ﷺ کی موافقت کرنا ہے۔ جس نے آپ

ﷺ سے موافقت کی، اسے قیامت کے دن حضور اقدس ﷺ کے ساتھ مرافقت حاصل ہوگی۔ اور جس نے آپ ﷺ کی مخالفت کی اور شیطان کی موافقت کی تو اس کو جہنم میں شیطان کی مرافقت حاصل ہوگی۔ (آپ کے سوالات اور اُن کا حل: ج 2: ص 332)

(4) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کھائیں اور نہ پانی پئے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔

(ترغیب: ج 3: ص 128)

(5) ایک حدیث میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو کھانے پینے اور بائیں کو اِس کے علاوہ کیلئے بنایا گیا ہے۔ لیکن اگر مدد کیلئے بائیں کی ضرورت پڑھ جائے تو لگایا جاسکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھانے کے دوران پانی پیتے ہوئے بائیں ہاتھ سے گلاس پکڑتے ہیں اور دائیں ہاتھ کو ذرا سا لگا دیتے ہیں یہ خلاف سنت طریقہ ہے۔ بلکہ دائیں ہاتھ سے پکڑ کر پینا چاہئے، انگلیاں آلودہ ہوں تو چاٹ لے پھر گلاس کو پکڑ لے۔

(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 35)

(6) اُلٹے ہاتھ سے چائے پینا مکروہ ہے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج 8: ص 388)

(7) بائیں ہاتھ سے پینا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں ممانعت کے ساتھ ساتھ اس کو شیطانی عمل قرار دیا ہے۔ (فتاوی قاسمیہ: ج 24: ص 69)

(8) بعض لوگ چائے کے ساتھ کوئی چیز کھا رہے ہوتے ہیں تو دائیں ہاتھ سے کپ پکڑتے ہیں اور بائیں ہاتھ سے چیز کھا رہے ہوتے ہے تو یہ بھی خلاف سنت ہے بلکہ دائیں ہاتھ سے چیز کھا کر رکھ دے پھر دائیں ہاتھ ہی سے چائے پی لیں۔ **(قریشی)**

سوال: اکثر لوگ چائے نوشی کے وقت دائیں ہاتھ میں پیالہ اور بائیں ہاتھ سے پلیٹ پکڑتے ہیں اور چائے بائیں ہاتھ سے پیتے ہیں۔ کیا یہ مکروہ نہیں؟

جواب: جی ہاں مکروہ ہے۔بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے،دائیں ہاتھ سے کھانا پینا مسنون ہے۔

بائیں ہاتھ سے ایک کھانے پینے والے شخص پر حضور اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی تھی جس کا ہاتھ بیکار ہوگیا۔ایک دوسری روایت میں حضور اکرم ﷺ نے بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھ کر ایک عورت کو بد دعا فرمائی تو وہ طاعون میں مرگئی۔

(جامع الفتاوی:ج8:ص289)

سوال: مٹی کے لوٹے میں پانی بھرا ہوا ہے،ایک شخص اس لوٹے کو داہنے ہاتھ سے اٹھا کر بائیں ہاتھ کو بطور چلو استعمال کرتا ہے۔تو یہ عمل بلحاظ سنت داہنے ہاتھ سے پانی پینے میں شمار ہوگا یا نہیں؟یا بائیں ہاتھ سے؟

جواب: اگر چلو سے پانی پیا ہو تو داہنے ہاتھ میں چلو لے کر پینا چاہئے،بائیں ہاتھ سے لوٹا اٹھا کر داہنے ہاتھ میں ڈال کر پیا جائے۔(فتاوی محمودیہ:ج18:ص74)

تین سانس میں پانی پینا:

(1) حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ تین سانس میں پانی پیتے تھے۔(ترمذی:ج2:ص10)

سوال: گرمی کے موسم میں پیاس کی شدت کے باعث انسان ایک ہی وقت میں کئی گلاس پانی پی جاتا ہے۔تو کیا ایسی صورت میں ہر گلاس کو تین سانسوں میں پینا ہوگا یا ہر گلاس کے بعد ایک مرتبہ سانس لینا کافی ہوگا،اور اس سے سنت کی ادائیگی ہوجائے گی یا نہیں؟

جواب: مسنون طریقہ یہ ہے کہ پانی کو تین سانسوں میں پیا جائے۔صورتِ مسئولہ میں چونکہ ہر گلاس مستقل پانی پینا ہے،اس لئے ہر گلاس کو تین سانسوں میں پینے سے

ہی سنت ادا ہوگی۔

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: ہر گلاس کو تین سانس میں پیو، کیونکہ ممکن ہے کہ دوسرا تیسرا گلاس کچھ فصل سے پیوے، تو وہ مجموعی طور پر کئی بار کا پیا ہوگا، اور سانس لینا ایک بار کے پینے میں ہے۔(فتاوی حقانیہ: ج2: ص385)

ایک سانس میں پینا ممنوع ہے:

(1) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ایک ہی مرتبہ میں پانی مت پیو جیسے کہ اونٹ پیتا ہے۔(جمع الوسائل: ص253)

(2) ایک ہی سانس میں پانی پینا خلافِ سنت ہے(فتاوی عثمانی: ج4: ص497)

ہر سانس میں: الحمدللہ: کہنا:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ پانی تین سانس میں پیتے تھے۔ جب برتن کو منہ لگاتے تو: بسم اللہ: کہتے اور جب دُور فرماتے تو: الحمدللہ: کہتے۔ اس طرح تین مرتبہ کرتے۔(جمع الوسائل: ج2: ص253)

برتن میں سانس لینا ممنوع ہے:

(1) برتن منہ سے ہٹا کر سانس لینا۔(شاہراہ سنت: ص70)

(2) حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ برتن میں سانس لیا جائے۔(بخاری شریف: ج2: ص841)

غٹ غٹ پینا ممنوع ہے:

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب پانی پیو تو چوس کر

پیو، غٹ غٹ مت پیو۔(جمع الوسائل:ص253)

اُنڈیلتے ہوئے پانی نہ پینا:

مطلب یہ ہے کہ لبوں اور ہونٹوں سے پانی چوستے ہوئے پیا۔یہ بات گلاس اور کٹورے میں تو پائی جائے گی مگر لوٹوں کی ٹونٹی سے یہ بات حاصل نہ ہوگی۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص123)

اور آج کل بوتل پینے میں بھی یہ بات حاصل نہ ہوگی۔لہذا اگر بوتل پینی ہوں تو کوشش کرے کہ گلاس میں ڈال کر پی لے۔**(قریشی)**

پانی میں ڈکار لینا:

پانی پینے کے درمیان ڈکار نہ لے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص141)

پانی میں پھونک مارنا ممنوع ہے:

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پینے کی چیزوں میں پھونک مارنا مکروہ سمجھتے تھے۔(سیرت الشامی:ج7:ص77)

ٹوٹے ہوئے جگہ سے نہ پینا:

(1) برتن کے ٹوٹے ہوئے کنارے سے نہ پیا۔(شاہراہ سنت:ص71)

(2) پیالے کی ٹوٹی ہوئی جگہ پر منہ رکھ کر پیا مکروہ ہے۔وجوہ کراہت یہ ہے:

☆..... پانی گرنے کا اندیشہ ہے۔

☆.....منہ میں چبھنے کا اندیشہ ہے۔

☆.....اس مقام پر میل وغیرہ جما ہوا ہوتا ہے۔

☆..... یہ طبع سلیم کے خلاف ہے۔(احسن الفتاوی:ج8:ص127)

سونے چاندی کے برتن میں پینے کی ممانعت:

سونے چاندی کے برتن میں نہ پئیں۔حدیث شریف میں آتا ہے کہ جوشخص سونے چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہےتو وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھڑکاتا ہے۔ (ہزار سنتیں:ص90)

لکڑی کا پیالہ سنت ہے:

(1) حضرت عاصم احولؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کا پیالہ حضرت انسؓ کے پاس دیکھا وہ لکڑی کا پیالہ تھا۔(بخاری شریف: ج2:ص842)

(2) حضرت ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ نے ہم کو ایک لکڑی کا ٹوٹا پیالہ دکھلایا جس میں لوہے کے پترے لگے تھے اور کہا: اے ثابت! یہ پیالہ حضور اکرم ﷺ کا ہے۔(جمع الوسائل:ص148)

(3) حافظ ابن حجرؒ نے مطالب العالیہ میں مسند ابویعلی سے نقل کیا ہے کہ محمد بن اسماعیلؒ نے حضرت انسؓ کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ دیکھا جو نبی کریم ﷺ کا تھا، حضور اکرم ﷺ اس سے پانی پیتے اور وضو فرماتے تھے۔(مطالب العالیہ: ج1:ص12)

شیشہ کا پیالہ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس شیشے کا پیالہ تھا، اس سے آپ ﷺ پانی پیتے تھے۔(ابن ماجہ: ج2:ص264)

مٹی کا پیالہ:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ایک پیالہ مٹی کا تھا۔(سیرت شامی: ج 7:ص575)

خلاصہ: خلاصہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس کئی پیالے تھے، لیکن حضور اکرم ﷺ کی عادت طیبہ اسی لکڑی کے پیالہ میں پینے کی تھی کو مٹی کا اور شیشہ کا پیالہ بھی استعمال کیا ہے۔ آج کل لکڑی کا پیالہ نہیں ملتا، اگر لکڑی کا پیالہ بنوا کر پانی پینے کی توفیق ہو جائے تو یہ ثواب عظیم کا باعث اور محبت رسول ﷺ کی واضح علامت ہے۔

(شمائل کبری: ج 1:ص129)

اگر پانی میں مکھی گر جائے:

اگر پانی یا کسی مشروب میں مکھی گر جائے تو اس کو غوطہ دے کر نکال لیں اور وہ پانی یا مشروب استعمال کرلیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کے ایک پَر میں بیماری ہے اور دوسرے پَر میں شفا ہوتی ہے۔(ہزار سنتیں:ص 91)

کھانے کے درمیان پانی پینا:

کھانے کے درمیان پانی نہ پئے۔(شمائل کبریٰ: ج 1:ص140)

کھانے کے بعد فوراً پانی پینا:

آپ ﷺ کھانے کے بعد (فوراً) پانی نوش نہیں فرماتے تھے۔

فائدہ: کھانے کے بعد فوراً پانی پینا معدہ اور ہضم کیلئے مضر ہے۔ اس لئے تھوڑی دیر کے بعد پانی پیا چاہئے۔(شمائل کبریٰ: ج 1:ص123)

پلانے والے کا نمبر آخر میں ہے:

حضرت ابوقتادہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پلانے والے کا نمبر آخر میں ہوتا ہے۔(ترمذی:ج2:ص 11)

فائدہ: یعنی جو شخص پلائے اس کیلئے مسنون ہے کہ وہ آخر میں پئے جب سب لوگ فارغ ہو جائیں۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص125)

پینے کی ابتدا بڑے سے ہو:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب پانی پلاتے تو فرماتے بڑوں سے شروع کرو۔

فائدہ: مجلس میں تقسیم کی ابتدا یا تو بڑے سے ہونا مسنون ہے یا دائیں جانب سے۔اوّل کسی بڑے بزرگ سے ابتداء کر کے دایاں رخ اختیار کرلے۔
(شمائل کبری:ج1:ص125)

پانی پینے کے بعد یہ دعا پڑھے:

پانی پینے کے بعد یہ دعا پڑھنا: اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ لَنَا الْمَآءَ عَذْبًا فُرَاتًا بِنِعْمَتِهٖ وَلَمْ یَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا۔(شاہراہ سنت:ص 71)

دودھ کے بعد کلی کرنا مسنون ہے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دودھ پیا اور کلی فرمائی اور فرمایا: کہ اس میں چکنائی ہوتی ہے۔(بخاری شریف:ج2:ص839)

دودھ پینے کے بعد یہ دعا پڑھے:

:اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ:(شمائل کبری: ج1:ص137)

لباس کی سنتیں اور آداب

سنت کے مطابق لباس پہننے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ

میرے محترم قارئین کرام!

اگر آپ چاہتے ہوں کہ آپ سنت کے مطابق لباس پہننا اور اُتارنا اور بنوانا سیکھ کر ہمیشہ سنت کے مطابق لباس پہنا کریں تو سنت کے مطابق لباس پہننے اور اُتارنے اور بنوانے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ یہ ہے کہ نیچے لکھے گئے لباس کی سنتوں میں سے دو سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لے اور چند وقت تک لباس پہنتے ہوئے اور اُتارتے ہوئے اُن دونوں سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جب وہ دونوں چیزیں آپ کی عادت بن جائیں تو پھر دو اور سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر کے چند وقت تک لباس پہنتے وقت اور اُتارتے وقت اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس طرح وہ بھی آپ کی عادت بن جائے گی۔ اسی طرح دو دو سنتوں کو اپنانے کی کوشش کرتے رہیں، چند وقت میں آپ کا لباس پہننا اور لباس اُتارنا سنت کے مطابق ہو جائے گا۔ (ان شاء اللّٰہ)

شرعی لباس کی تعریف:

جو لباس سنت سے ثابت ہو وہ یقیناً شرعی ہے، اور جس لباس کا سنت میں ذکر نہ ہو اور اس کو صلحاء نے اختیار کیا ہو، کفار اور فساق کا شعار نہ ہو، وہ بھی شرعی لباس ہے۔

(فتاوی محمودیہ:ج19:ص255)

حضور اکرم ﷺ کا پسندیدہ لباس کرتا تھا:

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو تمام لباس میں سب سے زیادہ پسندیدہ کرتا (قمیص) تھا۔(شمائل ترمذی:ص5)

فائدہ: حضور اکرم ﷺ کو لباس میں کرتا زیادہ مرغوب تھا۔ محدث زین الدین عراقی صاحبؒ نے بیان کیا ہے کہ کرتا پہننا مندوب و بہتر ہے، اور حضور اکرم ﷺ کے زیادہ پسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ستر پوشی زیادہ ہے۔ سلائی کی وجہ سے بدن کو گھیرے ہوئے رہتا ہے، بے ستری کا احتمال نہیں رہتا، بخلاف چادر وغیرہ کہ اس میں باندھنے اور دیگر احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔(جمع الوسائل:ج1:ص107)

کُرتے کی مسنون لمبائی:

(1) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جو کُرتا زیب تن فرمایا تھا وہ ٹخنوں سے اوپر تھا۔(شرح مواھب:ج5:ص5)

(2) نصف ساق تک کرتہ مسنون ہے، اس سے کچھ نیچے تک بھی درست ہے۔

(فتاوی محمودیہ:ج19:ص263)

(3) حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جو کرتا زیب تن فرمایا تھا وہ ٹخنوں سے اوپر تھا۔(شمائل کبری:ج1:ص151)

کُرتے کا گریبان:

(1) حضور ﷺ کی قمیص مبارک کا گریبان سینہ کے مقام پر تھا اور یہی قمیص کی سنت ہے۔(عمدۃ القاری:ج21:ص303)

(2) علامہ عبدالحئی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کا گریبان بیچ میں ہوتا تھا، دائیں یا بائیں جانب نہیں۔(السعایۃ:ص174)

(3) حضور اکرم ﷺ کا گریبان مبارک سینے پر تھا(مجم الفتاوی:ج1:ص338)

(4) گریبان گلے کے نیچے سینہ کے درمیان میں رکھنا چاہئے جیسا کہ عام طور پر رکھا جاتا ہے،اس سے ہٹ کر سینہ کے ایک طرف رکھنا جیسا کہ بعض لوگ اس طرح رکھتے ہیں، یہ خلافِ سنت ہے۔(جدید معاملات کے شرعی احکام:ج3:ص63)

کُرتے کا تکمہ(بٹن)

(1) زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا تکمہ کھلا ہوا دیکھا، میں نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے ارشادفرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح(کھلا بٹن)نماز پڑھتے دیکھا ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص152)

(2) حضرت معاویہ بن مرۃؓ نے اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ قبیلہ مزینہ کے لوگوں کے ساتھ میں نے بیعت کی تو آپ ﷺ کے کُرتے کے بٹن کو کھلا ہوا دیکھا۔محدث بیہقیؒ نے لکھا ہے کہ اس کے راوی حضرت عروہؓ نے کہا کہ میں نے معاویہؓ (جو اس حدیث کے ذکر کرنے والے ہیں) کو ہمیشہ گھنڈی ننگی قمیص میں پایا،خواہ گرمی ہو یا سردی۔
(آداب بیہقی:ص352)

فائدہ: یہ محبت اور کمال اتباع کی بات تھی کہ جیسا آپ ﷺ کو دیکھا اسی حال

میں اپنے آپ کو رکھنا پسند کیا اور سردی کی تکلیف کی از راہ محبت کوئی پرواہ نہ کی۔

(شمائل کبریٰ: ج1: ص152)

سوال: کرتہ کی گھنڈی یا بٹن کھلا رکھنا جس سے سینہ بھی کھلا رہے سنت ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے، احیاناً رسول اللہ ﷺ نے کھولے رکھے ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ج2: ص378)

کُرتا پہننے کا مسنون طریقہ:

(1) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ کُرتا زیب تن فرماتے تو دائیں طرف کو پہلے پہنتے۔ (مشکوۃ شریف: ص374)

(2) یعنی کرتا پہنتے تو پہلے دائیں آستین میں ہاتھ ڈال کر پہنتے پھر بائیں آستین میں ہاتھ ڈالتے۔ (مرقاۃ: ج4: ص422)

(3) ہر لباس کے زیب تن کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں جانب سے ابتدا کرے۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص153)

(4) آپ ﷺ جب کوئی چیز پہنتے، لباس زیب تن فرماتے یا جوتیاں، تو پہلے داہنی طرف سے شروع فرماتے اور جب لباس یا جوتا اُتارتے تو پہلے بائیں طرف سے شروع فرماتے۔ (شاہراہ سنت: ص79)

(5) قمیص پہنتے وقت دائیں طرف سے پہننا شروع کریں۔ یعنی پہلے دائیں آستین پہنیں پھر بائیں۔ (ترمذی: ج1: ص306)

(6) کپڑے اُتارتے وقت بائیں طرف سے اُتارنا شروع کریں۔ یعنی پہلے بایاں ہاتھ نکالیں پھر دایاں ہاتھ۔ (ہزار سنتیں: ص47)

آستین کی مسنون مقدار:

(1) آستین میں سنت یہ ہے کہ گٹے تک رہے ۔انگلیوں سے آگے آستین کا ہونا درست نہیں ۔اوراس کے علاوہ مثلاً جبہ،چونہ وغیرہ میں اس سے زائد مگرانگلیوں سے نہ بڑھنا سنت ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص151)

(2) افضل اوربہتر یہ ہے کہ آستین گٹوں تک ہو،ہاں انگلیوں کے اطراف تک کی بھی گنجائش ہے،لیکن اس سے زیادہ طویل رکھنے کی ممانعت ہے،کیونکہ یہ متکبرین کی علامت ہے۔(فتاوی دارالعلوم زکریا:ج7:ص89)

(3) کرتہ کی آستین گٹے تک ہونی چاہئے،اورچونکہ غایۃ اکثرمغیۃ سے خارج ہوتی ہے،اس لئے گٹے کا کھلا رکھنا بہتر ہے۔اورہاتھ کی انگلیوں سے آستین کابڑھا ہواہونا خلافِ سنت ہے۔(امدادالاحکام:ج4:ص324)

(4) حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ حضوراکرمﷺ کے کرتے کی آستین گٹوں تک ہوتی تھی۔(شمائل کبری:ج1:ص151)

کالروالاقمیص پہننا:

(1) کالردارقمیص پہننا مکروہ ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص193)

(2) کالر،نکٹائی کے لوازمات سے ہے جوکہ نصاریٰ کاقومی اورمذہبی نشان ہے۔لہٰذااس سے پرہیز کرنا چاہئے۔(فتاوی فریدیہ:ج9:ص40)

(3) چونکہ کالر،کفاروفساق کاشعار ہے اورطوق لعنت تتمہ ہے۔لہٰذا کالر بنانا مکروہ تحریمی ہے۔(فتاوی فریدیہ:ج9:ص51)

(4) کالرلگاناانگریزوں کاشعارہے۔مسلمانوں کواس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8:ص 370)

(5) بیٹک کالر لگانا: مشابہت بالنصاریٰ: میں داخل ہے اور نا جائز ہے۔ (امداد الاحکام: ج4: ص 335)

علامت نائیک والے لباس وغیرہ پہننے کا حکم:

سوال: سویٹر یا جوتے یا گاڑیوں پر لگے ہوئے پوسٹروں پر: NIKE: لکھا ہوتا ہے اور ساتھ ہی نائک کی علامت بنی ہوتی ہے۔ ایسی اشیاء کے خریدنے کا کیا حکم ہے؟ اور اس سلسلے میں مسلمانوں کی کیا ذمہ داری ہے؟

جواب: نائیک: THE GORLIER INTERNATIONAL DICTIONARY: کے مطابق یونانیوں کی: کامیابی کی دیوی: کا نام ہے، ظاہر ہے کہ یہ ایک شرکیہ نام ہے۔

کفار و مشرکین ابتداءً غیر محسوس طریقے سے مسلمانوں کے درمیان شرکیہ عقائد پر مشتمل اِس قسم کے الفاظ و علامات کی اشاعت کرتے رہتے ہیں، جو عام فہم نہیں ہوتے۔ اِس بناء پر عوام الناس اس کی سنگینی اور اُن میں چھپے شرک کو سمجھ نہیں پاتے اور رفتہ رفتہ اس شرک کی کھلے عام اتنے وسیع پیمانے پر اشاعت ہونے لگتی ہے کہ مسلمانوں کیلئے ایسی اشیاء سے احتراز دشوار ہو جاتا ہے، جن پر اِس قسم کے الفاظ و علامات ہوں۔

نائیک کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ اب اتنی اشیاء پر یہ لفظ و علامت مشاہدہ میں آتی ہے کہ اُن کی خرید و فروخت سے احتراز بظاہر دشوار نظر آتا ہے، پھر بسا اوقات خرید و فروخت کے وقت اس کی طرف توجہ بھی نہیں جاتی۔

اس بناء پر مسلمانوں کی اوّلین ذمہ داری یہ ہے کہ وہ کفار کی اِس قسم کی سازشوں سے ہوشیار رہیں اور جب اس طرح کی کوئی سازش ابتداءً سامنے آئے تو اس کے توڑ کی

بھرپور کوشش کریں، ایسی اشیاء کا، فی الفور یکسر بائیکاٹ کر کے پروان چڑھنے سے پہلے پہلے ہی اس سازش کو ناکام بنادیں۔ تاہم جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے کہ اس طرح کی اشیاء سے احتراز ناممکن یا دشوار ہو جائے تو اُن کی خرید و فروخت کی گنجائش ہے، مگر اُس لفظ یا اُس علامت کو مٹانا لازم ہوگا۔ (آپ کے مسائل کا حل: ج 1: ص 56)

ٹائی استعمال کرنے کی ممانعت:

(1) ٹائی کا استعمال، مسلمان کے قطعاً شایانِ شان نہیں ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ٹائی، صلیب کی نشانی ہے، اور صلیب چونکہ نصاریٰ کا مذہبی شعار ہے۔ لہذا مسلمان کیلئے اس کا استعمال، کفار سے مشابہت کے مترادف ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور نبی کریم ﷺ نے مسلمان قوم کیلئے غیر مسلموں سے مشابہت کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ قیامت کے دن آدمی اُسی کے ساتھ اُٹھے گا دنیا میں جس کی مشابہت اختیار کی ہوگی۔ لہذا ٹائی کا استعمال جائز نہیں۔ (فتاوی حقانیہ: ج 2: ص 408)

(2) ٹائی کا استعمال اگر چہ مسلمانوں میں بھی عام ہو گیا ہے، مگر اس کے باوجود انگریزی لباس کا حصہ ہے، اگر انگریزی لباس تصور نہ کیا جائے، لیکن فساق و فجار کا لباس تو بہر حال ہے۔ لہذا: تشبّہ بالفساق: کی وجہ سے ممنوع قرار دیا جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ اہلِ اصلاح اس لباس کو پسند بھی نہیں کرتے، کیونکہ یہ علماء و صلحاء کے لباس کے خلاف ہے۔ تیسری بات یہ کہ اس کے علاوہ ٹائی میں ایک اور خرابی یہ بھی ہے کہ عیسائی اس سے اپنے عقیدہ: صلیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام: یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب کئے جانے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو کہ قرآنی نص کے خلاف ہے۔ لہذا: تشبّـــــــــہ بـالـکفـار: کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کے مذہبی یادگار اور مذہبی شعار ہونے کی وجہ سے بھی پہننا جائز نہیں۔ (فتاوی محمودیہ: ج 19: ص 289)

(3) ٹائی، عیسائیوں کا نشان ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بچنا لازم ہے۔
(فتاوی محمودیہ:ج24:ص356)

(4) ٹائی لگانا درست نہیں، یہ صلیب کی علامت ویادگار ہے جو عقیدۂ اسلام کے خلاف ہے۔اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے کی طرف اشارہ ہے۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص192)

(5) ٹائی باندھنا جائز نہیں ہے، یہ عیسائیوں کے لباس کا نہ صرف حصہ ہے بلکہ صلیب کی طرح ان کی مذہبی علامات میں سے ہے۔اس لئے ٹائی باندھنے سے گریز کرنا ضروری ہے۔(فتاوی عباد الرحمن:ج2:ص52)

(6) واضح رہے کہ ٹائی عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے،اور مسلمانوں کیلئے دوسری اقوام کا مخصوص لباس اور وضع قطع اختیار کرنا ہر حالت میں ناجائز اور حرام ہے۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے:من تشبہ بقوم فھو منھم:(نماز کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:ج1:ص478)

(7) واضح رہے کہ ٹائی عیسائیوں کا مذہبی نشان ہے اور مسلمانوں کیلئے دوسری اقوام کا مخصوص لباس اور وضع قطع اختیار کرنا ہر حالت میں ناجائز اور حرام ہے۔حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:من تشبہ بقوم فھو منھم:
(تجارت کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:ج3:ص46)

(8) ٹائی کفار وفساق کے استعمال کی چیز ہے اس کی تجارت مکروہ ہے،اس کے فروخت کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حلال طیب نہیں ہے۔(تجارت کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:ج3:ص46)

شلوار پہننا:

سوال: شلوار پہننا افضل ہے یا ازار؟

جــواب: ازار لنگی کو کہتے ہے، لنگی اور شلوار دونوں سُنن عادیہ میں سے ہے، چونکہ اُس زمانے میں لنگی ہی کا عام دستور تھا، اس لئے آپ ﷺ کا بھی عام معمول لنگی باندھنے کا تھا، مگر شلوار کو بھی آپ ﷺ نے پسند فرمایا اور خریدا ہے، جس سے پہننے کا ثبوت ملتا ہے۔ علاوہ ازیں شریعت میں :تستر: کی بہت اہمیت ہے اور ظاہر ہے کہ :تستر: شلوار میں زیادہ ہے۔ اس لئے شلوار پہننا افضل ہے۔ (احسن الفتاوی: ج9: ص40)

شلوار پہننے کا مسنون طریقہ:

شلوار پہنتے ہوئے دائیں طرف سے شروع کریں، یعنی پہلے دایاں پاؤں ڈالیں پھر بایاں پاؤں ڈالیں۔ (ترمذی: ج1: ص306)

پاجامہ اور تہبند کہاں باندھے:

ناف کے قریب باندھنا چاہئے، ناف سے نہ زیادہ اوپر نہ زیادہ نیچے۔ چنانچہ بعض لوگ ناف سے تین یا چار انگلی نیچے کے فاصلے سے باندھتے ہیں، سو اس میں بے پردگی ہوتی ہے، یہ ستر عورت کی حد میں ہے، جن کا دیکھنا باعث گناہ ہے۔

(شمائل کبریٰ: ج1: ص164)

ناڑہ باندھ کر شلوار کے اندر ڈالنا:

ناڑہ کو باندھنے کے بعد شلوار کے باہر نہ لٹکائے رکھے بلکہ شلوار کے اندر ڈال دیا جائے۔ اس لئے کہ بندہ جب کسی مجلس میں بیٹھا ہو اور اس کا ناڑہ نظر آ رہی ہو، تو یہ ادب کے خلاف ہے۔ **(قریشی)**

تہبند و لنگی کی مقدارِ مسنون:

(1) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ لنگی نصف پنڈلی تک پہنا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت میرے آقا حضور اکرم ﷺ کی لنگی کی تھی۔ (شمائل:ص9)

(2) حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا کرتہ ٹخنوں سے اُونچا ہوتا تھا۔ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ نصف پنڈلی تک ہونا چاہئے۔
(شمائل ترمذی:ص53)

(3) حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مؤمن کا تہبند نصف پنڈلی تک ہونا چاہئے، پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔
(ابن ماجہ:ج2:ص294)

فائدہ: یعنی ٹخنوں سے اوپر ہو تب بھی ٹھیک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی مقدار مشروع ہے۔ نصف ساق تک سنت ہے اور ٹخنوں تک جائز ہے۔
(زرقانی علی المواهب:ج5:ص9)

نصف ساق تہبند سنت ملائکہ ہے:

حضرت عمرو بن شعیبؓ کی روایت اپنے دادا سے ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور میں حضرات ملائکہ نصف پنڈلی تک تہبند باندھے رہتے ہیں، تم بھی اسی طرح باندھو۔ (شمائل کبری:ج1:ص165)

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا لنگی یا تہبند باندھنے پر وعیدیں:

(1) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ٹخنوں سے جو نیچا تہبند ہوگا وہ جہنم میں ہوگا۔ (مشکوۃ شریف:ص373)

(2) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: مؤمن کا تہبند نصف پنڈلی تک یا پنڈلی تک یا پھر ٹخنہ سے اوپر ہو، اور ٹخنہ سے نیچا ہو تو جہنم کے لائق ہے۔ (ترغیب:ج3:ص88)

(3) ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر کپڑا لٹکتا ہے وہ آگ میں جلایا جائے گا۔ (شمائل ترمذی:ص102)

(4) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جو فخر کے مارے اپنے کپڑے کو لٹکائے گا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ قیامت کے دن اس پر نظر (رحمت) نہیں فرمائیں گے۔ (مشکوۃ شریف:ص373)

(5) مرد کو پاجامہ، شلوار اور تہبند وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھنا چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ مسلمان کی لنگی (تہبند) آدھی پنڈلی تک ہونا چاہئے، اور اس کے نیچے ٹخنوں تک کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن ٹخنوں کے نیچے جتنے حصہ پر لنگی لٹکے گی وہ آگ میں جلے گا۔ اور جو شخص متکبرانہ کپڑے کو لٹکائے گا قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائیں گے۔ (شاہراہ سنت:ص79)

(6) حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ قیامت کے دن اُن سے کلام نہیں کریں گے، نہ ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائیں گے، نہ ان کو پاک کریں گے اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (اُن میں سے) ایک وہ شخص ہے، جس کی چادر ٹخنوں سے نیچے ہو۔
(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8:ص360)

(7) ٹخنے سے نیچے پاجامہ لٹکانا ناجائز ہے، اس پر احادیث میں بہت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ قوم لوط علیہ السلام پر جن بداعمالیوں سے عذاب آیا ان میں ٹخنے ڈھانکنا بھی ہے۔ اس لئے ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی:ج3:ص296)

(8) ٹخنے سے نیچے پاجامہ لٹکانا ناجائز ہے،اس پر بہت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔
حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر جن بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب آیا اُن میں سے ایک ٹخنے ڈھانکنا بھی ہے۔(نماز کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:ج1:ص337)

(9) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ لنگی،تہبند نیچے لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں کرتا۔(آداب بیہقی:ص352)

(10) ٹخنوں سے نیچے پاجامہ خارج نماز سے پہننا بھی حرام وممنوع ہے۔
(فتاوی دارالعلوم دیوبند:ج3:ص103)

(11) ٹخنوں کا پائجامہ یا تہبند سے چھپا رکھنا (یعنی ٹخنوں سے نیچے لٹکانا)حرام ہے اور نماز اس حالت میں مکروہ تحریمی ہے کو فرض ادا ہو جاتا ہے۔
(فتاوی دارالعلوم دیوبند:ج16:ص102)

(12) حضرت علیؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تہبند کا لٹکانا منافق کی پہچان ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص165)

(13) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنی تہبند کو لٹکا کر زمین سے کھینچ کر چلا کرتا تھا،اس کو دھنسا دیا گیا،وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔(فتاوی رحیمیہ:ج5:ص147)

(14) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:اے مسلمانوں کی جماعت!اللہ تعالیٰ سے ڈرو،جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے آئے گی،مگر اللہ کی قسم!والدین کا نافرمان اس کو نہیں پائے گا،نہ قطع رحمی کرنے والا،نہ بڈھا زنا کار،اور نہ ازراہِ تکبر اپنی چادر گھسیٹنے والا۔کبریائی صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کیلئے ہے۔(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:ج8:ص363)

(15) حضرت جابرؓ کی طویل روایت میں ہے کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار میل کی مسافت سے آئے گی مگر خدا کی قسم پاجامہ لٹکا کر پہننے والے اس کی خوشبو نہ پائیں گے۔

(ترغیب:ص 91)

پتلون پہننے کا شرعی حکم:

(1) واضح رہے کہ شرٹ پتلون یا سفاری سوٹ فساق وفجار اور غیر مسلم کفار کا لباس ہے اور شلوار قمیص (کرتہ) مسلمان دیندار صالحین اور اکابر کا لباس ہے۔اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ صالحین دیندار اور نیک کاروں کے لباس کو اختیار کریں۔اور فساق وفجار اور کفار کے لباس اور طور طریق سے حتی المقدور پرہیز اور اجتناب کریں،کیونکہ حدیث شریف میں ہیں:

:من تشبّہ بقوم فھو منھم: جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کی ہے اس کا حشر بھی اس کے ساتھ ہوگا۔

اور غیر مسلموں کا لباس اختیار کرنا ان کے ساتھ محبت کی علامت ہے، جو شرعاً ممنوع اور حرام ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

:یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ،بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ،وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ،اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ:

ترجمہ: اے ایمان والو! مت بناؤ یہود ونصاری کو دوست، وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے،اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں سے ہے،اللہ تعالی ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو۔

کیونکہ یہود ونصاری اور کافروں کو دوست بنانے یا ان کی مشابہت ومماثلت اختیار کرنے سے مسلمانوں کے دل بھی ان کی طرح سخت ہوجاتے ہیں اور احکام شریعت کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے۔جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی ہیثمیؒ

نے اپنی کتاب :الزواجر عن اقتراف الکبائر: میں حضرت مالک بن دینارؒ کی روایت سے ایک نبی کی وحی نقل کی ہے، وہ یہ ہے:

حضرت مالک بن دینارؒ کہتے ہیں کہ انبیائے سابقین میں سے ایک نبی کی طرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے یہ وحی آئی کہ آپ اپنی قوم سے کہہ دیں کہ نہ میرے دشمنوں کے گھسنے کی جگہ گھسیں اور نہ میرے دشمنوں جیسا لباس پہنیں اور نہ میرے دشمنوں جیسے کھانے کھائیں اور نہ میرے دشمنوں جیسی سواریوں پر سوار ہوں، یعنی ہر چیز میں اُن سے ممتاز اور جدا رہیں، ایسا نہ ہو کہ یہ بھی میرے دشمنوں کی طرح میرے دشمن بن جائیں۔

واضح رہے کہ غیروں کی سی وضع قطع اور اُن جیسا لباس اختیار کرنے میں بہت سے مفاسد ہیں۔ مثلاً:

(1) پہلا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان اور کافر میں ظاہراً کوئی امتیاز نہیں رہے گا، حقیقت یہ ہے کہ :تشبہ بالکفار: کفر کی دہلیز اور اس کا دروازہ ہے۔

(2) غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے۔

(3) کافروں کا لباس اختیار کرنا دَر پردہ اس کی سیادت اور برتری کو تسلیم کرنا ہے۔

(4) اپنی کمتری، کہتری اور غلامی کا اقرار اور اعلان کرنا ہے، جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ اسلام غالب ہوتا ہے، تابع اور مغلوب نہیں ہوتا۔

نیز :تشبّہ بالکفار: کا ایک نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ کافروں سے مشابہت کا دل میں میلان اور داعیہ پیدا ہوگا، جو صراحۃً ممنوع ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہیں:

:وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ، وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ:

ترجمہ: اور مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں پھر تم کو لگے گی آگ اور کوئی

نہیں تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا مددگار، پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے۔

مسند احمد بن حنبل میں ہے: ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں کہ ہم آذربائیجان میں تھے کہ ہمارے امیر لشکر حضرت عتبہ بن فرقدؓ کے نام سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ فرمان پہنچا:

:یاعتبة بن فرقدایاکم والتنعم وزی اھل الشرك ولبوس الحریر: اے عتبہ بن فرقد! تم سب کا یہ فرض ہے کہ اپنے آپ کو عیش پرستی اور کافروں اور مشرکوں کے لباس اور ہیئت اور وضع قطع سے دُور اور محفوظ رکھیں اور ریشمی لباس کے استعمال سے پرہیز رکھیں۔

غرض یہ کہ مسلمانوں پر ضروری ہے کہ فاسق و فاجر غیر مسلم اور کافروں کے لباس کو ہرگز ہرگز اختیار نہ کریں ورنہ قیامت کے دن اُن کے ساتھ حشر ہوگا۔

(فتاوی بینات:ج4:ص371)

(2) پتلون جس جگہ کفار کا مخصوص شعار ہے، اس جگہ اس کو پہننا ناجائز ہے۔

(فتاوی محمودیہ:ج6:ص665)

(3) پینٹ شرٹ پہننا مکروہ تحریمی ہے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8:ص371)

(4) آج کل پینٹ شرٹ (کوٹ پتلون) کا اگرچہ مسلمانوں میں عام رواج ہوگیا ہے، مگر اس کے باوجود اسے انگریزی لباس ہی سمجھا جاتا ہے۔ الغرض: تشبــــــــہ بـالـکفار: نہ بھی ہو تو :تشبّـہ بـالفساق: میں تو کوئی شبہ نہیں۔ لہذا ایسے لباس سے احتراز ضروری ہے۔

پتلون کے متعلق یہ تفصیل اُس وقت ہے جب اس سے :واجــب الستــر: اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر نہ آتا ہو، اگر پتلون اتنی چست اور تنگ ہو کہ اس سے اعضاء کی بناوٹ اور حجم نظر آتا ہو، جیسا کہ آج کل ایسی پتلون کا کثرت سے رواج ہوگیا ہے، تو اس کا

پہننا جائز ہے۔(فتاوی محمودیہ:ج 19:ص280)

(5) کوٹ، پتلون، پینٹ اور ٹائی وغیرہ اصل میں غیر مسلموں کا لباس ہے، اور اب فاسق و فاجر لوگوں کا بھی لباس ہے، اس لئے مسلمانوں کو ایسے لباس استعمال کرنے سے بچنا ضروری ہے، ورنہ غیر مسلم کافروں پر جو عذاب نازل ہوتا ہے وہ مسلمانوں پر بھی نازل ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اللہ والوں کی محبت میں کمی آئے گی، اور ایمان میں کمزوری آئے گی، اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے دشمنوں کی محبت میں اضافہ ہوگا اور یہ دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں ناکامی کا سبب بنے گا اور ایسے لوگوں کا حشر بھی مشابہت کی وجہ سے غیر مسلموں اور فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

پھر اگر پتلون اتنی تنگ اور چست ہو کہ مستور اعضاء کا حجم نظر آتا ہو، اور اندر کے شکل کی غمازی کرتا ہو تو اس کا پہننا حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ اس سے لباس کا بنیادی مقصد ہی حاصل نہیں ہوتا، اس قسم کا لباس سینا اور بنانا بھی ناجائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حرام ہے۔ اور اگر تنگ اور چست نہیں ہوگا تو اس کو پہننے کی گنجائش ہوگی۔

اسی طرح ان ملبوسات کی خرید و فروخت اور تجارت سے بھی احتراز ضروری ہے، ان کی تجارت کراہت سے خالی نہیں ہے، البتہ آمدنی حرام نہیں ہے۔
(تجارت کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ج5:ص 364)

(6) مسلمانوں کو کوٹ، پتلون پہننا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں تشبہ غیر مذہب والوں کے ساتھ ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے: من تشبہ بقوم فھو منھم:
(فتاوی دار العلوم دیوبند:ج16:ص106)

(7) پینٹ، بوشرٹ پہننا مکروہ ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص193)

(8) کوٹ پتلون وغیرہ انگریزوں کا قومی شعار ہے، لہذا اس کا پہننا مکروہ ہے۔ اور اگر: تشبّہ: کی بھی نیت ہو تو حرام ہے۔(امداد الاحکام:ج4:ص 340)

نیکر پہننے کی ممانعت:

(1) نیکر پہن کر کھیلنے والے کھلاڑی اور تماشائی دونوں سخت گنہگار ہیں۔ آپ ﷺ نے ستر دیکھنے اور دکھانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8:ص375)

(2) ہاف پینٹ، جانگھیہ، اسی طرح ہر وہ لباس جس سے گھٹنے کھلے رہتے ہوں بالغ اور مراہق کے لئے ناجائز اور گناہ کی بات ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص192)

(3) مردوں کیلئے سترعورت کی مقدار، ناف سے لے کر گھٹنوں تک کوئی کپڑا پہننا اور بدن کا چھپانا فرض ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص192)

(4) جس لباس میں گھٹنے کھلے رہیں مردوں کیلئے وہ لباس جائز نہیں ہے، کیونکہ گھٹنے بھی عورت (ستر) میں داخل ہیں۔ ان کا چھپانا لازم ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند:ج16:ص111)

(5) آج کل بعض لوگ سرِعام لوگوں کے سامنے نیکر (ہاف پینٹ) پہنے پھرتے ہیں، جس سے ان کے گھٹنے اور رانیں نظر آتی ہیں، یہ حرام ہے۔

ایسے ہی کھلے گھٹنوں اور رانوں کی طرف نظر کرنا بھی حرام ہے۔ خاص کر کھیل کود کے میدان، ورزش کرنے کے مقامات اور ساحل سمندر پر اس طرح کے مناظر زیادہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ لہٰذا ایسے مقامات پر جانے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

(ہزار سنتیں:ص38)

چادر اُوڑھنے کا حکم:

حضرت عمر بن خطابؓ نے جو خطوط ملکوں کے ذمہ داروں کے پاس بھیجے اُن میں

آپ ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ چادر کا استعمال کرو۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص160)

چادر اُوڑھنا انبیا کرام علیہم السلام کی سنت ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ چادر اوڑھنا سر پر کپڑا رکھنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔(سیرت:ج7:ص455)

چادر کی مسنون لمبائی و چوڑائی:

(1) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک حضری چادر تھی جس کی لمبائی چار چار ہاتھ اور چوڑائی دو ہاتھ ایک بالشت تھی۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص160)

(2) ابن ملقن نے واقدیؒ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک چادر تھی جس کی لمبائی چھ ہاتھ اور چوڑائی تین ہاتھ تھی۔(سیرت:ج7:ص483)

(3) حضرت ابن سعدؒ نے حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی چادر کی لمبائی چار گز اور چوڑائی دو گز اور ایک بالشت تھی۔

(فتاوی عثمانیہ:ج10:ص65)

چادر کا رنگ:

(1) آپ ﷺ کو رنگین چادریں پسند تھیں، کیونکہ ان میں میل نمایاں نہیں ہوتا تھا۔علماء نے منقش یمنی دھاری دار چادر کو مستحب قرار دیا ہے۔(جمع الوسائل:ص115)

(2) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب صبح کے وقت باہر تشریف لاتے تو آپ ﷺ پر کالا کمبل (چادر) ہوتا۔(مدارج النبوت:ج6:ص129)

چادر پہننے کا ممنوع طریقہ:

چادر اس طرح اُوڑھنا کہ اس کے دونوں کنارے کندھوں پر ڈال دیئے جائیں ممنوع ہے۔یہ عام لوگوں کا طریقہ ہے۔بہتر یہ ہے کہ اسلام کے طریقہ پر دائیں طرف کو بائیں کندھے پر ڈال دیا جائے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص160)

ٹوپی پہننا مسنون ہے:

(1) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سفید ٹوپی پہنتے تھے۔ (شمائل کبریٰ:ج1:ص161)

(2) حضرت فرقدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھایا آپ ﷺ کے سر مبارک پر سفید ٹوپی تھی۔(سیرت:ج7:ص447)

(3) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ سفید گول ٹوپی پہنتے تھے۔(مجمع:ج5:ص124)

(4) حضرت ابو کبشہؓ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی گول ٹوپی سر سے چپکی ہوئی ہوتی تھی۔(مشکوۃ شریف:ص374)

فائدہ: یعنی سر سے چپکی ہوئی ہوتی تھی،اُٹھی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔ (مواھب لدنیہ:ج5:ص14)

(5) آنحضرت ﷺ سفید ٹوپی اوڑھا کرتے تھے۔(شاہراہ سنت:ص78)

(6) ٹوپی یا عمامہ پہننا سنت ہے،اور خلافِ سنت وضع قطع کے بُرا اور قبیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔آنحضرت ﷺ نے دونوں چیزوں کے استعمال پر مواظبت فرمائی ہے۔ ننگے سر رہنا آج کل فساق وفجار کا شعار ہے اس لئے اس میں زیادہ قباحت ہے۔نیز لباس

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نعمت ہے جو زینت بھی ہے اور گرمی وسردی وغیرہ تکالیف سے حفاظت بھی، اور نعمت کا ترک کفرانِ نعمت ہے۔(احسن الفتاوی:ج8:ص182)

(7) ٹوپی اور دستار دونوں سنت ہے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8:ص355)

(8) ٹوپی پہننا مسنون ہے۔(فتاوی قاسمیہ:ج23:ص458)

(9) حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے ٹوپی پہننا اور سر ڈھانکنا صحیح سندوں سے ثابت ہے، اس لئے ٹوپی پہننے کو مسنون اور مستحب قرار دیا جائے گا اور بلاضرورت اور بلاعذر ننگے سر رہنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔(کتاب النوازل:ج2:ص241)

ننگے سر رہنا:

وقتِ ضرورت ننگے سر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن جو طریقہ آج کل رائج ہو رہا ہے کہ ہر وقت ننگے سر بالوں میں تیل ڈالے ہوئے پھرتے رہتے ہیں، یہ طریقہ اصالۃً صلحاء اور اہل مروت کا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے دشمنوں کا طریقہ ہے، اس سے اجتناب لازم ہے۔(فتاوی محمودیہ:ج19:ص306)

عمامہ باندھنا سنت ہے:

(1) عمامہ سنت ہے خاص کر نماز کے موقع پر (یعنی نماز کے وقت خاص کر اہتمام محمود ہے)۔(مناوی:ص165)

(2) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عمامہ باندھا کرو، اس سے حلم وبُردباری میں اضافہ ہوگا۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص169)

(3) حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ عمامہ مؤمن کا وقار ہے۔

(کنز العمال:ج19:ص222)

سر پر کسی کپڑے کو بطور عمامہ لپیٹ لینا:

(1) آپ ﷺ عمامہ کے علاوہ (نہ ہونے پر) کپڑے کے ٹکڑے (مانند رومال وغیرہ) بھی لپیٹ لیتے تھے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص173)

(2) صاحب سیرت الشامی نے بیان کیا ہے کہ اگر عمامہ نہ ہوتا تھا تو آپ ﷺ کپڑے کے ٹکڑے کو سر اور پیشانی پر باندھ لیتے تھے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص173)

جمعہ کے دن عمامہ باندھنے کی فضیلت:

حضرت ابو درداءؓ کی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص169)

عمامہ باندھنے کا طریقہ:

عمامہ کھڑے ہو کر باندھنا چاہئے۔اس کے برخلاف عمامہ بیٹھ کر باندھنا، نسیان اور فقر پیدا کرتا ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص173)

عمامہ کے نیچے ٹوپی مسلمانوں کا شعار ہے:

حضرت رکانہؓ نبی پاک ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔

(مشکوۃ شریف:ص374)

فائدہ: مسلمان عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور کفار بغیر ٹوپی عمامہ باندھتے

تھے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص170)

عمامہ کی لمبائی:

(1) حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ سفر وحضر کے صافہ کی لمبائی ساتھ ہاتھ ہوتی تھی اور ایک ہاتھ چوڑائی ہوتی تھی۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص171)

(2) امام نوویؒ نے ذکر کیا ہے کہ ایک عمامہ کی لمبائی چھ ہاتھ تھی اور ایک دوسرے عمامہ کی جو بڑا تھا بارہ ہاتھ لمبائی تھی۔(زرقانی علی مواھب:ج5:ص4)

(3) صاحب مدخل نے عمامہ کی مقدار سات ہی ہاتھ بتائی ہے۔

(خصائل:ص91)

عمامہ کا رنگ:

(1) آپ ﷺ نے سفید، سیاہ اور زرد رنگ کا صافہ باندھا ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص171)

فائدہ: ذخیرۂ حدیث میں عمامہ کے تین رنگ ملتے ہیں۔سیاہ،سفید اور زرد۔ سبز عمامہ کی روایت نہیں ملی۔وہ سبز عمامہ جو مائل بسیاہی ہو، سیاہ میں داخل ہو جائے گا۔اہل عرب کے یہاں سیاہ کا اطلاق جس طرح کالے پر ہوتا ہے اسی طرح اُس سبز پر جو مائل بسیاہی ہو اپنی گہراہی کی وجہ سے اسے بھی سیاہ کہہ دیا جاتا ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص172)

(2) آپ ﷺ سفر میں سفید اور حضر میں عموماً سیاہ عمامہ باندھتے تھے۔

(مواھب الدنیه:ج5:ص14)

عمامہ کا شملہ چھوڑنے کا طریقہ:

(1) نبی کریم ﷺ نے غدیر خم کے دن حضرت علیؓ کو بلایا اور عمامہ باندھا اور اس کا شملہ پیچھے چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اس طرح عمامہ باندھو۔
(شرح مواھب لدنیہ:ج5:ص10)

(2) حضرت عمر بن حریثؓ فرماتے ہیں کہ وہ (خوشنما اور پُروقار) منظر میرے سامنے ہے جب نبی پاک ﷺ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ سیاہ عمامہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر تھا اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا۔(مسلم:ص440)

(3) آپ ﷺ عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ (اکثر دونوں شانوں کے درمیان) ضرور چھوڑ دیتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ عمامہ باندھتے تو شملہ دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے۔(مشکوۃ شریف:ص375)

(4) شملہ دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا بہتر ہے(خصائل:ص 93)

(5) شملہ چھوڑنا مستحب ہے اس کا ترک مکروہ ہے۔ شملہ آگے یا دائیں جانب یا بائیں جانب یا پیچھے چھوڑنا بھی منقول ہے۔ زیادہ پیچھے دونوں کندھوں کی جانب منقول ہے۔(سیرت الشامی:ج7:ص440)

شملہ کی مقدار:

(1) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ابن عوفؓ کو عمامہ باندھا چار انگل یا ایک بالشت کے برابر شملہ چھوڑ دیا۔
(زرقانی علی المواھب:ج5:ص12)

(2) شملہ چھوڑنا مستحب ہے۔ اس میں تین قول ہیں۔ وسط ظہر تک یا موقع جلوس تک یا ایک بالشت۔(فتاوی دارالعلوم دیوبند:ج16:ص114)

سر پر کپڑا رکھنا:

گرمی اور دھوپ سے بچاؤ کیلئے رومال یا کپڑا سر پر ڈال لینا سنت ہے۔

(بخاری شریف:ج2:ص864)

پردہ کی جگہ کپڑے تبدیل کرے:

کپڑے ایسی جگہ جا کر پہنیں جہاں آپ کو کوئی نہ دیکھے،اسی طرح اگر کوئی کپڑے تبدیل کر رہا ہوتو اس کی طرف نہ دیکھے،یہ بہت بُری بات ہے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ستر دکھانے والے اور دیکھنے والے کو اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی رحمت سے دُور رکھے گا۔

(شعب الایمان:ج1:ص126)

کپڑے کو جھاڑنا:

کپڑوں کو جھاڑ کر پہنیں،تا کہ اگر ان میں کوئی چیونٹی وغیرہ ہوتو نکل جائے۔

(ہزار سنتیں:ص 41)

جب دھونے یا سونے کے لئے کپڑے اُتارے تو یہ دعا پڑھے:

آپ ﷺ نے فرمایا: جنات کی آنکھوں اور انسان کے ستر کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب مسلمان کپڑا اُتارنے کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے:بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَآاِلٰہَ اِلَّا ھُوَ:(شمائل کبریٰ:ج1:ص196)

جب کپڑہ پہن لے تو یہ دعا پڑھے:

:اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَااُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص194)

فضیلت: حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، جب بندہ کپڑے پہن کر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی تعریف کرتا ہے تو ابھی وہ کپڑا اس کے ٹخنوں تک بھی نہیں پہنچتا کہ اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔(عمل الیوم واللیلۃ:ص15)

جب کپڑا نکالے تو تہہ کر کے رکھے:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ شیطان تمہارے کپڑے استعمال کرتا ہے۔جب تم میں سے کوئی کپڑا اُتارے تو اسے چاہئے کہ اسے لپیٹ کر تہ لگا کر رکھے۔
(کنزالعمال:ج19:ص218)

کپڑے تبدیل کرنے کے بعد اپنی جگہ پر رکھنا:

کپڑے تبدیل کرنے کے بعد اُتارے ہوئے کپڑوں کو ان کی جگہ پر رکھیں، مثلاً: اگر وہ میلے ہیں تو میلا دان میں ڈالیں اور اگر دوبارہ پہننے ہیں تو تہ کر کے الماری میں رکھیں یا کھونٹی وغیرہ پر لٹکا دیں۔اِدھر اُدھر پھینکنا بہت بُری بات ہے۔(ہزار سنتیں:ص 47)

سونے کا تہبند الگ رکھنا، اور کپڑے اُتار کر سونا:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ اس کپڑے میں نماز نہ پڑھتے تھے جسے پہن کر اہل کے پاس آرام فرماتے۔(طحاوی شریف:ج1:ص30)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے کپڑے سونے کے کپڑے کے علاوہ رکھے تاکہ نماز میں طہارت کا اہتمام ہو۔عموماً سونے کے کپڑے میں نجاست کا احتمال واشتباہ رہتا ہے۔خصوصاً نئی عمر یا اہل وعیال میں رہنے والوں کو اس سے احتیاط چاہئے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص230)

نیا کپڑا جمعہ کے دن پہننا مسنون ہے:

(1) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نیا کپڑا پہنتے تو اسے جمعہ کے دن پہنتے۔(سیرت خیرالعباد:ج7:ص425)

(2) نیا کپڑا جمعہ کے دن پہنیں، یہ سنت ہے(مظاہر حق:ج4:ص175)

(3) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس دو کپڑے تھے جسے آپ ﷺ زیب تن فرماتے تھے جب آپ واپس آتے تو ہم اسے اسی طرح لپیٹ کر رکھ دیتے۔(مجمع:ج5:ص178)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن عمدہ لباس پہننا سنت ہے۔اگر عمدہ کپڑا ایک ہو تو اسے جمعہ کے لئے استعمال کیا جائے پھر رکھ دیا جائے یہ بھی بہتر ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص184)

(4) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب جمعہ کا دن ہو غسل کرے، عمدہ خوشبو لگائے، کپڑوں میں عمدہ کپڑے پہنے پھر نماز کو جائے اور کسی کی گردن نہ پھاندے، پھر خطبہ سنے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ بلکہ تین سے زائد کے گناہ معاف کردے گا۔(ترغیب:ج1:ص498)

عید کے دن عمدہ لباس پہننا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک عمدہ دھاری دار لال چادر تھی جسے عیدین میں زیب تن فرماتے تھے۔(مجمع:ج5:ص 201)

فائدہ: معلوم ہوا کہ کوئی عمدہ لباس جو جمعہ و عیدین کے موقع پر استعمال کرے

رکھنا سنت ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص184)

وفد کی آمد پر عمدہ کپڑا پہننا:

حضرت جندب بن مکیثؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس وفد آتا تو آپ ﷺ اچھے کپڑے زیب تن فرماتے اور اپنے بڑے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے۔
(حیات الصحابہؓ:ج2:ص834)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تقریبات کے موقع پر باہر سے معزز لوگوں کی آمد پر عمدہ لباس زیب تن کرنا درست ہی نہیں بلکہ بہتر اور مسنون ہے۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص183)

سفید لباس مسنون ہے اور سفید کپڑے پہننے کی فضیلت:

(1) آپ ﷺ نے فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو، یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور ایسے ہی کپڑوں میں مردوں کو دفن کیا کرو۔(ترمذی:ج1:ص118)

(2) نبی پاک ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر لباس جس میں تم اللہ تعالیٰ جل شانہ سے قبروں یا مساجد میں ملاقات کروں گے وہ سفید ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص162)

فائدہ: مساجد اور محافل اور ملاقاتوں کے سلسلے میں سفید کپڑا زیب تن کرنا افضل ہے۔عیدین اور جمعہ کے لباس کا بھی سفید ہونا بہتر ہے۔(جمع الوسائل:ص121)

(3) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ رب العزت نے جنت کو سفید بنایا ہے اور اسے سفید رنگ پسند ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص162)

(4) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس میں سے ہے۔سفید کپڑہ ہی زندگی کی حالت

میں پہننا چاہئے اور سفید ہی کپڑے میں مردوں کو دفن کرنا چاہئے۔
(شمائل ترمذی:ص 59)

میلا گندہ لباس پہننا ناپسندیدہ ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ؄ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا اُس پر گندے کپڑے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ کچھ نہیں پاتا کہ اس سے اپنے کپڑے دھولے۔ (آداب بیہقی:ص 346)

فائدہ: آپ ﷺ نے زجراً فرمایا کہ اس کے پاس اتنی بھی گنجائش نہیں کہ کپڑے صاف کرلے۔ کیونکہ گندہ پہننا اچھی بات نہیں ہے۔ (شمائل کبریٰ: ج 1:ص 183)

کپڑے میں جب تک پیوند نہ لگالے نہ اُتارے:

حضرت عائشہ؄ فرماتی ہیں کہ مجھ سے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تُو آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو دنیا کے لئے اتنا سامان کافی ہونا چاہئے جتنا مسافر ساتھ لے کر چلتا ہے۔ خبردار! مالدار کی مجلس سے پرہیز کرو اور کسی کپڑے کو پرانا نا قابل استعمال اُس وقت تک نہ بناؤ جب تک کہ تم اس پر پیوند نہ لگاؤ۔ (مشکوۃ:ص 178)

فائدہ نمبر (1): یعنی جب پرانا ہو کر پھٹنے لگے تو اسے الگ نہ کردے تاوقتیکہ پیوند نہ لگالے۔

فائدہ نمبر (2): پیوند لگے کپڑے کا استعمال سنت ہے۔ اسے بُرا یا حقیر سمجھنا بڑے خطرے کی بات ہے۔

فائدہ نمبر (3): حضرت عائشہ صدیقہ؄ پھر اس کے بعد بغیر پیوند لگائے کپڑے کو ترک نہیں کرتی تھیں۔ (شمائل کبریٰ:ج 1:ص 179)

حضور اکرم ﷺ کی پیوند لگی چادر:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا انہوں نے مجھے نبی پاک ﷺ کی ایک پیوند لگی چادر دکھائی۔(ترغیب:ج3:ص108)

فائدہ: پیوند کو آج کل ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، جہالت اور بڑے خوف کی بات ہے۔آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے پیوند لگے کپڑے استعمال کئے ہیں اور یہ سنت ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص159)

سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کا پیوند لگا ہوا لباس:

(1) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کو خلافت کے زمانے میں دیکھا ہے کہ ان کے کپڑوں پر کندھے کے درمیان تین تین پیوند ایک دوسرے پر لگے ہوئے تھے۔(ترغیب:ج3:ص113)

(2) ایک موقع پر سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ خلیفہ ہونے کی حالت میں خطبہ دے رہے تھے اور ان کے کپڑے پر بارہ پیوند لگے تھے۔(مرقاۃ:ج4:ص430)

فائدہ: سوچنے کی بات ہے کہ سیدنا فاروق اعظمؓ جیسا جلیل القدر صحابی تو پیوند کو محبوب سمجھے اور خلافت کی حالت میں بھی اس کو معیوب نہ سمجھے اور ہم اس کے متبعین..... اسے بُری اور ذلت کی نگاہ سے دیکھیں۔اللہ کی پناہ۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص179)

لباس میں سادگی اختیار کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے:

(1) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام صوف

(موٹے اون کا ارزاں لباس) پسند کرتے تھے۔خود بکریوں کا دودھ نکال لیتے تھے۔اور گدھوں کی سواری کرتے تھے۔(ترغیب:ج3:ص109)

فائدہ: یعنی لباس بھی سادہ اور ارزاں استعمال کرتے تھےاور کام میں عیب نہیں سمجھتے تھے،معمولی کام بھی خود کر لیتے تھے،سواری میں بھی سادگی تھی۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص180)

(2) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:اللہ ایسے سادہ مزاج کو پسند کرتا ہے جسے کوئی پرواہ نہیں کہ اس نے کیا پہنا ہے۔(ترغیب:ج3:ص108)

فائدہ: یعنی اسے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس نے کیا کپڑا پہنا ہے۔ اچھا خوشنما ہے یا نہیں بلکہ محض ستر پوشی میں سنت اور شریعت کی رعایت کرتا ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص180)

حیثیت کے باوجود سادہ لباس پہننے کی فضیلت:

(1) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جو شخص عمدہ لباس کو خدا تعالیٰ جل شانہ کے لئے تواضعاً چھوڑ دے باوجودیکہ اسے حیثیت ہے تو قیامت کے دن اسے تمام مخلوق کے سامنے بلایا جائے گا اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ وہ ایمان کے جس جوڑے کو چاہے اختیار کرے۔

(ترغیب:ج3:ص107)

(2) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:جس نے خوبصورت وعمدہ لباس اللہ کیلئے چھوڑ دیا باوجود وسعت کے،اللہ تعالیٰ جل شانہ اسے عزت کا لباس پہنائے گا۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص181)

(3) خوشحال لوگوں کے لئے جن کو عمدہ لباس کی قدرت ہو،سادہ ومتواضعانہ لباس مستحب وباعث ثواب ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص192)

عمدہ لباس کی اجازت ہے جبکہ فخر کے لئے نہ ہو:

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اسے پسند ہے کہ اپنے بندے پر نعمت کا اثر دیکھے۔(مطالب عالیہ: ج 2:ص 262)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عمدہ لباس کبر نہیں ہے اس کا تعلق لباس یا کسی شئے کی عمدگی اور خوشنمائی سے نہیں ہے بلکہ دل سے ہے۔اگر اس سے دوسروں کی تحقیر وتذلیل ہوتو یہ مذموم ہے۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 182)

شہرت اور دکھاوے کی نیت سے لباس نہ پہنے:

(1) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایسا کوئی لباس پہنے جس سے وہ دوسرے پر بڑائی ظاہر کرے اور یہ کہ لوگ اس کی طرف دیکھیں تو اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کی طرف نگاہ نہیں فرمائے گا تاوقتیکہ وہ اسے اُتار ندے۔(ترغیب:ج 3:ص 115)

(2) آپ ﷺ نے فرمایا: جو شہرت (نام ونمود اور دکھاوے) کیلئے کوئی کپڑا پہنے گا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کپڑے کو قیامت کے دن پہنائے گا اور جہنم کی آگ اس پر لگادے گا۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 177)

فائدہ: لباسِ شہرت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اچھا یا امتیازی لباس اس لئے پہنے تاکہ لوگوں میں اس کے لباس کا چرچا ہو، لوگ اس کے لباس کی تعریف کرے۔سو یہ نیت درست نہیں، بلکہ یہ نیت اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نزدیک ذلت اور رسوائی و ناراضگی کا باعث ہے۔

لباس میں یہ نیت ہو کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ستر چھپانے کو دیا ہے اور یہ نیت ہو کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جمیل ہے اور نظافت و جمال کو پسند کرتا ہے اس لئے نظیف وجمیل لباس

پہنتاہوں یا یہ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نعمتوں کا اظہار ہو اس نے ہمیں اظہارِ نعمت کا حکم دیا ہے۔یہ قصد و ارادے محمود ہیں اور باعث ثواب ہیں۔(شمائل کبریٰ: ج 1:ص 177)

(3) بڑائی جتانے کیلئے، لوگوں میں برتری وفوقیت ظاہر کرنے کیلئے، شہرت اور دکھاوے کی نیت سے عمدہ لباس پہننا درست نہیں۔(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 192)

تصویر دار کپڑے پہننے اور پہنانے کی ممانعت:

(1) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک چادر خریدی جس میں تصویر تھی۔ جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو دروازے پر ہی کھڑے رہے، اندر تشریف نہ لائے۔ میں نے آپ ﷺ کی ناراضگی کو سمجھ لیا اور میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ سے توبہ کرتی ہوں اپنی غلطی پر۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ چادر کیسی ہے؟ میں نے کہا میں نے اسے خریدا ہے تا کہ آپ ﷺ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اصحابِ تصاویر کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس میں روح ڈالو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گھر جس میں تصاویر ہوں اُس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔(مشکوۃ شریف: ص 375)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تصویر دار کپڑے یا چٹائی یا بستر کا استعمال خلاف شرع ہے۔ آج کل تصویر دار اشیاء کے استعمال کی بڑی کثرت ہے اور بلا جھجک اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ صابن، شیمپو، بچوں کے کپڑے، کریم، سرتیل اور مختلف چیزوں پر تصاویر ہوتی ہیں۔ اور دوکانوں اور مکانوں کو تصویر سے مزین کیا جاتا ہے، بڑی ہلاکت اور بربادی کی بات ہے۔ ذرا بھی شریعت کا لحاظ نہیں۔

یاد رکھیں! وہ گھر اور مکان اور دوکان وغیرہ رحمت کے فرشتوں کی آمد سے محروم رہتے ہیں جہاں یہ تصویر ہوتی ہیں۔

لہذا کوشش کریں کہ ایسی چیزیں استعمال نہ کریں جس پر تصاویر ہوں، اگر بعض چیزیں قابل استعمال ہوں اور اُن چیزوں پر تصاویر ہوں تو اُن چیزوں سے تصاویر کو مٹا کر اُن چیزوں کو استعمال کریں۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص185)

(2) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اُس میں ہم داخل نہیں ہوتے۔

(طحاوی:ص363)

(3) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: حضرات ملائکہ اُس گھر میں نہیں آتے جہاں کوئی تصویر ہوں۔(طحاوی:ج2:ص363)

(4) چھوٹے بچے اگرچہ مکلف نہیں ہیں، لیکن اُن کو ایسے کپڑے پہنانا جن میں مختلف قسم کے جانوروں کی تصاویر ہوں، درست نہیں، کیونکہ تصاویر کی وجہ سے رحمت کے فرشتے گھر میں نہیں آتے۔اس لئے چھوٹے بچوں کو ایسے کپڑے پہنانے سے احتراز کرنا چاہئے۔اور ایسے کپڑے بچوں کو پہنانے کی صورت میں گناہ بچوں پر عائد نہ ہوگا بلکہ پہنانے والا گنہگار ہوگا۔(فتاوی عثمانیہ:ج10:ص70)

افسوس ناک المیہ:

اپنے بچوں کو تصویر والے لباس پہنانے والے لوگ کیا یہ نہیں سوچتے کہ جس اللہ رب العزت نے یہ اولاد دیا ہے اِن تصاویر کی وجہ سے وہ رب ناراض ہوکر یہ اولاد چھین بھی سکتے ہیں۔**(قریشی)**

مردوں کے لئے سرخ رنگ کپڑے پہننے کی ممانعت:

(1) نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ خبردار! لال رنگ مت استعمال کرو، یہ شیطان کا محبوب رنگ ہے۔(مجمع:ج5:ص133)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا گزر آپ ﷺ کے پاس سے ہوا، وہ دو لال کپڑوں میں ملبوس تھا، اُس نے گزرتے ہوئے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 175)

فائدہ: چونکہ وہ ایک ناپسندیدہ لباس میں ملبوس تھا۔(مشکوۃ:ص 375)

زعفرانی رنگ پہننے کی ممانعت:

(1) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں سرخ اور زرد رنگ استعمال نہیں کرتا۔ (شمائل کبریٰ:ج 1:ص 176)

(2) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے مردوں کو زعفرانی رنگ سے منع فرمایا ہے۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 176)

ریشمی لباس پہننے کی حرمت:

(1) رسول پاک ﷺ نے فرمایا: ریشمی لباس مت پہنو، جو اسے دنیا میں پہنے گا آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 191)

(2) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا دائیں ہاتھ میں ریشمی کپڑا اور بائیں ہاتھ میں سونا لئے فرما رہے تھے یہ دونوں حرام ہیں ہماری اُمت کے مردوں پر۔(ترغیب:ج 3:ص 96)

باریک اور انتہائی چست و تنگ لباس پہننے کی ممانعت:

(1) ایسا تنگ اور چست لباس جس میں جسم کے خاص اعضاء کی ساخت اور ہیئت نمایاں ہوتی ہو لباس کے مقصود کے منافی ہے۔کیونکہ لباس سے اصل مقصود ستر پوشی ہے اور ساتھ ساتھ زینت بھی۔لیکن اس طرح کے لباس سے نہ تو یہ مقصد حاصل ہوتا ہے اور

نہ ہی زینت حاصل ہوتی ہے، بلکہ یہ تو بے حیائی ہے اور سلیم الفطرت لوگوں کی نظر میں بجائے زینت کے بُرا لگتا ہے۔(فتاوی عبادالرحمن:ج2:ص 52)

(2) لباس اتنا چھوٹا ،باریک یا چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہو جائیں جن کا چھپانا واجب ہے۔(آپ کے مسائل اوراُن کا حل:ج8:ص352)

(3) ایسا باریک لباس نہ پہنیں جس سے جسم نظر آئے اور نہ ہی ایسا تنگ لباس پہنیں جس سے جسم کے اعضا نمایاں ہوتے ہوں۔ایسے لوگوں کے لئے حضور اکرم ﷺ نے بڑی وعیدیں سنائی ہیں۔(مشکوۃ شریف:ص 377)

عورتوں اور مردوں کوایک دوسرے کے لباس سے مشابہت اختیار کرنے پر وعیدیں:

(1) آپ ﷺ نے فرمایا: چار شخصوں پر دنیا اور آخرت کی لعنت ہے اور فرشتوں کی ان پر آمین ہے (یعنی لعنت پر) اُن میں ایک تو وہ ہے جسے خدا نے مرد بنایا اور وہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے اور اپنے کو عورت کی مثل بناتا ہے (ترغیب:ج3:ص105)

(2) آپ ﷺ نے فرمایا: تین شخص جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔اُن میں سے ایک تو وہ ہے جو عورتوں کی طرح لباس اختیار کرنے والا ہوں (ترغیب:ج3:ص106)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو لباس عرف میں مردوں یا عورتوں کے لئے خاص ہے ایک دوسرے کو اس کا استعمال ناجائز اور حرام ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ عورتوں اور مردوں کو کسی بھی طور و طریق میں نہ لباس میں اور نہ لباس کے علاوہ دیگر اشیاء میں ایک دوسرے کے طور و طریقہ کو اپنانا چاہئے کیونکہ یہ خدا تعالیٰ جل شانہ اور رسول ﷺ کی جانب سے لعنت کی بات ہے۔اور ایک دوسرے کے مثل بننا قابل

لعنت ہے۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص186)

لباس میں کفار کی مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت:

تشبّہ کا مفہوم:

اپنی ہیئت اور وضع تبدیل کر کے دوسری قوم کی وضع اور ہیئت اختیار کرنے کا نام :تشبّہ: ہے۔

کافروں کا معاشرہ اور تمدن اور لباس اختیار کرنا درپردہ ان کی سیادت اور برتری کو تسلیم کرنا ہے۔ کیا یہ صریح ظلم نہیں کہ دعویٰ تو ہو ایمان کا، اسلام کا، اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا اور صورت ہیئت اور وضع قطع اور لباس اس کے دشمنوں کے۔ (العیاذ باللّٰہ)(شمائل کبریٰ:ج 1:ص187)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہمیں کفار کے لباس اور ان کی وضع و ہیئت کے اختیار کرنے سے سخت گریز کرنا چاہئے کہ اس میں اپنے شعائر کی توقیر و تعظیم ہے۔ لہذا کوٹ پتلون، انگریزی قمیص اور اسی طرح نصاریٰ کے لباس کو بالکلیہ ترک کر دینا چاہئے۔ (شمائل کبریٰ:ج 1:ص187)

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے میرے اوپر دو زرد رنگ کے کپڑے دیکھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کافروں کا لباس ہے ان کو مت پہنو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے کہا: میں ان (کے رنگ) کو دھو دوں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ جلا دو (مشکوۃ:ص374)

(2) آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ شخص اسی قوم میں شمار ہوگا۔(ابو داؤد:ج3:ص559)

فائدہ: ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مراد.....اس سے لباس اور ظاہری اُمور میں مشابہت اختیار کرنا ہے۔غیرقوم سے تشبّہ اختیار کرنا سخت وعید کی بات ہے۔اس کا شمار انہی دشمنانِ اسلام کے ساتھ ہوگا۔اللہ تعالیٰ جل شانہ کی پناہ کتنی بڑی وعید ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص187)

(3) لباس کا تعلق اگر چہ انسان کے ظاہر پر ہے لیکن باطن پر بھی اس کا خاص اثر ہوتا ہے،اس لئے اسلامی وضع قطع مسلمانوں کیلئے نہایت ضروری ہے۔دوسری اقوام کی وضع قطع اور اُن جیسی شکل وصورت بنانے سے بچنا مسلمانوں کیلئے لازم ہے۔

(فتاوی عثمانیہ:ج10:ص332)

(4) لباس میں تین چیزیں حرام ہیں۔**(1)** مردوں کو عورتوں،اور عورتوں کو مردوں کی وضع کا لباس پہننا۔**(2)** وضع قطع اور لباس کی تراش خراش میں فاسقوں اور بدکاروں کی مشابہت کرنا۔**(3)** فخر ومباہات کے انداز کا لباس پہننا۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:ج8:ص365)

(5) لباس کا تعلق اگر چہ انسان کے ظاہر سے ہے،لیکن باطن پر بھی اس کا خاص اثر ہوتا ہے،اس لئے اسلامی وضع وقطع مسلمانوں کیلئے نہایت ضروری ہے۔دوسری اقوام کی وضع وقطع اور اُن جیسی شکل وصورت بنانے سے بچنا مسلمانوں کیلئے لازم ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے تو وہ ان ہی میں شمار ہوگا۔

ملا علی قاریؒ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے آپ کو لباس وغیرہ میں کفار یا فساق وفجار کے مشابہ بنایا اور یا صوفیاء،صلحاء اور نیک لوگوں کے مشابہ بنایا تو وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ہاں گناہ یا بھلائی میں اُن ہی لوگوں میں شمار ہوگا۔

(فتاوی عثمانیہ:ج10:ص332)

سونے اور بیدار ہونے کی سنتیں اور آداب

سنت کے مطابق سونے اور بیدار ہونے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ

میرے محترم قارئین کرام!

اگر آپ چاہتے ہوں کہ آپ سنت کے مطابق سونے اور بیدار ہونے کا طریقہ سیکھ کر ہمیشہ سنت کے مطابق سویا اور بیدار ہوا کریں تو سنت کے مطابق سونے اور بیدار ہونے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ یہ ہے کہ نیچے لکھے گئے سونے اور بیدا ہونے کی سنتوں میں سے دو سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لے اور چند دن تک سوتے ہوئے اور بیدار ہوتے ہوئے اُن دونوں سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جب وہ دونوں چیزیں آپ کی عادت بن جائیں تو پھر دو اور سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر کے چند دن تک سوتے ہوئے اور بیدار ہوتے ہوئے اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس طرح وہ بھی آپ کی عادت بن جائے گی۔ اسی طرح دو دو سنتوں کو اپنانے کی کوشش کرتے رہیں، چند وقت میں آپ کا سونا اور بیدار ہونا سنت کے مطابق ہو جائے گا۔ (ان شاء اللّٰہ)

سونے سے پہلے دروازہ بند کرنا:

:بسم اللّٰہ: پڑھ کر دائیں ہاتھ سے دروازہ بند کریں۔

(مسلم شریف:ج2:ص 171)

رات میں دروازہ بند نہ کرنے پر شیطان کا آنا:

حضرت وحشی بن حربؓ فرماتے ہیں کہ رات کو نبی کریم ﷺ کسی ضرورت کیلئے نکلے اور گھر کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔ جب حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لائے تو ابلیس کو گھر کے بیچ میں کھڑا دیکھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اے خبیث! ہمارے گھر سے ذلیل ہو کر نکل۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم گھر یا کمرہ سے رات کو نکلو تو دروازہ بند کر لو۔

فائدہ: دیکھا آپ نے شیطان خبیث نے حضور اکرم ﷺ تک کو نہ چھوڑا۔ لیکن چونکہ حضور اکرم ﷺ محفوظ تھے اس لئے حضور اکرم ﷺ کو ضرر نہیں پہنچا سکا۔

دروازہ بند رہنے سے جنات وشیاطین کے علاوہ انسانوں سے بھی حفاظت رہتی ہے، دروازہ کھلا دیکھ کر اُن کو موقعہ لگ سکتا ہے، ہمت ہو سکتی ہے، جو دروازہ بند پانے میں نہ ہو گی۔ یہ سنت کے برکات ہیں۔ (شمائل کبری:ج 1:ص 221)

سونے سے پہلے چراغ روشنی گل کرنا:

(1) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ سونے کا ارادہ فرماتے تو دروازہ بند فرما لیتے، مشکیزہ کا منہ باندھ دیتے، پیالہ ڈھانک دیتے، چراغ گل کر دیتے۔ (مطالب عالیہ:ج2:ص 396)

(2):بسم اللّٰہ: پڑھ کر دائیں ہاتھ سے آگ وغیرہ جس سے آگ لگنے کا اندیشہ ہو بجھا دیں۔ (مسلم شریف:ج2:ص 171)

سونے سے پہلے برتن ڈھانکنا:

(1):بسم اللّٰہ: پڑھ کر دائیں ہاتھ سے برتن ڈھانک دیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے جس کھلے ہوئے برتن سے گزرتی ہے اس میں وبا کا کچھ حصہ ضرور داخل ہوتا جاتا ہے۔(مسلم شریف:ج2:ص171)

(2)اگر کوئی بالٹی (وغیرہ کہ جس کو پورا بند نہ کر سکے) تو اس کے منہ پر کوئی لکڑی رکھ دیں۔(مسلم شریف:ج2:ص171)

(3)جن برتنوں میں کھانے پینے کی چیزیں ہوں ان سب کو ڈھانپ دیں۔

(مسلم شریف:ص 1037)

سونے سے پہلے بال بکھرے ہوتو کنگھی کرنا:

(1)حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب بستر پر تشریف لاتے (سونے سے پہلے)مسواک فرماتے ،وضو فرماتے اور کنگھی فرماتے۔

(سیرۃ الشامی:ج7:ص545)

(2)سونے سے پہلے کنگھی کرنا سنت ہے۔(سیرت الشامی:ج7:ص545)

سونے سے پہلے سرمہ لگانا:

(1)حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سونے سے پہلے ہر آنکھ میں اثمد (سرمہ کی ایک قسم ہے) کی تین تین سلائی ڈالا کرتے تھے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص222)

(2)سرمہ دانی رکھیں اور سوتے وقت خود بھی ڈالیں اور بچوں سے بھی اہتمام

کروائیں۔تین تین سلائیاں دونوں آنکھوں میں ڈالیں۔ پہلے تین مرتبہ دائیں آنکھ میں پھر تین مرتبہ بائیں آنکھ میں ڈالیں۔(مشکوۃ:ج2:ص513)

سونے سے پہلے سب کومعارف کرنا:

سونے سے پہلے سب کو معاف کر کے سوئیں، کیونکہ یہ سنت مصطفیٰ ﷺ ہے۔
(ہزار سنتیں:ص27)

سونے سے پہلے مسواک کرنا مسنون ہے:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اُس وقت آرام نہ فرماتے جب تک کہ مسواک نہ فرمالیتے۔(شرح مواھب:ج5:ص68)

سونے سے پہلے مسواک تیار رکھنا:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سوتے تو مسواک آپ ﷺ کے سرہانے ہوتا، بیدار ہوتے تو اوّلاً آپ ﷺ مسواک فرماتے۔
(مسنداحمد:ج2:ص117)

سونے سے پہلے وضو کرنا مسنون ہے:

(1) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو نماز کی طرح وضو فرماتے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص218)

(2) باوضو سونا سنت ہے۔(شمائل کبریٰ:ج3:ص518)

(3) حافظؒ نے لکھا ہے کہ باوضو سونا سنت ہے۔اگر باوضو ہے مثلاً عشاء کی نماز کا وضو باقی ہے تو یہ وضو کافی ہے الگ سے وضو کی ضرورت نہیں (فتح الباری:ج11:ص111)

(4) باوضوسونا سنت ہے۔(وضو کے مسائل کاانسائیکلوپیڈیا:ج 2:ص 54)

(5) رات کواور قیلولہ کے وقت اگر ممکن ہوتووضوکر لےورنہ تیمم کر کے سوئیں۔

(فتاویٰ شیخ الاسلام:ص 17)

باوضوسونے سے شہادت کا ثواب:

حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جوباوضوسوئے اوراسی رات میں انتقال ہوجائے توشہید مرتا ہے(یعنی شہادت کا ثواب پاتا ہے)۔

(وضو کے مسائل کاانسائیکلوپیڈیا:ج 2:ص 54:55)

باوضوسونے پرفرشتے کی دعا:

حضرت عمر بن عیینہؓ فرماتے ہیں کہ حضوراکرمﷺ نے فرمایا: جوشخص طہارت کی حالت میں رات گزارتا ہےتواس کے ساتھ بستر میں ایک فرشتہ ہوجاتا ہے۔جب یہ شخص کروٹ لیتا ہےتوفرشتہ کہتا ہے:اے اللہ!اپنے اس بندے کی مغفرت فرمااس نے باوضورات گزاری۔(مجمع الزوائد:ج 1:ص 232)

باوضوسونے سے پوری رات عبادت کا ثواب:

حافظ ابن حجرؒ نے ابومرایہ العجلی کے طریق سے ذکرکیاہے کہ جوشخص پاکی کی حالت میں بستر پرآتا ہےاورذکر کرتا ہواسوجاتا ہےتواس کابستر مسجد بن جاتا ہے،اوروہ نماز وذکر کی حالت میں رہتا ہے،یہاں تک کہ بیدارہوجائے۔(فتح الباری:ج 11:ص 110)

باوضوسوناشیطان سے حفاظت کاذریعہ:

باوضوسونے والے انسانوں سے شیاطین کھیلتے نہیں(یعنی ان کوپریشان نہیں

کرتے)۔(فتح الباری:ج5:ص176)

فائدہ: باوضو سونے سے شیاطین وجنات کے حملے نہیں ہوتے،ان سے حفاظت رہتی ہے۔آسیب اور خوابہائے پریشانی سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔خصوصاً جو نیند میں ڈرتے ہوں اُن کیلئے باوضو سونا حفاظت کا ذریعہ ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص219)

سونے کے لئے الگ کپڑے پہننا:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ اس کپڑے میں نماز نہ پڑھتے تھے جسے پہن کر اہل کے پاس آرام فرماتے۔(طحاوی شریف:ج1:ص30)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے کپڑے سونے کے کپڑے کے علاوہ رکھے تاکہ نماز میں طہارت کا اہتمام ہو۔عموماً سونے کے کپڑے میں نجاست کا احتمال واشتباہ رہتا ہے۔خصوصاً ئی عمر یا اہل وعیال میں رہنے والوں کو اس سے احتیاط چاہئے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص230)

آلودہ ہاتھ بلا دھوئے سونا منع ہے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی پاک ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو چکنائی (وغیرہ) سے آلودہ ہاتھ سو جائے اور (ہاتھ) دھوئے نہیں اور اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے (مثلاً کوئی جانور وغیرہ کاٹ لے) تو خود ہی کو ملامت کرے (کہ اس کے حرکت سے ایسا ہوا)۔(ابوداؤد:ص227)

گرمی اور سردی میں سونے کا مسنون طریقہ:

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ جب گرمی آتی تو شب جمعہ سے باہر سونا اور جب سردی آتی تو شب جمعہ سے گھر میں سونا پسند

فرماتے۔(جامع صغیر:ص418)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ موسم کی تبدیلی سے سونے کی جگہ سردی اور گرمی میں بدلے تو شب جمعہ سے شروع کرے کہ اس میں برکت ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص236)

سونے سے پہلے بستر جھاڑنا:

(1) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر آئے تو اسے اپنے ازار کے اندرونی حصے سے جھاڑے، اسے نہیں معلوم کہ اس میں کیا ہے۔

(ابوداؤد:ص688)

(2) سونے سے پہلے بستر جھاڑلیں تاکہ اگر اس میں کوئی موذی کیڑا وغیرہ ہو تو نکل جائے۔(ابوداؤد:حدیث نمبر 5050)

سونے سے پہلے یہ دعا پڑھے:

سونے سے پہلے یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا:

(بخاری شریف:ج2:ص445)

سونے کی مسنون ہیئت:

(1) حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب بستر پر تشریف لاتے تو دائیں کروٹ پر آرام فرماتے۔(بخاری شریف:ج2:ص934)

(2) حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ بستر پر تشریف لاتے تو اپنے ہاتھ کو رخسار کے نیچے رکھ لیتے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص223)

(3) داہنا ہاتھ سر یا دائیں رخسار کے نیچے رکھ لے۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو آرام فرمانے کیلئے بستر پر لیٹتے تو اپنا ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھ لیتے (یعنی داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر داہنی کروٹ پر قبلہ رُو لیٹ جاتے)۔(معارف السنۃ:ج2:ص388)

(4) دائیں کروٹ پر سونا۔عبادت (سنت نبوی ﷺ) ہے،علماء کا طریقہ ہے۔ (شمائل کبریٰ:ج1:ص225)

(5) لیٹنے کیلئے یہ ہے کہ داہنی کروٹ پر قبلہ رُخ لیٹیں، یہ حالت ابتدائی ہے، پھر جس طرف بھی انسان کروٹ بدلے گا جائز ہو جائے گا۔(فتاویٰ شیخ الاسلام:ص203)

(6) سوتے وقت دائیں کروٹ پر اور قبلہ رُو ہو کر لیٹنا دو الگ الگ سنتیں ہیں۔ کیونکہ ان دونوں پر حضور اکرم ﷺ نے عمل فرمایا ہے۔(فتاوی عثمانیہ:ج10:ص422)

(7) بائیں کروٹ سونا۔یہ طریقہ بادشاہوں اور اہل تنعم کا ہے۔کھانا ہضم کرنے کے لئے معین ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص225)

قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر نہ سوئے:

(1) جان بوجھ کر قبلہ کی جانب پیر پھیلا کر سونا مکروہ تحریمی ہے، جو حرام کے قریب ہے۔جو شخص جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے وہ فاسق اور :مردود الشھادۃ: ہے،یعنی شرعاً اس کی گواہی مردود اور نامقبول ہے(فتاوی دار العلوم زکریا:ج7:ص626)

(2) قبلہ کی طرف پاؤں کر کے قصداً سونا خلافِ ادب ہے۔
(کفایت المفتی:ج4:ص298)

چت سونا:

(1) چت سونا۔یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ ہے۔یہ حضرات اس

ہیئت میں لیٹ کر آسمان وزمین کی پیدائش اور حکمت پر تفکر فرماتے تھے۔

(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 225)

(2) چت لیٹنا خلاف سنت نہیں البتہ دائیں کروٹ پر آپ ﷺ زیادہ سوتے تھے عمومی عادت یہی تھی۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 224)

پیٹ کے بل سونا خلافِ سنت ناپسندیدہ ہے:

(1) حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو پیٹ کے بل سویا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح سونا اللہ تعالیٰ جل شانہ کو پسند نہیں۔

(مسند احمد:ج 2:ص 304)

(2) حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ مسجد میں ایک شخص کے پاس سے گزرے جو پیٹ کے بل سویا ہوا تھا، آپ ﷺ نے اسے پیر سے ٹھوکر دی اور فرمایا: اُٹھو یہ جہنمی کا سونا ہے۔(زرقانی:ج 5:ص 69)

فائدہ: پیٹ کے بل سونا صورتاً بھی قبیح ہے اور طب اور صحت کے اعتبار سے انتہائی مضر ہے۔اور دوزخی اسی طرح لیٹیں گے۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 224)

(3) منہ کے بل سونا یعنی اُوندھے منہ سونا۔یہ طریقہ شیطان کا ہے۔(اور دوزخی کا سونا ہے)۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 225)

چارپائی پر سونا سنت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک چارپائی تھی جس کے پائے ساگوان لکڑی کے تھے۔آپ ﷺ اسی پر آرام فرماتے تھے۔یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔(سیرۃ الشامی:ج 7:ص 564)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ چارپائی پر سونا مسنون ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص235)

کھجور کی چٹائی پر سونا سنت ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے چٹائی پر (بغیر بستر وچادر کے) آرام فرمایا۔ آپ ﷺ کے جسم اطہر پر چٹائی کے نشانات اُبھر آئے۔ آپ ﷺ جب بیدار ہوئے تو میں ہاتھ پھیرنے لگا (نشانات کو مٹانے لگا) میں نے کہا: آپ ﷺ سونے سے پہلے بتادیتے تو میں آپ ﷺ کیلئے بستر بچھا دیتا تاکہ یہ نشانات نہ ہوتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا مطلب؟ میری مثال تو اس راہ گیر کی طرح ہے جو کسی درخت کے سایہ میں رُک گیا ہو، اور آرام کر کے چل دے (ظاہر ہے کہ ایسا آدمی کیا انتظام کرے گا)۔ (ترمذی:ج2:ص60)

حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر پر چٹائی کے نشان:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور اکرم ﷺ چٹائی پر آرام فرما رہے تھے، جس کے نشان جسم اطہر پر آ گئے تھے۔ (شمائل کبری:ج1:ص241)

حضور اکرم ﷺ کا بوریا پر سونا:

حضرت حفصہؓ فرماتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا بستر ٹاٹ کا تھا۔

فائدہ: یعنی صرف ٹاٹ ہی پر سوتے، اس پر کوئی چادر وغیرہ نہ بچھاتے۔ کس قدر سادگی کی بات ہے۔ آج اس پر سونا اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا۔ ہم لوگ عیش وتنعم میں پڑھ کر غفلت میں زندگی گزار رہے ہیں۔

دراصل یہ دنیا ایک گزرگاہ ہے، جائے قیام وراحت وتنعم نہیں، اصل منزل ومکان تو جنت ہے۔ دنیا کا تنعم بسا اوقات آخرت سے غفلت کا باعث ہوتا ہے۔

(شمائل کبری:ج1:ص242)

حضور اکرم ﷺ کے بستر کی نوعیت:

نبی پاک ﷺ کے آرام وراحت فرمانے کی کوئی ہمیشہ ایک ہی شکل وحالت متعین نہیں تھی۔ آپ ﷺ کبھی کھجور کی چھالوں سے بنی ہوئی چارپائی پر بغیر بستر آرام فرماتے، کبھی بستر پر آرام فرماتے، مگر بستر نرم اور گدے دار پسند نہ فرماتے، کبھی چمڑے کے ٹکڑے پر آرام فرماتے، کبھی چٹائی پر جو کھجور سے بنی ہوتی، کبھی صرف زمین پر بغیر بستر کے آرام فرماتے، کبھی ریت ہی میں لیٹ جاتے، کبھی سیاہ چادر یا کمبل پر۔ البتہ آپ ﷺ زیادہ تر چارپائی پر بغیر کسی بستر اور چادر کے آرام فرماتے، جس سے جسم اطہر پر چٹائی کے نشانات پڑ جاتے۔

گدے دار یا نرم بستر آپ ﷺ کو بالکل گوارا نہ تھا، نہ آپ ﷺ اسے پسند فرماتے، آپ ﷺ کے بستر کی نوعیت یہ تھی کہ ایک کپڑا تھا اسے دو تہہ کر کے بچھا دیا جاتا۔ ایک مرتبہ اسے چار تہہ کر دیا تو آپ ﷺ نے اسے پسند نہ فرمایا۔

یہ آپ ﷺ کے تواضع مسکنت اور زہد کے اعلیٰ شان پر ہونے کی وجہ سے تھی۔ سادہ زندگی کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا، تنعم اور تعیش کی شکلوں سے اپنے آپ کو باوجود وسعت وفراوانی کے محفوظ رکھا۔

عیش وتنعم کی شکلوں کو جسے آپ ﷺ نے چھوڑ دیا، اُمت آج اسی پر فخر ووقار اور عزت محسوس کر رہی ہے، اسی وجہ سے ہم سنت کے برکات سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔

(شرح مواھب:ج5:ص69)

زائد بستر کی ممانعت:

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک بستر آدمی کیلئے ہے، ایک بستر اس کی بیوی کے لئے، ایک بستر مہمان کے لئے ہے۔ (اس سے زائد) چوتھا بستر شیطان کے لئے ہے۔ (مشکوۃ شریف: ص373)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے زائد بستر رکھنا جس کا استعمال نہ ہو، یا نوبت کم آئے بہتر نہیں۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص244)

سونے کے وقت اور گھر میں بیٹھنے کے وقت تکیہ استعمال کرنا سنت ہے:

(1) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر گھر میں (حضرت میمونہؓ کے) داخل ہوئے، اپنے سر مبارک کو تکیہ پر رکھا جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ (مسند احمد: ص369)

فائدہ: سونے اور بیٹھنے کے وقت تکیہ کا استعمال آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص290)

(2) حضرت جابر بن سمرةؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کے گھر آیا تو آپ ﷺ کو تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ گھر میں کبھی آرام کے لئے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے تھے۔ (شعب الایمان: ص195)

(3) حضرت جابر بن سمرةؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب تھا۔ (ترمذی: ص101)

فائدہ: تکیہ دائیں جانب یا بائیں جانب ہر صورت جائز ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص289)

چمڑے کا تکیہ سنت ہے:

(1) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس پر آپ ﷺ لیٹے ہوئے تھے اور اس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا۔ (مسلم: ج1:ص193)

(2) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا تکیہ جس پر آپ ﷺ ٹیک لگاتے تھے چمڑے کا تھا، جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔

فائدہ: اُس زمانہ میں عربوں میں چمڑے کا تکیہ رائج تھا جس میں کھجور کی چھال ہوتی تھی۔ (شمائل کبریٰ:ج1:ص223)

(3) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے بستر کا تکیہ جس پر آپ ﷺ سوتے تھے، چمڑے کا تھا جس کا بھراؤ چھال سے تھا (شمائل کبریٰ:ج1:ص223)

مہمان کو تکیہ پیش کرنا:

(1) حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سامنے میرے روزہ کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ تشریف لائے میں نے آپ ﷺ کو تکیہ پیش کیا۔

فائدہ: علامہ طیبیؒ نے بیان کیا ہے کہ مہمان کا اکرام تکیہ سے ہو، یعنی تکیہ پیش کرنا اس کی تکریم میں داخل ہے۔ (شمائل کبریٰ:ج1:ص289)

(2) حضرت عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور اکرم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ مجھے لے کر کھڑے ہوئے اور گھر تشریف لائے اور خادمہ نے حضور اکرم ﷺ کو تکیہ پیش کیا۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص291)

تکیہ پیش کرنے کا ثواب:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ سیدنا فاروق اعظمؓ کی خدمت میں تشریف لائے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ تکیہ کا سہارا لگائے بیٹھے تھے۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے تکیہ حضرت سلمانؓ کی خدمت میں پیش کر دیا تو حضرت سلمانؓ نے کہا: اَللّٰهُ اَكْبَرُ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ: تو سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا: اے ابو عبداللہ! حدیث پیش کرو۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے تکیہ میری جانب ڈال دیا۔ پھر فرمایا: اے سلمان! نہیں ہے یہ بات کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کے پاس داخل ہو اور اسے اکراماً تکیہ پیش کرے مگر یہ کہ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ (سیرۃ الشامی: ج7: ص569)

مسجد میں سونا اور لیٹنا:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: جو شخص مسجد میں نماز کے ارادہ سے نہ سوتا ہو، اس کا سونا مکروہ ہے۔ یعنی اس ارادہ سے سوئے کہ نماز میں سہولت ہو۔ محض سونے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: مسجد کو سونے کا اڈہ نہ بناؤ۔

مسجد کو سونے کی جگہ بنانا جائز اور درست نہیں، البتہ مسافر کو مسجد میں سونا درست ہے جیسے اہل تبلیغ حضرات۔ اسی طرح اُن حضرات کو بھی اجازت ہے جو راتوں کو اُٹھ کر عبادت کرنے والے ہیں اور رات میں نماز پڑھنے کے عادی ہیں۔

فقہاء کرام نے بھی مسجد میں سونے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ درمختار میں ہے کہ معتکف اور مسافر کے علاوہ کو مسجد میں سونا درست نہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ مسجد میں اس وجہ سے سوتے ہیں کہ کشادہ

اورآرام دہ باعث سکون کی جگہ ہے۔ان کا سونا یقیناً ازروئے شرع مسجد کی حرمت کے خلاف ہےاوردرست نہیں۔اربابِ انتظام ایسے سونے والوں کوسختی سے منع کریں۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص237)

لوگوں کے بیچ یا راستہ پر سونا ممنوع ہے:

(1) حضرت جابرؓ سے روایت کہ آپ ﷺ نے لوگوں کے درمیان اور راستہ پر سونے سے منع فرمایا ہے۔(مجمع:ج7:ص100)

فائدہ: لوگوں کے درمیان سونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ بیٹھے ہوں اور یہ ان کے بیچ میں سوجائے۔ظاہر ہے کہ اس میں ہرایک کو پریشانی ہے۔ذرا کنارے جا کر سونا چاہئے تا کہ ہرایک کو سہولت ہو۔

راستہ پر سونا ممنوع ہے،آمدورفت کرنے والوں کو پریشانی ہوگی۔بسااوقات سونے میں بے ستری ہوتی ہےگزرنے والوں کی نگاہ پڑسکتی ہے جوحیاوشرم کے خلاف ہے۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص225)

(2) گزرگاہ پر سونا خلاف سنت ہے،اورایذاءِ مسلم کا باعث ہے۔لہذا اس سے بچیں۔(مجمع الزوائد:ج7:ص100)

مکان میں تنہا سونا منع ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے گھر میں اکیلے سونے سے منع فرمایا ہے۔(کنزلعمال:ج19:ص258)

فائدہ: گھر میں اکیلے سونا منع ہے،اس میں بہت سے مصالح ہیں۔ خدانخواستہ خوف یا ڈرلاحق ہوگیا،اچانک یا کوئی حادثہ یا طبعیت خراب ہوجائے تو کون مدد

اور دیکھ بھال کرے گا۔کم از کم تنہائی کی وحشت تو محسوس کرے گا، جو نیند میں خلل کا باعث ہوگا۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص226)

بغیر چاردیواری کی چھت پر سونا منع ہے:

ابن شیبانی صاحبؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: جو ایسی چھت پر رات گزارے جس میں منڈیر (چاردیواری) نہ ہو تو میں اس سے بیزار ہوں۔(ابو داؤد:ص687)

فائدہ: طیبیؒ نے لکھا ہے ہر ایسی چھت جس میں کوئی رُوک وغیرہ نہ ہو، ایسا سونے والا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے۔جو خود کو ہلاکت میں ڈالے اس سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی حفاظت کا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔یعنی حفظ کے اسباب کی رعایت بندوں پر ضروری ہے۔بلامنڈیر کی چھت میں خطرہ یہ ہے کہ کروٹ لینے میں رات کو دھوکہ ہو جائے یا نیند وغنودگی کی حالت میں اٹھ کر چلنے لگ جائے۔

حضور اقدس ﷺ نے ہر خطرہ کے موقع سے احتیاط کا حکم دیا ہے، خود کو خطرہ اور ہلاکت میں ڈالنا اور توکل کرنا ممنوع ہے۔ظاہر کی موافقت کرتے ہوئے ہمیں توکل کا حکم دیا ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص226)

ہر خطرہ کی جگہ سونا منع ہے:

حضرت زہیرؒ ایک صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی مجانی (ایسی چھت جس پر کوئی آڑ چاردیواری وغیرہ، یعنی امن کی چیز نہ ہو) پر سو جائے اور گر کر مر جائے تو اس کی کسی پر ذمہ داری نہیں، اسی طرح طوفان اور تلاطم کے وقت دریائی سفر کرے اور اس میں ڈوب جائے تو اس کی بھی ذمہ داری اٹھالی گئی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایسا خطرناک کام کرنا جس سے بظاہر خطرے کا اندیشہ ہو، اختیار کرنا منع ہے کہ اپنے آپ کو نقصان اور ہلاکت میں لے جانا درست نہیں۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص227)

قیلولہ سنت ہے، اور قیلولہ کی فضیلت:

(1) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب قبا تشریف لاتے تو حضرت اُمِ حرامؓ کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ انہوں نے کھانا کھلایا۔ آپ ﷺ اس کے بعد آرام فرمانے لگے، یعنی قیلولہ فرمایا۔
(بخاری شریف:ج2:ص929)

(2) شیخ احمد سرہندی، امام ربانی، حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دوپہر کے وقت سنتِ قیلولہ کی نیت سے تھوڑی دیر کیلئے سو جانے پر وہ اجر ملتا ہے جو کروڑہا نفلی شب بیداریوں پر انسان کو نہیں ملتا۔ (خطبات فقیر:ج28:ص127)

قیلولہ کا مفہوم:

اس کے معنی ہیں دوپہر کو کھانے سے فراغت پر لیٹنا اور آرام کرنا ہے، خواہ نیند آئے یا نہ آئے۔ (عمدة القاری:ج4:ص22)

جمعہ کے دن قیلولہ کا وقت:

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی پاک ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتے پھر قیلولہ کرتے۔ (بخاری شریف:ج1:ص138)

فائدہ: جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد کھانا کھانا پھر قیلولہ کرنا سنت ہے۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص238)

عصر کے بعد سونا:

(1) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو عصر کے بعد سوئے اور اس کی عقل میں فتور ہو جائے تو اپنے سوا کسی دوسرے پر ملامت نہ کرے۔

(مطالب عالیہ:ج2:ص397)

(2) فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد سونا مکروہ ہے۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8:ص650)

مغرب کے بعد سونا:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ عشاء سے قبل (مغرب کے بعد) سونے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (بخاری شریف:ص84)

فائدہ: مغرب کے بعد سوئے تو عشاء کی نماز فوت ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس وجہ سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ لیکن اگر نیند کا غلبہ ہو یا سفر سے تھکا ماندہ ہو تو درست ہے، اور کسی سے اُٹھانے کو کہہ دے۔ (شمائل کبریٰ:ج1:ص229)

عشاء کے کھانے کے بعد متصلاً نہ سوئے:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کھانے کو ذکر و نماز کے ذریعہ ہضم کرو۔ کھانے کے بعد (متصلاً) مت سوؤ کہ دل سخت ہو جائے۔

(جامع صغیر:ج1:ص61)

عشاء کے بعد متصلاً سونا:

(1) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عشاء سے قبل نہیں سوئے

اور عشاء کے بعد گفتگو نہیں فرماتے بلکہ سوجاتے۔(سبل الھدیٰ:ج7:ص394)

(2) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ شروع رات میں سوجاتے اور آخر رات میں بیدار رہتے (عبادت فرماتے)۔(زرقانی:ج5:ص67)

(3) حضرت ابو برزہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ عشاء سے قبل سونے کو اور عشاء کے بعد گفتگو کو ناپسندیدہ سمجھتے تھے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص230)

(4) حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ عشاء کے بعد آپ ﷺ گفتگو اور بات کی مذمت فرماتے تھے۔(بخاری شریف:ج1:ص84)

(5) آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ آپ ﷺ عشاء کے بعد متصلا سوجاتے۔ (شرح مواہب:ج5:ص67)

(6) سیدنا فاروق اعظمؓ لوگوں کو عشاء کے بعد گفتگو پر مارا کرتے تھے،اور فرمایا کرتے تھے کہ ابھی باتوں میں لگو گے اور آخر رات میں سوؤ گے (قرطبی:ج13:ص138)

عشاء کے بعد دینی گفتگو کی اجازت ہے:

(1) عشاء کے بعد جن باتوں کی ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے،اُن سے وہ باتیں مراد ہیں جو بے جا ہنسی مذاق،جھوٹی کہانیوں اور خبروں پر مشتمل ہوں یا پھر ایسی بے مقصد گفتگو ہو جس میں دین و دنیا دونوں کا فائدہ نہ ہو۔

البتہ ایسی گفتگو جس میں دینی اُمور کا تذکرہ ہو یا دنیوی مباح غرض کیلئے کوئی بامقصد گفتگو ہو یا باہمی اُنس ومحبت کے لئے صاف وشفاف گفتگو ہو تو جائز ہے۔تاہم اُنس ومحبت کے مکالمہ سے پرہیز پھر بھی بہتر ہے تاکہ تہجد یا نماز فجر کیلئے آسانی کے ساتھ بیدار ہو سکے۔

مذکورہ حکم اُس شخص کیلئے ہے جو گفتگو کے باوجود فجر کی باجماعت نماز میں آسانی

کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے۔اگر کسی کو اندیشہ ہو کہ وہ صبح کی نماز میں شریک نہیں ہو سکے گا تو اس کے لئے عشاء کے بعد جلدی سونا ضروری ہے، تاکہ فجر کی باجماعت نماز میں آسانی کے ساتھ شریک ہو سکے۔(فتاوی عبادالرحمن:ج7:ص236)

(2) سیدنا فاروق اعظمؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ، سیدنا صدیق اکبرؓ سے مسلمانوں کے دینی معاملات میں گفتگو فرماتے اور میں بھی ہوتا۔(فتح الباری:ج2:ص74)

عشاء کے بعد اہل وعیال سے گفتگو کرنا:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات نبی کریم ﷺ نے (عشاء کے بعد) بیویوں کو ایک قصہ سنایا۔(شمائل ترمذی:ص18)

فائدہ: آپ ﷺ رات میں کبھی بیوی اور بچوں کے سامنے قصہ اور واقعات سناتے۔ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ گھر میں بیوی بچوں سے اس قسم کی باتوں کا کرنا، ان سے خوش طبعی کرنا مذموم نہیں، بلکہ حُسنِ معاشرت میں داخل ہے۔ایسی گفتگو جو اِن کی تفریح طبع کا باعث ہو، مذموم نہیں۔اسی طرح اگر کوئی مہمان ہو تو اس سے بھی گفتگو کی اجازت ہے۔

نوٹ: خیال رہے کہ آپ ﷺ کی گفتگو کوئی ایسی لایعنی اور طویل نہیں ہوتی تھی۔بلکہ حکمت پر مبنی مصالح سے پُر ہوتی۔ممنوع وہ ہے جو آج کل رائج ہے جس کا سلسلہ گھنٹوں چلتا ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص232)

رات میں سونے اور عبادت کا مسنون طریقہ:

حضرت اسودؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے معلوم کیا کہ رات کی عبادت کے متعلق حضور اکرم ﷺ کا کیا معمول تھا؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا:

آپ ﷺ شروع رات میں تو سوجاتے پھر جب سحر کا وقت (ثلث لیل کے قریب) ہوتا تو (بیدار ہوکر) طاق رکعت میں نماز ادا کرتے (چونکہ وتر بھی پڑھتے تھے) پھر بستر پر تشریف لاتے، اگر بیوی سے کچھ ضرورت ہوتی تو اسے پورا فرماتے پھر سوجاتے۔ پھر جیسے ہی اذان سنتے بڑی تیزی سے اٹھتے، اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر نماز کو تشریف لے جاتے (مسند طیالسی: ج2: ص128)

شب آخر میں دعا واستغفار کی تاکید:

(1) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارا رب ہر رات جبکہ ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اسے دوں۔ کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی چاہے میں اسے معاف کردوں۔ (بخاری: ص153)

(2) مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ہر رات جب تہائی رات گزر جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتے ہیں میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں، کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے کوئی سوال کرے میں اسے دوں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے میں اس کی مغفرت کروں۔ اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ صبح ہوجاتی ہے۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص254)

اسلاف کے سونے کا طریقہ:

مسنون اور باعث خیر و برکت طریقہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد سوجائے اور شب کے آخر میں جاگ کر کچھ ذکر و عبادت میں وقت لگادے۔

کم از کم اس سے اہم فائدہ یہ ہوگا کہ صبح کو نیند ٹوٹ جائے گی، سنت اور فرض کو

اچھے طریقے سے ادا کرسکیں گے، اور چستی رہے گی، نیند کا خمار نہ رہے گا۔

(شمائل کبریٰ: ج1: ص231)

صبح تک سونا تنگی رزق کا باعث ہے:

(1) حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ میں صبح کے وقت سوئی ہوئی تھی، آپ ﷺ ہمارے پاس سے گزرے تو پیر سے حرکت دیتے ہوئے فرمایا: اے بیٹی! اپنے رب کی تقسیم رزق کے وقت تم حاضر (جاگی) رہو، غافلین میں مت ہوؤ۔ طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس کے درمیان اللہ تعالیٰ جل شانہ لوگوں کو رزق تقسیم کرتا ہے۔ (ترغیب: ج2: ص530)

(2) حضرت عبداللہ ؓ اپنے گھر کے چھوٹے اور بڑے کی نگرانی کرتے تھے کہ طلوع شمس تک نہ سوئے۔ (ابن ابی شیبہ: ج9: ص36)

(3) حضرت علیؓ کی حدیث ہے کہ نبی پاک ﷺ نے طلوع شمس سے قبل سونے سے منع فرمایا ہے (کہ یہ تقسیم رزق کا وقت ہے، سونا غفلت ہے جو اچھی بات نہیں)۔

(ترغیب: ج2: ص531)

(4) حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک شخص کے پاس نماز صبح کے بعد گزرے جو سو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پیر سے حرکت دی، وہ بیدار ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں نہیں معلوم اللہ تعالیٰ جل شانہ اس وقت بندہ پر متوجہ ہوتا ہے۔ اپنے فضل سے ایک جماعت کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص228)

(5) فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے اور عصر کی نماز کے بعد سونا مکروہ ہے۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8: ص650)

سونے والے کو بیدار نہ کیا جائے:

علامہ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ جب سو جاتے تو آپ ﷺ کو جگایا نہیں جاتا تھا، آپ ﷺ خود ہی اُٹھتے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بہتر ہے کہ بلا ضرورتِ شدیدہ کے کسی کو نہ جگایا جائے۔ بسا اوقات دوبارہ نیند نہیں آتی جو باعث تکلیف ہے۔ لیکن خیال رہے کہ نماز اور جماعت کا وقت اس سے مستثنیٰ ہے کہ اُس وقت اُٹھانا ضروری ہے۔

(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 238)

سونے والے کو سلام کس طرح کیا جائے:

حضرت مقداد بن اسودؓ ذکر کرتے ہے کہ آپ ﷺ رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ جاگنے والا تو سن لیتا اور سونے والا بیدار نہ ہوتا۔

(ادب المفرد: ص 303)

فائدہ: سونے والے کی رعایت ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کا نیند ٹوٹ جائے اور خلل واقع ہو۔

اگر کسی کے متعلق علم نہیں کہ سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے تو اسی طرح (آہستہ) سلام کرے۔ (شمائل کبریٰ: ج 1: ص 238)

جنابت کے بعد کس طرح سوئے:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جنابت کے بعد جب آرام فرماتے تو اوّلاً اپنے مقام کو دھوتے نماز کی طرح وضو فرماتے۔ اور سنن بیہقی میں ہے کہ (اگر پانی نہ ہوتا تو) تیمم فرماتے۔ (شمائل کبریٰ: ج 1: ص 225)

فائدہ: جنابت اور ناپاکی کی حالت میں باوضو سونا مستحب ہے۔ اس کے بہت

سے فوائد ہیں۔شیطان خبیث کا حملہ نہیں ہوتا۔ورنہ ناپاکی کی حالت میں عموماً ڈراؤنے خواب سے پریشان کرتا رہتا ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص225)

رات میں پاخانہ سے فراغت کے بعد کس طرح سوئے:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایک رات بیدار ہوئے۔بیت الخلاء تشریف لے گئے،پھر آپ ﷺ نے ہاتھ منہ دھویا اور آرام فرمانے لگے۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص226)

نیند سے جاگنے کے بعد کی دعا:

جاگنے کے بعد یہ دعا پڑھے:اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ:(بخاری شریف:ص532)

نیند دُور ہو جانے کی نسخے:

(1)نیند سے اُٹھتے ہی دونوں ہاتھوں سے چہرے اور آنکھوں کو ملنا،تاکہ نیند کا خمار دُور ہو جائے۔(شاہراہِ سنت:ص26)

(2)علماء کہتے ہیں کہ نیند سے جاگنے کے بعد تھوڑا سا قرآن کریم پڑھ لینا چاہئے کہ اس سے نشاط پیدا ہوتا ہے،اور سورۂ آل عمران کے آخیر رکوع کا تلاوت کرنا مستحب ہے۔(شمائل ترمذی:ص217)

سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا:

(1)حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رات دن میں جب بھی بیدار ہوتے تو وضو سے پہلے مسواک فرماتے۔(ابوداؤد:ص8)

(2) مسواک کرنا ہر نیند کے بعد مستحب ہے، رات کو سوئے ہوں یا دن کو۔

(خیر الفتاوی: ج2: ص55)

(3) سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا۔ وضو میں دوبارہ مسواک کی جائے گی۔ سو کر اُٹھتے ہی مسواک کر لینا علیحدہ سنت ہے۔ (شاہراہِ سنت: ص26)

(4) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سوتے تو مسواک آپ ﷺ کے سرہانے ہوتا، بیدار ہوتے تو اوّلاً آپ ﷺ مسواک فرماتے۔

(مسند احمد: ج2: ص117)

سو کر اُٹھنے کے بعد اوّلاً ہاتھوں کو دھوئے:

اگر نلکہ وغیرہ سے غسل کیا جا رہا ہے تو گو ایسی صورت میں ضرورت نہیں مگر پھر بھی اوّلاً ہاتھ کا دھونا سنت ہے۔ لہذا اتباع سنت میں غسل سے پہلے اور اسی طرح سو کر اٹھنے کے بعد اوّلاً ہاتھ دھوئے تا کہ طریقہ سنت کا ثواب حاصل کرے۔ (شمائل کبریٰ: ج3: ص559)

بیدار ہونے کے بعد وضو اور کنگھی کرنا:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کیلئے سوتے وقت مسواک، وضو کا پانی اور کنگھی رکھ دی جاتی، پھر جب اللہ تعالیٰ جل شانہ آپ ﷺ کو بیدار فرماتے، آپ ﷺ بیدار ہوتے، مسواک فرماتے، وضو فرماتے اور کنگھی فرماتے۔ (جمع الوسائل: ج1: ص84)

فائدہ: چونکہ سونے کے وقت بال بکھر جاتے ہیں، اس لئے کنگھی فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سو کر اُٹھنے کے بعد صبح کو کنگھی کر لے تا کہ بال بکھرے اور پراگندہ نہ رہیں۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ وضو کے بعد بال سنوارنا بہتر ہے۔

(شمائل کبریٰ: ج1: ص313)

سوتے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآنی معمولات

ذکر کرتا ہوا سو جانا سنت ہے:

سنت یہ ہے کہ ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ نیند آ جائے۔اس سے رات بھر ذکر وعبادت کا ثواب ملتا ہے۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 251)

:سورۃ الملک: کا پڑھنا سنت اور اس کے فوائد:

(1) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن شریف میں ایک سورت ایسی ہے جو تیس آیتوں والی ہے، وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہتی ہے، یہاں تک کہ اس کی مغفرت کروا دیتی ہے، وہ: سورۃ تبارك الذی: ہے۔(مشکوۃ:ص 187)

(2) ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا، عذاب قبر کے فرشتے اس کے سرہانے آئے تو کہا کہ اسے عذاب دینے کا کوئی راستہ نہیں کہ یہ: سورۃ تبارك الذی: پڑھتا تھا۔

حضرت خالد بن معدانؒ کہتے ہیں کہ یہ سورت اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کرو، ورنہ

مجھے کتاب سے نکال دے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص246)

(3) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ نے ایک جگہ خیمہ لگایا، اُن کو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے۔ اچانک خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ سے کسی کو :سورۂ تبارك الذی :پڑتے ہوئے سنا۔ نبی کریم ﷺ سے آکر عرض کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سورت اللہ تعالیٰ جل شانہ کے عذاب سے روکنے والی اور نجات دینے والی ہے۔
(مشکوۃ:ص188)

:سورۃ الاخلاص،سورۃ الفلق،سورۃ الناس:پڑھنا:

(1) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہر رات جب بستر پر تشریف لاتے تو دونوں ہتھیلیوں کو ملاتے اور:سورۃ الاخلاص،سورۃ الفلق، سورۃ الناس: پڑھ کر دم کرتے، پھر جہاں تک ہاتھ جاتا وہاں تک پھیر لیتے،اوّلاً سر اور چہرے سے شروع فرماتے پھر جسم کا اگلا حصہ۔تین مرتبہ اسی طرح کرتے۔
(بخاری شریف:ص935)

فائدہ: سوتے وقت کا یہ عمل مسنون اور بڑی افادیت رکھتا ہے۔ بلاءِ سماوی اور ارضی کا دافع ہے۔ آسیب، سحر، کرتب، خوف و دہشت، وساوس شیطانیت اور ڈراؤنے خواب کے ازالہ کے لئے نفع بخش ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص247)

(2) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات کو جب (سونے کیلئے) بستر پر تشریف لاتے تو:سورۃ الاخلاص،سورۃ الفلق،سورۃ الناس: پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں پر اس طرح دم کرتے کہ کچھ لعاب مبارک کے ذرات بھی نکل

جاتے، اس کے بعد جہاں تک ممکن ہوسکتا پورے بدن پر دونوں ہاتھوں کو پھیرتے تھے، تین مرتبہ ایسا ہی کرتے تھے اور ہاتھ پھیرتے وقت سر اور چہرہ اور سامنے کے حصہ سے شروع فرماتے تھے۔ تین دفعہ یہ عمل کرتے۔(معارف السنۃ: ج2: ص390)

:آیۃ الکرسی: پڑھنا:

(1) حضرت حسنؓ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہہ رہے تھے کہ ایک خبیث جن آپ ﷺ کے ایذا کے لئے پھیر میں ہے، جب آپ ﷺ بستر پر تشریف لائیں تو: آیۃ الکرسی : پڑھ لیں۔
(کنز العمال: ج19: ص236)

(2) ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس نے سوتے وقت: آیۃ الکرسی : پڑھی تو اس کی حفاظت کیلئے ایک فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے اور صبح تک شیطان اس کے پاس نہیں آتا۔ جو بستر پر لیٹ کر اسے پڑھے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کے ہمسایہ اور اردگرد کے کئی گھروں کی حفاظت فرماتا ہے۔(حاشیہ حصن حصین اردو: ص139)

فائدہ: سوتے وقت: آیۃ الکرسی : کا پڑھنا شیاطین کے وساوس و حملے اور تمام آسیب وغیرہ کی حفاظت کا نہایت ہی مضبوط حصار ہے۔

عورتوں اور بچوں کو شیاطین بسا اوقات پریشان کرتے ہیں۔ ان کی حفاظت کیلئے یہ آیت اور معوذتین کے ساتھ نہایت ہی مضبوط و مجرب دفاع ہے۔
(شمائل کبریٰ: ج1: ص247)

(3) سونے کے وقت جو شخص: آیۃ الکرسی : پڑھے گا تو اس کے پڑھنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی جانب سے رات بھر ایک محافظ فرشتہ مقرر رہے گا اور کوئی شیطان اس کے پاس نہ آئے گا۔(معارف السنۃ: ج2: ص425)

سورۃ الفاتحہ: اور:سورۃ الاخلاص:

پڑھنا:

(1) حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب تم نے اپنے پہلو کو بستر پر رکھ لیا، سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص کو پڑھ لیا تو موت کے علاوہ ہر شئے سے مامون ہو گئے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص249)

(2) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تُو نے اپنے بستر پر پہلو رکھا اور:سورۃ الفاتحہ:اور:سورۃ اخلاص:پڑھ لی تو موت کے علاوہ تُو ہر چیز سے بے خوف ہو گیا۔(معارف السنۃ:ج2:ص424)

:استغفار:پڑھنا:

(1) حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو بستر پر جاتے وقت :اَسْتَغْفِرُاللّٰه الَّذِیْ لَااِلٰه اِلَّاهُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ: تین مرتبہ پڑھ لے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے، خواہ سمندر کے جھاگ یا درختوں کے پتے یا ریت کی تعداد یا ایامِ دنیا کے برابر ہو۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص253)

(2) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سونے کیلئے بستر پر لیٹتے وقت اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور میں اس طرح توبہ واستغفار کرے اور یہ استغفار تین بار پڑھے:اَسْتَغْفِرُاللّٰه الَّذِیْ لَااِلٰه اِلَّاهُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ: تو اس کے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے، اگرچہ وہ درختوں کے پتوں اور مشہور عالج ریگستان کے ذرّوں اور دنیا کے دِنوں کی طرح بے شمار ہوں۔

(معارف السنۃ:ج2:ص390)

تسبیح سیدہ حضرت فاطمہؓ پڑھنا:

(1) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس مقصد سے حاضر ہوئیں کہ آپ ﷺ سے کوئی خادم مانگیں (لیکن آپ ﷺ سے ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔ جب آنحضرت ﷺ کو یہ معلوم ہوا تو آپ ﷺ حضرت فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتادوں جو خادم سے بہتر ہے (اور وہ یہ ہے) ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت: سبحان اللّٰہ: تینتیس بار اور: الحمد للّٰہ تینتیس بار اور: اللّٰہ اکبر: چونتیس بار پڑھ لیا کرو۔

فائدہ: سونے کے وقت ان تسبیحات کا پڑھنا دن بھر کی مشقت و محنت و کوفت اور ہر قسم کے رنج و غم کو دُور کرتا ہے۔ (وظائف اکابر: ص 258)

(2) نبی پاک ﷺ نے حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: میں تم کو خادم سے بہتر چیز (وظیفہ) نہ بتادوں۔ جب تم دونوں بستر پر جاؤ تو 33 مرتبہ: سبحان اللّٰہ: اور 33 مرتبہ: الحمد للّٰہ: اور 34 مرتبہ: اللّٰہ اکبر: پڑھ لیا کرو۔ یہ تم دونوں کیلئے خادم سے بہتر ہے۔ (بخاری شریف: ج 2: ص 935)

فائدہ: سوتے وقت تسبیح فاطمہؓ کی بہت تاکید اور فضیلت آئی ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مداومت کرے گا اس کو مشقت کے کاموں میں تکان اور تعب نہ ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہوا بھی تب بھی مضرت نہ ہوگی۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے، یعنی تجربہ سے بھی ثابت ہوا ہے کہ ان تسبیحات کا سوتے وقت پڑھنا ازالہ تکان اور زیادتی قوت کا سبب ہوتا ہے۔

(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 253)

:سورۃ البقرہ: کی آخری دو آیتیں پڑھنا:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ :سورۃ البقرہ: کی آخری دو آیتیں (امن الرّسول سے ختم سورت تک) جو شخص کسی رات کو پڑھ لے گا تو یہ دونوں آیتیں اس کے لئے کافی ہوگی، یعنی وہ ہر شر اور مکروہ سے محفوظ رہے گا۔(معارف السنۃ:ج2:ص424)

:سورۃ الم سجدہ: پڑھنا سنت ہے:

(1) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ اُس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک کہ :سورۃ الم سجدہ: اور :سورۃ الملک: نہ پڑھ لیتے تھے۔ (ترمذی:ص176)

(2) حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر رات :الم سجدہ: پڑھتے۔(سیرۃ الشامی:ج7:ص395)

اگر بُرا خواب آجائے تو یہ دعا پڑھے:

جب خواب میں ناپسندیدہ بات دیکھے تو بائیں طرف تھوک دے، اس طرح تھوک دیں کہ منہ کی ہوا کے ساتھ تھوک کے کچھ ذرّات بھی نکل جائیں، اور کروٹ بدل دے یا کھڑا ہوکر نماز پڑھنے لگے اور تین مرتبہ یوں کہے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَمِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرُّوْیَا:(معارف السنۃ:ج2:ص425)

بالوں کی سنتیں اور آداب

سنت کے مطابق بال رکھنے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ

میرے محترم قارئین کرام!

اگر آپ چاہتے ہوں کہ آپ سنت کے مطابق بال رکھنے کا طریقہ سیکھ کر ہمیشہ سنت کے مطابق بال رکھیں تو سنت کے مطابق بال رکھنے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ یہ ہے کہ نیچے لکھے گئے بال رکھنے کی سنتوں میں سے دو سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لے اور چند وقت تک اُن دونوں سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جب وہ دونوں چیزیں آپ کی عادت بن جائیں تو پھر دو اور سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر کے چند وقت تک اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس طرح وہ بھی آپ کی عادت بن جائے گی۔ اسی طرح دو دو سنتوں کو اپنانے کی کوشش کرتے رہیں، چند وقت میں آپ کا بال رکھنا سنت کے مطابق ہو جائے گا۔ (ان شاء اللّٰہ)

حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک کے بال گھنے تھے:

حضرت جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضور اکرم ﷺ کے اوصاف مبارک بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک کے بال گھنے تھے۔

(دلائل النبوۃ:ج1:ص223)

حضور اکرم ﷺ کے بال پیچیدہ گھگریالے تھے:

(1) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھگریالہ پن تھا)۔

(2) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بال مبارک نہ بالکل پیچیدار تھے نہ بالکل سیدھے، بلکہ تھوڑی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔

فائدہ: ایسے بال بڑے خوشنما اور دیدہ زیب ہوتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کو قدرت نے حسن ظاہری سے بھی:علیٰ وجه الاتم: نوازا تھا۔

(شمائل کبری:ج1:ص307)

مرد کے لئے سر کے بال رکھنا مسنون ہے:

(1) بالوں کا رکھنا سنت ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص325)

(2) مرد کے لئے بنسبتِ حلق کے سر کے بال رکھنا افضل ہے۔

(فتاوی فریدیه:ج9:ص108)

(3) حضور اکرم ﷺ کی عادت طیبہ سر پر بال رکھنے کی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے صرف حج وعمرہ کے موقع پر سر کے بال استرے سے صاف کرائے ہیں، اس کے علاوہ کسی موقع پر منڈانا ثابت نہیں۔

علامہ ابن قیمؒ نے زادالمعاد میں ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے صرف حج وعمرہ کے موقع پر بال منڈانا منقول ہے۔(شمائل کبری:ج 1:ص 308)

سر کے بال رکھنے کا مسنون طریقہ:

(1) اسلامی طریقے سے بال رکھنے کے تین طریقے حدیثوں سے ثابت ہیں۔

اوّل: جمہ: جس کی مقدار زیادہ لمبی ہوتی ہے، بال گردن میں گر جاتے ہیں

دوم: وفرہ: کانوں کی لوتک ہوتے ہیں۔

سوم: لمہ: وفرہ سے اُوپر درمیان کان تک ہوتے ہیں۔

(آپ کے سوالات اور اُن کا حل: ج 3: ص 127)

(2) پٹھے رکھنے کی تین قسمیں ہیں: وفرہ: کانوں کی لوتک۔ لمّہ: کانوں کی لواور کندھوں کے درمیان تک۔ جمّہ: کندھوں تک۔ پہلی صورت افضل ہے۔

(فتاوی محمودیہ: ج 19: ص 433)

(3) بالوں کا کان کی لو یا کندھے تک رکھنا سنت ہے۔

(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 325)

سر کے بال زیادہ لمبے نہ ہو:

(1) بالوں کا کندھوں تک آنے کے بعد چھوٹا کرالینا سنت ہے۔

(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 325)

(2) قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک کے اگلے حصہ کے بال نصف کان تک تھے، اور وسطِ سر مبارک کے بال اس سے نیچے اور آخر سر مبارک کے بال کندھے تک آجاتے تھے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو حضرات سر پر بال رکھتے ہیں ان کیلئے بال کی مقدار مسنون کان کی لو اور اس کے قریب ہے۔ کندھے سے نیچے آجانا خلافِ سنت ہے۔ چونکہ حضور اکرم ﷺ کے بال اگر بہت زیادہ لمبے ہو جاتے تھے تو کندھے تک ہوتے تھے اس سے آگے نہ بڑھتے تھے۔ (شمائل کبریٰ: ج 1: ص 307)

بال کاٹنے کی صورت میں حلق کرنا افضل ہے قصر سے:

بال کاٹنے کی صورت میں حلق (سر منڈانا) افضل ہے، کیونکہ حدیثوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے حلق کرانے والوں کیلئے تین مرتبہ دعا فرمائی ہے، اور قصر کرانے والوں کے لئے چوتھی مرتبہ دعا فرمائی ہے۔ (آپ کے سوالات اور اُن کا حل: ج 3: ص 127)

سر کے بال منڈانے کا مسنون طریقہ:

(1) سر منڈانے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اوّلاً سر کا دایاں جانب مونڈا جائے پھر بایاں جانب۔ عموماً نائی سر کے بیچ سے شروع کرتا ہے یہ مسنون طریقہ کے خلاف ہے۔ اور یہ بھی مسنون ہے کہ منڈانے والے کا رُخ قبلہ کی جانب ہو۔

(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 311)

(2) سر منڈانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے حجام (نائی) کے سامنے سر کا دائیں طرف کا حصہ پیش کرے اور اُس کے بال منڈائے، پھر بائیں طرف کا حصہ پیش کرے اور اس کے بال منڈائے۔ یہی طریقہ حضور اکرم ﷺ سے حج کے موقع پر سر منڈوانے کا منقول ہے۔ (کتاب النوازل: ج 15: ص 505)

سر کے بعض بال کاٹنے اور بعض بال چھوڑنے کا حکم:

(1) سر کے بال کسی جگہ کم اور کسی جگہ زیادہ کاٹنا جیسا کہ انگریزی بالوں میں ہوتا

ہے،یہ ناجائز ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص 311)

(2) بعض سر کے بال لینے اور بعض چھوڑنے مکروہ تحریمی ہے۔

(تالیفات رشیدیہ:ص 484)

(3) سر کے بعض حصہ کے بال منڈانا اور بعض کے چھوڑنا یا بعض زیادہ تراشنا اور بعض کم ،حدیث پاک میں ایسے بال رکھنے کی صراحۃً ممانعت آئی ہے۔لہذا ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے،نیز بچوں اور بڑوں کی اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔

البتہ بچے خود مکلف نہیں ہیں،اس لئے ان بچوں کے بڑوں پر گناہ ہوگا جو اس طرح بال بنواتے ہیں۔(فتاویٰ عباد الرحمن:ج7:ص 90)

(4) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: سارا سر مونڈ دیا سارا چھوڑ دو۔

(مشکوۃ شریف:ج2:ص 489)

(5) سر منڈانے میں آپ ﷺ کی سنت یہ ہے کہ یا تو سارے بال رکھے یا سارے بال منڈوالے،ایک حصہ کے بال رکھنا اور ایک حصہ کے منڈوانا یا تراشوانا (یا کہیں سے بالکل چھوٹے اور کہیں سے بالکل بڑے) یہ فعل حرام ہے۔(مشکوۃ:ج2:ص 504)

(6) سنت یہ ہے کہ پورے سر پر بال رکھے جائیں یا سب کے سب منڈوا دیئے جائیں یا مساوی طور پر کٹوا دیئے جائیں۔کچھ حصہ منڈانا اور کچھ حصہ میں بال رکھنا، یا چھوٹے بڑے اُتار چڑھاؤ بال رکھنا جو آج کل فیشن ہے اور انگریزی بال سے مساوی ہیں، یہ خلافِ سنت ہے،نصاریٰ،فساق اور فجار کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے۔جو ممنوع ہے۔

(فتاوی رحیمیہ:ج10:ص 114)

(7) حضرت نافع ؒ،حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو :قزع: سے منع فرماتے سنا۔حضرت نافع صاحبؒ سے پوچھا گیا:قزع: کیا ہے؟ انہوں نے بتلایا:قزع: کے معنی ہے بچہ کے سر کے بعض حصہ کو منڈوانا اور بعض حصہ کو چھوڑ

دینا۔(شاہراہ سنت:ص 87)

سر کے بال ہر طرف سے یکساں کاٹنے چاہئے:

(1) بالکل بالوں کو باریک کر دیا جائے بعض اوقات مشینوں کے ذریعے بالوں کو باریک کٹوایا جاتا ہے اور بعض دفعہ قینچی کے ذریعہ بالوں کو باریک کٹوایا جاتا ہے، مثلاً: ایک انگلی کے برابر پورے سر کے بال کٹوائے جائیں یا ایک انچ کے برابر یا دو انچ کے برابر بال رکھے جائیں باقی کاٹ دیئے جائیں (آپ کے سوالات اور اُن کا حل: ج 3:ص 127)

(2) سر کے بال ہر طرف سے یکساں کاٹنا جائز ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 311)

(3) قینچی سے پورے سر کو ہر جگہ سے برابر تراشنا بھی جائز ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 325)

بچوں کے سر پر بال رکھنا:

بچوں کے سر میں بال بہتر نہیں، اس کو مونڈنا بہتر ہے۔نصاب الاحتساب میں ہے کہ بچوں کے سر پر بڑے بالوں کا رکھنا حرام ہے۔(فتاویٰ محمودیہ: ج 19:ص 432)

سر میں سیدھی مانگ نکالنا:

(1) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اوّلاً بالوں کو بغیر مانگ نکالے ویسے ہی چھوڑ دیتے تھے کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے اور اہل کتاب نہیں نکالتے تھے۔آپ ﷺ اہل کتاب کی موافقت فرماتے تھے جب تک کہ اس کے بارے میں حکم نازل نہ ہو جاتا۔پھر آپ ﷺ نے مانگ نکالنا شروع کر دیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں جب رسول اللہ ﷺ کی مانگ نکالتی تو

بیچ سر سے بالوں کو پھاڑ دیتی اور پیشانی کے بالوں کو دونوں آنکھوں کے درمیان کر دیتی۔
(شعب الایمان:ج5:ص230)

فائدہ: شاہ عبدالحق محدث صاحبؒ نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ بیچ سر سے دو حصے ہوتے ہیں، نصف دائیں جانب اور نصف بائیں جانب، اور تالوں سے مانگ نکالتے (یعنی وسط راس سے بالوں کو دو حصے کر دیا جائے)(اشعۃ اللمعات:ج3:ص576)

(2) ناک کی سیدھ سے مانگ نکالنا سنت ہے، یعنی سیدھی نکالنا۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص325)

(3) پیشانی کی بیچ میں بالوں کی مانگ نکالنا سنتِ نبوی ﷺ ہے۔
(ابی داؤد:ص1562)

(4) مردوں کے لئے بھی بیچ سر میں مانگ نکالنا سنت ہے۔
(فتاوی قاسمیہ:ج23:ص581)

ٹیڑھی مانگ نہ نکالنا:

ٹیڑھی مانگ نکالنا خلافِ سنت ہے۔ یعنی دائیں بائیں جانب سے مانگ نکالنا اسلامی طریقہ کے خلاف ہے۔(داڑھی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتیں:ص94)

سر کے بالوں کو دھونا، تیل لگانا اور کنگھی کرنا:

(1) بال رکھنے والوں کیلئے سر یا داڑھی میں کنگھی اور صفائی شرعاً ضروری ہے، مگر اِس کا یہ مطلب نہیں کہ بس دن رات یہ مشغلہ بن جائے اور صبح و شام کنگھی کرتا رہے۔
(فتاویٰ عثمانیہ:ج10:ص114)

(2) بالوں میں کنگھی کرنا مستحب ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص313)

(3) بالوں کو دھونا، تیل لگانا اور کنگھا کرنا مسنون ہے۔(ابی داؤد:ص1562)

(4) حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کثرت سے سر میں تیل لگاتے، اور داڑھی کو درست فرماتے ، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا کپڑا تیلی کے کپڑے کی طرح ہوجاتا۔

فائدہ: تیل سے عمامہ اورٹوپی کو بچانے کے لئے آپ ﷺ سر میں کپڑے کا ٹکڑا استعمال فرماتے۔یہ کپڑا تیل سے تر رہتا تھا جیسا کہ تیلی کا کپڑا رہتا ہے۔
(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 312)

(5) حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ سے پوچھا کہ میرے بال ہے، کیا میں ان میں کنگھی کرو؟ آپ ﷺ نے فرمایا:ہاں!ان کا اکرام کرو۔

ملاعلی قاریؒ نے لکھا ہے کہ بالوں کے اکرام کا مطلب یہ ہے کہ اسے صاف رکھے،دھوئے،تیل لگائے،خشک اور پراگندہ نہ رکھے۔چونکہ نظافت اوروبیدہ زیب پسندیدہ ہے۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 311)

بالوں کوخشک اور پراگندہ رکھنا ممنوع ہے:

حضرت عطاربن یسارؒ سے روایت ہے کہ پراگندہ اور بکھرے سر اور داڑھی کے بالوں والا ایک شخص مسجد میں داخل ہوا،آپ ﷺ نے اسے درست کرنے کا حکم دیا،چنانچہ وہ درست کرکے آیا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی آئے اوراس کے بال بکھرے ہوں گویا کہ وہ شیطان ہے۔(مشکوۃ شریف:ص 384)

فائدہ: بکھرےاور پراگندہ بالوں کی وجہ سےصورت بھدی معلوم ہوتی ہے، جو اچھی بات نہیں۔اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا:جوبال رکھے اس کا اکرام کرے،تیل وغیرہ سےاس کوسنوارکرر کھے۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 311)

سر میں تیل لگانے کا مسنون طریقہ:

(1) حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی تم میں تیل لگائے تو بھوؤں سے شروع کرے، اس سے سر کا درد دُور رہتا ہے۔

(کنز العمال: ج2: ص175)

(2) سر میں تیل لگانے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے الٹے ہاتھ میں تیل ڈالیں پھر دائیں ہاتھ سے پہلے دائیں اور پھر بائیں بھوؤں پر لگائیں۔

(کنز العمال: ج7: ص846)

سر میں کنگھی کرنے کا مسنون طریقہ:

(1) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ وضو اور کنگھی فرمانے اور جوتا پہننے میں دائیں کو اختیار کرتے۔

فائدہ: یعنی ہر زینت اور اچھے اُمور میں دایاں رُخ اختیار فرماتے، چنانچہ سر مبارک کے دائیں جانب پہلے کنگھی فرماتے پھر بائیں رُخ میں فرماتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کنگھی بیچ سے شروع کرتے ہیں خلافِ سنت ہے۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے سر کے دائیں حصے کو پہلے کنگھی کرے پھر بائیں حصے کو۔(شمائل کبریٰ: ج1: ص315)

(2) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہے کہ آپ ﷺ کو ہر چیز میں دایاں پسند تھا۔ طہارت میں، جوتا پہننے میں، جہاں تک ہوسکتا آپ ﷺ اس کی رعایت فرماتے۔

(نسائی: ج2: ص392)

(3) جب سر کے بالوں میں کنگھی کریں تو دائیں جانب سے شروع کریں۔

(مشکوۃ:ج2:ص504)

تیل، کنگھی، آئینہ پاس رکھنا مسنون ہے:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ پانچ چیزوں کو آپ ﷺ ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے، نہ سفر نہ حضر میں چھوڑتے تھے۔ آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، تیل، مسواک۔

فائدہ: ان چیزوں کے پاس رکھنے کے بڑے فوائد ہیں اور سنت سمجھ کر رکھنے سے ثواب بھی ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص315)

کنگھی ہمیشہ پاس رکھنا سنت ہے:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ مسواک اور کنگھی پاس رکھا کرتے تھے۔(فتح الباری:ج10:ص367)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جیب میں کنگھی رکھنا سنت ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص327)

سونے سے پہلے بال بکھرے ہو تو کنگھی کرنا:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب بستر پر تشریف لاتے (سونے سے پہلے) مسواک فرماتے، وضو فرماتے اور کنگھی فرماتے۔(سیرۃ الشامی:ج7:ص545)

بیدار ہونے کے بعد وضو اور کنگھی کرنا:

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کیلئے سوتے وقت مسواک، وضو کا پانی اور کنگھی رکھ دی جاتی، پھر جب اللہ تعالیٰ جل شانہ آپ ﷺ کو بیدار فرماتے، آپ ﷺ بیدار ہوتے، مسواک فرماتے، وضو فرماتے اور کنگھی فرماتے۔(جمع الوسائل:ج1:ص84)

فائدہ: چونکہ سونے کے وقت بال بکھر جاتے ہیں، اس لئے کنگھی فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوکر اُٹھنے کے بعد صبح کو کنگھی کرلے تاکہ بال بکھرے اور پراگندہ نہ رہیں۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ وضو کے بعد بال سنوارنا بہتر ہے۔
(شمائل کبریٰ:ج1:ص313)

ننگے سر رہنا:

وقتِ ضرورت ننگے سر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن جو طریقہ آج کل رائج ہورہا ہے کہ ہروقت ننگے سر بالوں میں تیل ڈالے ہوئے پھرتے رہتے ہیں، یہ طریقہ اصالۃً صلحاء اور اہل مروت کا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے دشمنوں کا طریقہ ہے، اس سے اجتناب لازم ہے۔(فتاوی محمودیہ:ج19:ص306)

حضور اکرم ﷺ کی داڑھی گھنی تھی:

(1) حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔(دلائل النبوۃ:ج1:ص217)

(2) حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی داڑھی کے بال گھنے تھے۔(دلائل النبوۃ:ج1:ص217)

داڑھی رکھنے کا حکم اور داڑھی کاٹنے اور منڈانے کا گناہ:

(1) داڑھی رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔
(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:ج8:ص315)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشرکوں کی مخالفت کرو، یعنی داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو(کیونکہ مشرک داڑھی کٹواتے ہیں اور

مونچھیں بڑھاتے ہیں)۔ایک روایت میں ہے کہ مونچھوں کو پست کرو یعنی باریک تراشو اور داڑھی کو بڑھاؤ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مونچھیں کٹا کر اور داڑھیاں بڑھا کر مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

فائدہ: مونچھیں کاٹنا اور داڑھی رکھنا تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت اور مسلمانوں کا شعار ہے۔اور مونچھیں بڑھانا اور داڑھی کٹوانا مشرکوں اور مجوسیوں کا شعار ہے آپ ﷺ نے فرمایا: من تشبہ بقوم فھو منھم: یعنی جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہوگا۔

پس جو لوگ مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھی کٹواتے ہیں وہ مسلمانوں کا شعار ترک کر کے اہل کفر کا شعار اپناتے ہیں جس کی مخالفت کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا ہے اُن کو اس وعیدِ نبوی ﷺ سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان کا حشر قیامت کے دن انہی غیر قوموں کے ساتھ نہ ہو۔(شاہراہ سنت: ص 89)

(3) داڑھی کا منڈانا اور کترانا (جب ایک مشت سے کم ہو) حرام ہے، اور ایسا کرنے والا فاسق اور گنہگار ہے۔داڑھی منڈانے کا گناہ ایسا ہے کہ سوتے جاگتے ہر حال میں چوبیس گھنٹے آدمی کے ساتھ رہتا ہے۔(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج 8: ص 315)

داڑھی کاٹنے کا گناہ چوبیس گھنٹے انسان کیساتھ رہتا ہے:

داڑھی منڈانے کا کبیرہ گناہ ایک اعتبار سے چوری اور بدکاری سے بھی بدتر ہیں کہ وہ وقتی گناہ ہیں، لیکن داڑھی منڈانے یا ایک مشت سے کم کتروانے کا گناہ چوبیس گھنٹے کا گناہ ہے۔آدمی داڑھی منڈا کر نماز کی حالت میں بھی گنہگار، حج کی حالت میں بھی گنہگار، روزہ کی حالت میں بھی گنہگار، زکوۃ دیتے وقت بھی گنہگار اور قربانی کرتے وقت بھی گنہگار

رہتا ہے۔

الغرض ہر عبادت کے وقت یہ گناہ اس کے ساتھ لگا رہتا ہے۔لہذا تمام مسلمانوں سے دردمندانہ درخواست ہے کہ اس عظیم گناہ سے توبہ کرکے اپنے چہرے پر اپنے پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنت سجائیں، کیونکہ ایک سنت کے زندہ کرنے سے سو شہدوں کا ثواب مرحمت ہوتا ہے۔(شاہراہ سنت: ص 92)

خشخشی داڑھی کا حکم:

(1) حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت لوط علیہ السلام کے قوم میں دس عادتیں تھی، جس کی وجہ سے وہ ہلاک کئے گئے، ان میں سے ایک بِقَصِّ اللِّحْيَةِ: داڑھی کا کاٹنا اور تراشنا بھی تھا۔(در منثور: ج 5: ص 644)

(2) ایک مشت سے کم پر داڑھی کاٹنا حرام ہے۔(شمائل کبری: ج 1: ص 336)

داڑھی رکھنے کی واجب مقدار:

(1) داڑھی ایک مشت رکھنا واجب ہے، اور زائد کا تراشنا جائز ہے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج 8: ص 307)

(2) داڑھی کی شرعی مقدار (تینوں اطراف سے) کم از کم ایک مشت ہے۔

(شاہراہ سنت: ص 91)

داڑھی کے بال زیادہ بڑھ جائے تو کم کرنا:

(1) حضرت عمرو بن شعیبؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ داڑھی مبارک کو طول وعرض سے کم کیا کرتے تھے۔

فائدہ: اس کی حد کہ جس مقدار پر کاٹا جائے ایک مشت ہے۔یعنی داڑھی

کے بال اگر ایک مشت سے زیادہ لمبے ہو جائے تو داڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر اس سے زائد بالوں کو کاٹ کر برابر کرنا جائز ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص330)

(2) داڑھی میں ایک مشت سے زائد بالوں کا کاٹنا افضل ہے۔

(احسن الفتاوی:ج9:ص55)

(3) احنافؒ کے نزدیک داڑھی بڑھانے کی کم از کم حد یہ ہے کہ داڑھی مٹھی میں پکڑ کر جو زائد بال ہو اس کو کاٹ سکتے ہیں، اس سے زیادہ کاٹنا جائز نہیں۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:ج8:ص314)

(4) آنحضرت ﷺ اپنی داڑھی کے طول وعرض سے نکلے ہوئے زائد بال کاٹ دیا کرتے تھے۔(اسوۂ رسول اکرم ﷺ:ص121)

لمبی داڑھی کے کم کرنے میں صحابہ کرامؓ کا طرزِ عمل:

(1) حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حج وعمرہ کے موقع پر سر کا حلق کراتے تو داڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے پھر ہر چہار جانب سے برابر کرنے کا حکم دیتے۔(بخاری:ج2:ص875)

(2) حضرت ابن عمرؓ داڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے اور جو مقدار زائد ہوتی اسے کاٹنے کا حکم دیتے۔داڑھی کو ہر طرف سے برابر کرتے۔(شعب الایمان:ج5:ص22)

(3) حضرت ابوہریرہؓ داڑھی کو پکڑ لیتے پھر جو مقدار مٹھی سے زائد ہوتی، اسے کاٹ دیتے۔(شعب الایمان:ج5:ص22)

داڑھی کے چھوٹے بڑے بالوں کو برابر کرنا:

سوال: جس شخص کی داڑھی ایک مشت کے برابر نہ ہو، اور اُن بالوں میں بعض چھوٹے ہیں اور بعض بڑے ہیں تو سب کو برابر اور سیدھا کرنے کی خاطر کاٹے تو کیسا

ہے؟ کیونکہ بعض چھوٹے اور بعض بڑے ہونے کی وجہ سے اچھے معلوم نہیں ہوتے۔

جواب: نہیں کاٹنا چاہئے۔جو بال ایک مشت سے زائد ہو جائیں ان کو کاٹ سکتا ہے۔(فتاوی محمودیہ:ج19:ص412)

داڑھی کو گھسانا اور چھپانا:

(1) داڑھی میں گرہ لگانا،داڑھی کے بالوں کو اندر گھسانا درست نہیں (جیسا کہ سکھ کرتے ہیں)۔(داڑھی اور انبیاء کرام علیہم السلام:ص70)

(2) داڑھی کو ٹھوڑی کے نیچے چھپانا شرعاً جائز نہیں ہے۔داڑھی اللہ تعالیٰ جل شانہ کا نور ہے،اور مومن کی خوبصورتی اور زینت ہے۔لہٰذا داڑھی کو چھپانا یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے نور کو ناپسند کرنے کے قبیل سے ہے،جس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

(کتاب النوازل:ج15:ص556)

ریش بچہ کا رکھنا سنت اور منڈانا گناہ ہے:

(1) داڑھی بچہ داڑھی کے حکم میں ہے۔لہٰذا اس کا رکھنا واجب اور کاٹنا مکروہ تحریمی ہے۔پس اس کے کاٹنے سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

(فتاوی قاسمیہ:ج23:ص644)

(2) جو لوگ ریش بچہ کو مونڈتے ہیں وہ خلافِ شرع کرتے ہیں۔یہ داڑھی میں داخل ہیں،اس کا مونڈنا داڑھی کے ایک جز کا مونڈنا ہے،جو ناجائز اور حرام ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص329)

(3) بچہ داڑھی بھی داڑھی کا حصہ ہے اور داڑھی کا حکم رکھتا ہے،قبضہ سے کم کاٹنا جائز نہیں۔(فتاویٰ عبادالرحمن:ج7:ص93)

(4) ریش بچہ جو داڑھی کے حکم میں ہے ان کا مونڈنا درست نہیں۔

(باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ: ص375)

(5) حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ریش بچہ کے کچھ بال سفید تھے۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ریش بچہ کے ہونٹ کا کاٹنا اور مونڈنا خلافِ سنت ہے۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص329)

ریش بچہ کے کناروں کے بال مونڈنا:

(1) ریش بچہ کے دائیں بائیں کنارہ کی جانب جو بال ہوتے ہیں ان کو دُور کرنا اور مونڈنا درست ہے۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص323)

(4) زیرلب زیریں ہر دو جانب ریش بچہ کے بال منڈوانا اور کاٹنا درست ہے۔ اور ریش بچہ جو داڑھی کے حکم میں ہے ان کا مونڈنا درست نہیں۔

(باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ: ص375)

رُخسار کے بال کاٹنا:

(1) رخساروں کے بال کاٹنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ داڑھی کی حدود میں داخل نہیں۔ (فتاویٰ عثمانیہ: ج10: ص123)

(2) داڑھی کے جو بال رخسار کی طرف بڑھ جاتے ہیں، ان کو برابر کر دینے میں یا خط بنوانے میں (مونڈ دینے پر) کوئی حرج نہیں (فتاوی رحیمیہ: ج6: ص279)

(3) خط بنوانا یعنی جو بال داڑھی کی حد سے بڑھ کر رخسار پر پیدا ہو گئے ہوں، ان کو منڈوانا درست ہے۔ (فتاوی محمودیہ: ج19: ص396)

ناک کے بال کاٹنا:

(1) ناک کے بال کاٹنا اور اکھاڑنا دونوں جائز ہے۔

(شمائل کبری:ج1:ص323)

(2) حضرت عبداللہ بن بشیرؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ناک کے بال مت اکھاڑو کہ اس سے مرض آکلہ پیدا ہوتا ہے، لیکن اسے قینچی سے کاٹو۔

(شمائل کبری:ج1:ص353)

(3) علامہ مناویؒ نے لکھا ہے کہ اکھاڑنا اور کاٹنا دونوں درست ہے، ناک کے بالوں کا دُور کرنا مستحب ہے۔ (فیض القدیر:ج1:ص199)

فائدہ: ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ بال بالکل زائل ہو جائیں درست نہیں، کہ حدیث پاک میں ہے کہ ناک کے بال کا ہونا جذام سے حفظ کا ذریعہ ہے۔

(فیض القدیر:ج10:ص199)

کان کے پاس داڑھی کے بال کاٹنا:

کان کے متصل جو بال ریش کے بڑھ جاتے ہیں، اُن کو کتروانا جائز ہے۔

(باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ:ص375)

کان کے بال کاٹنا:

کان کے بال کاٹنا تراشنا سب درست ہے۔

(داڑھی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتیں:ص100)

گلے کے بال کاٹنا:

گلے کے بال کاٹنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ داڑھی کی حدود میں داخل نہیں۔

(فتاویٰ عثمانیہ:ج10:ص123)

داڑھی میں کنگھی کرنا مسنون ہے:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بہت کثرت سے سر میں تیل لگاتے اور داڑھی مبارک میں کنگھی فرماتے۔(مشکوۃ:ص381)

داڑھی میں تیل لگانے کا طریقہ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب داڑھی میں تیل لگاتے تو اوّلاً ریش بچہ (یعنی نچلے ہونٹ سے نیچے جو بال ہے اس) میں لگاتے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص329)

داڑھی سنوارنے اور درست کرنے کا حکم:

حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سر اور داڑھی کے بال منتشر اور پراگندہ تھے، آپ ﷺ نے ان کو سر اور داڑھی کے بالوں کے سنوارنے اور درست کرنے کا حکم دیا۔(مشکوۃ:ص401)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ سر اور داڑھی کے بالوں سے بے پرواہی برتتے ہیں، غبار آلود، پراگندہ ہوئے چھوڑے رہتے ہیں، سنجیدگی کے خلاف ہے۔ اعتدال تو یہ ہے کہ نہ فیشن اور سنگار میں رہے اور نہ بالکل بے پرواہ جانور کی شکل بنائے کہ لب کے بال ہونٹ سے بڑھ رہے ہیں، انہیں خبر ہی نہیں۔ ایسی حالت اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند نہیں۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص328)

آئینہ دیکھ کر داڑھی سنوارنا:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ آئینہ دیکھ کر داڑھی درست فرماتے۔(فتح الباری:ج10:ص367)

داڑھی میں خوشبو لگانا:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ تیل یا زعفران داڑھی میں لگانا چاہتے تو اوّلاً ہاتھ پر رکھتے پھر داڑھی پر لگاتے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تیل یا عطر وغیرہ داڑھی پر ملنا اور لگانا درست ہے، مگر خوشبو کو چہرے پر ملنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں تزئین ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص328)

اگر داڑھی کے بال واش روم میں گر جائے:

سوال: داڑھی جس وقت چہرے پر ہو تو اس کے بال قابل احترام ہے، اور اگر وضو یا غسل کے دوران داڑھی کے بال واش روم میں یا واش روم کے فرش پر گر جائے تو اُن بالوں کا اُٹھانا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: واضح رہے کہ سر، مونچھ، داڑھی یا عانۃ وغیرہ کے کٹے ہوئے بالوں کو دفن کرنا مستحب ہے، اس میں ایک طرف انسانی اعضاء کی تعظیم ہے اور دوسری طرف شرم وحیا کا تقاضا بھی ہے، اور سب سے بڑھ کر ماحول کی صفائی اور متعدی بیماریوں سے تحفظ کا بنیادی ذریعہ ہے، اس لئے اطباء کے ہاں اِن اشیاء کو عام جگہوں میں پھینکنے سے کئی قسم کی بیماریاں پھیل جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ لہذا اِن اشیاء کو یا تو دفنانا چاہئے یا کسی ویران جنگل اور صحراء میں پھینک دینا چاہئے۔

لہذا صورت مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ اگر وضو یا غسل کے دوران داڑھی کے بال واش روم کے فرش پر گر جائے تو اُن بالوں کو اُٹھانے میں چونکہ حرج ہے اور شریعت مطہرہ میں حرج مدفوع ہے۔ لہذا اُن بالوں کو اگر زیادہ ہیں تو برش وغیرہ سے جمع کر کے باہر پھینکے وگرنہ ایسا ہی چھوڑ دے۔(دارالافتاء ربانیہ: جی،او،آر، کالونی کوئٹہ: استفتا نمبر: 1:15094)

داڑھی کی توہین کرنے والے اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں:

اسلام کے شعائر کی توہین کرنا، مذاق اڑانا، اور حضور اکرم ﷺ کی کسی سنت کی تحقیر کرنا کفر ہے، جس سے آدمی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے داڑھی کو اسلام کا شعار اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی متفقہ سنت فرمایا ہے۔

پس جو لوگ داڑھی سے نفرت کرتے ہیں یا اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں یا ان کے اعزہ میں سے اگر کوئی داڑھی رکھنا چاہے اور وہ اسے روکتے ہیں یا اس کو طعنہ زنی کرتے ہیں یا دولہا کے داڑھی منڈائے بغیر اس کو رشتہ دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے یا داڑھی بڑھانے کو عیب جانتے ہیں، اس قسم کے لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔ ان کو لازم ہے کہ توبہ کریں اور اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں اور اپنی صورت کو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور حضور اکرم ﷺ کے حکم کے موافق بنا دیں۔(نصب الرایہ: ج2: ص458)

لب کاٹنا یا تراشنا مسنون ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ لب کو خوب مبالغہ سے کاٹ رہے تھے۔(سیرۃ الشامی: ج7: ص170)

لب کا کاٹنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت بھی ہے:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ لب مبارک کو کاٹتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کاٹتے تھے۔(ترمذی:ج2:ص10)

مونچھیں کاٹنے کا حکم اور مونچھیں بڑھانے کی ممانعت:

(1) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشرکوں کی مخالفت کرو، یعنی داڑھی کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو (کیونکہ مشرک داڑھی کٹواتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں)۔

ایک روایت میں ہے کہ مونچھوں کو پست کرو یعنی باریک تراشو اور داڑھی کو بڑھاؤ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مونچھیں کٹا کر اور داڑھیاں بڑھا کر مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

فائدہ: مونچھیں کاٹنا اور داڑھی رکھنا تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت اور مسلمانوں کا شعار ہے۔اور مونچھیں بڑھانا اور داڑھی کٹوانا مشرکوں اور مجوسیوں کا شعار ہے آپ ﷺ نے فرمایا: من تشبہ بقوم فھو منھم: یعنی جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہوگا۔

پس جو لوگ مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھی کٹواتے ہیں وہ مسلمانوں کا شعار ترک کر کے اہل کفر کا شعار اپناتے ہیں جس کی مخالفت کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا ہے اُن کو اس وعید نبوی ﷺ سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان کا حشر قیامت کے دن انہی غیر قوموں کے ساتھ نہ ہو۔(شاہراہ سنت:ص89)

(2) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: موچھیں کٹاؤ، داڑھی بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو (کہ وہ موچھیں بڑھاتے اور داڑھی کٹاتے ہیں)۔

(مسلم شریف: ج1: ص122)

(3) حضرت عبداللہ بن عتبہؓ فرماتے ہیں کہ مجوسی (آتش پرست) آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو ان کی داڑھی مونڈی ہوئی تھی اور موچھیں لمبی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہمارا یہی مذہب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارا مذہب یہ ہے کہ موچھ کاٹیں، داڑھی بڑھائیں۔ (ابن ابی شیبہ: ج8: ص379)

(4) موچھوں کو سکھوں کی طرح بڑھانا حرام ہے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8: ص314)

(5) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے لب بڑھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قینچی اور مسواک لاؤ۔ آپ ﷺ نے (مسواک) ہونٹ کے کنارے رکھ کر زائد لب کاٹ ڈالا۔ (فتح الباری: ج10: ص347)

(6) اتنی بڑی موچھیں رکھنا کہ پانی وغیرہ پیتے وقت موچھیں اس پانی وغیرہ کے ساتھ لگ جاتی ہوں، شرعاً گناہ ہے۔ حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: کہ جو شخص موچھیں نہیں تراشتا، وہ ہم میں سے نہیں۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8: ص307)

(7) ایک غفاری صحابیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو لب نہ تراشے، وہ ہم میں سے نہیں۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص345)

موچھیں کاٹنے کے مختلف مسنون ومشروع طریقے:

(1) موچھیں کاٹنے کا حکم یہ ہے کہ اس کی دو صورتیں ہیں، اور دونوں صحیح ہیں۔

ایک یہ کہ موچھیں بالکل صاف کردی جائے۔دوم یہ کہ اُوپر لب کے کنارے سے کاٹ دی جائیں کہ لب کی سرخی ظاہر ہو جائے۔(آپ کے مسائل اوراُن کا حل:ج8:ص307)

(2) مونچھوں کے جو بال لبوں سے نیچے تجاوز کر جائیں،ان کو کاٹ کر اس طرح لبوں کے برابر کرنا کہ لبوں کی سرخی نظر آنے لگے،بالاجماع سنت ہے۔

مونچھوں کو اتنا باریک کرنا بھی جائز ہے کہ وہ آنکھوں کی بھوؤں یا آبروؤں کی طرح باریک نظر آنے لگے۔

ایسی بڑی مونچھیں رکھنا کہ وہ لبوں سے نیچے لٹکتی رہیں،شریعت کی رو سے ناجائز اورحرام ہے۔آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہیں:من لم یأخذمن شاربه فلیس منّا:

البتہ میدانِ جنگ میں برسرِ پیکار مجاہدین،مسلمان قاضی،امیر یاجلاّدوغیرہ کے لئے لمبی مونچھیں رکھنے کی اجازت ہے،بشرطیکہ لبوں سے متجاوز نہ ہوں،یعنی صرف لمبائی اور اطراف میں زیادہ اورنوک داربنانادرست ہے،چوڑائی میں نہیں۔

(فتاویٰ عثمانیه:ج10:ص118)

(3) وہ بال جوہونٹ کےاوپرہوں،ان کومونچھ کہتے ہیں،پس جس قدر کہ بال منہ اوراوپر کےہونٹ پرہوں ان کوکاٹ دےاس قدر کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہرہوجائے،اگر اس سےکم کاٹے گاتو مجوسیوں اوریہودیوں کی مشابہت کی وجہ سےگناہ کبیرہ ہوگا۔حدیث شریف میں ہے:احفوالشوارب خالفوالمجوس:مونچھوں کوگھٹاؤاورمجوسیوں کی مخالفت کرو۔(باقیاتِ فتاویٰ رشیدیه:ص376)

(4) لب کے بالوں کوقینچی وغیرہ سےاس مبالغہ سے کاٹے کہ کھال نظر آجائے :احفاء: کا یہی مفہوم ہے۔☆لب کےبالوں کواِس قدر کاٹے کہ اُوپر کےہونٹ کی سرخی ظاہرہوجائے۔☆بالوں کواس طرح تراشے کہ وہ بھوؤں کےمانندہوجائے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص340)

لب کے دونوں کناروں کا شرعی حکم:

شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ لبوں کے دونوں کنارے چھوڑ دینے میں کوئی حرج نہیں۔اس زمانہ میں معتمد علماء کا عمل اسی پر ہے کہ لبوں کے دونوں کنارے باقی رکھتے ہیں۔(اشعۃ اللمعات:ج1:ص212)

مونچھوں میں قصر افضل ہے یا حلق:

(1) مونچھوں کے بارے میں علماء کرام نے قصر اور حلق دونوں پر قول کیا ہے، لیکن اکثر علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ کاٹنے میں اتنا مبالغہ کیا جائے کہ گویا حلق نظر آئے،تو اس طرح کرنے سے حلق اور قصر دونوں پر عمل ہو جائے گا۔(فتاوی حقانیہ:ج2:ص455)

(2) مونچھوں کا حکم یہ ہے کہ قینچی سے باریک کترانا تو سنت ہے،او راُسترے سے صاف کرانا بعض کے نزدیک درست ہےاور بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

(آپ کے مسائل اوراُن کا حل:ج8:ص314)

سوال: مونچھوں کو استرے سے منڈانے کو علامہ شامیؒ نے اپنی کتاب :شامی: میں جو جائز لکھا ہے،وہ عبارت اور صفحہ وجلد صاف صاف،مع ترجمہ،اعراب لگا کر بھیجیں۔اور زیادہ بہتر ہے کہ کوئی مستند حدیث کی عبارت بھی لکھیں۔اس کے بارے میں یہاں فتنۂ عظیم برپا ہے۔ایک مفتی لکھتے ہیں کہ بدعت ہے اور دلیل پیش کرتے ہیں کہ درمختار میں ہے:حلق الشارب بدعة:مونچھ منڈانا بدعت ہے۔اور حدیث شریف میں ہے:احفو الشوارب:مونچھیں پست کراؤ۔

جواب::حلق الشارب بدعة،وقيل سنة:درمختار برحاشية ردالمحتار المعروف بالشامی (الدر المختار:كتاب الحظروالاباحة:

فصل فی البیع:ج 6:ص 407)مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے۔

یہ دونوں قول ایک ہی کتاب میں ایک ہی جگہ موجود ہیں۔حدیث شریف میں :حلق: کا لفظ نہیں،جس کے معنی مونڈنے کے ہیں،بلکہ لفظ:جزوا:آیا ہے،جس کے معنی خوب کاٹنے کے ہیں۔ایک روایت میں لفظ:احفوا:آیا ہے۔اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ اس طرح کاٹیں کہ مونڈنے کے قریب ہوجائیں۔طحاوی:ص 287:اور شامی جلد 2 صفحہ 155 میں وہ روایتیں مذکور ہیں۔(فتاویٰ محمودیہ:ج 19:ص 423)

مونچھوں کے بال کاٹنے کی مدت:

(1) مستحب یہ ہے کہ ہر جمعہ کے دن مونچھ کاٹ دی جائیں۔چالیس دن سے زیادہ مؤخر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔(فتاویٰ عثمانیہ:ج 10:ص 115)

(2) لبوں کے بال کٹوانے میں چالیس دن سے زیادہ وقفہ نہ کریں۔چالیس دن سے زیادہ گزر جائیں تو گنہگار ہوگا۔(شاہراہ سنت:ص 94)

مونچھوں کے بال کاٹنے کا افضل وقت:

(1) حضرت ابوعبداللہ الاعزؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن لب تراشتے تھے۔(مرقات:ج 4:ص 457)

(2) حضرت ابورمثہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن لب تراشتے تھے۔ (سیرۃ الشامی:ج 7:ص 551)

(3) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:جو شخص جمعہ کے دن لب کاٹے گا،ہر بال جو گرے گا اس کے بدلے دس نیکی ملے گی۔

(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 344)

(4) مستحب یہ ہے کہ ہر جمعہ کے دن مونچھ کاٹ دی جائیں۔

(فتاویٰ عثمانیہ:ج 10:ص 115)

(5) بال جمعہ کی نماز سے پہلے بنوانا افضل ہے۔(فتاویٰ محمودیہ:ج 8:ص 360)

زیرِ ناف بال صاف کرنے کا حکم:

ایک غفاری صحابی ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو زیرِ ناف بال نہ لے، وہ ہم میں سے نہیں۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 345)

زیرِ ناف بال صاف کرنے کی حدود:

سوال: موئے زیرِ ناف کس جگہ سے لے کر کس جگہ تک کاٹنا ضروری ہے؟

جواب: ناف کے نیچے دائیں بائیں جو بال ہوں، نیز خصیتین پر جو بال ہوں اور پھر نیچے جو بال ہو اُن سب کو صاف کر دینا چاہئے۔(فتاویٰ محمودیہ:ج 19:ص 446)

(2) تمام وہ بال جو ناف سے نیچے ہوں، خواہ ذکر یا خصیوں یا اس کے اِردگرد پر ہوں یا مقعد اور اس کے حوالی پر ہوں، ان تمام بالوں کا حلق مسنون ہے۔

(فتاوی مفتی محمود:ج 11:ص 273)

(3) ناف سے لے کر رانوں کی جڑ تک اور شرم گاہ کے آگے پیچھے اِردگرد جہاں تک ممکن ہو صفائی کر لینا چاہئے۔ نیز جو بال پاخانہ کے مقام کے اِردگرد ہوتے ہیں ان کا صاف کرنا بھی مستحب ہے۔(غسل کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:ص 255)

زیرِ ناف بال صاف کرنے کی مدت:

(1) زیرِ ناف بالوں کی صفائی ہر ہفتہ، جمعہ کے روز مناسب ہے، اس کا موقع

نہیں تو پندرہ روز میں صفائی کردی جائے۔چالیس دن تک مؤخر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔یہ صفائی ایک ہفتہ میں کرنا سنت ہےاور چالیس دن میں واجب ہے۔

(فتاوی محمودیہ:ج19:ص446)

(2) چالیس دن تک موئے زیرِناف صاف نہ کرنا گناہ ہے، ایسے شخص کی نماز بھی مکروہ ہوتی ہے۔(فتاوی محمودیہ:ج19:ص449)

(3) مستحب یہ ہے کہ ہر جمعہ کے دن زیرِناف بال صاف کرلیا جائے۔چالیس دن سے زیادہ مؤخر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔(فتاویٰ عثمانیہ:ج10:ص115)

(4) زیرِناف بال مونڈنے میں چالیس دن سے زیادہ وقفہ نہ کریں۔چالیس دن سے زیادہ گزر جائیں تو گنہگار ہوگا۔(شاہراہ سنت:ص94)

زیرِناف بال صاف کرنے کا افضل وقت:

(1) مستحب یہ ہے کہ ہر جمعہ کے دن زیرِناف بال صاف کرلیا جائے۔

(فتاویٰ عثمانیہ:ج10:ص115)

(2) بال جمعہ کی نماز سے پہلے بنوانا افضل ہے۔(فتاوی محمودیہ:ج8:ص360)

زیرِناف بالوں کو صاف کرنے کا طریقہ:

(1) زیرِناف بال دُور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بال مونڈنے کی ابتدا ناف کے نیچے سے کرے۔(شامی:ج5:ص288)

سوال: زیرِناف بالوں کی صفائی کس طرح کرے؟ یعنی اُوپر سے نیچے یا نیچے سے اُوپر یا دائیں سے بائیں وغیرہ؟

جواب: اُوپر سے نیچے کی طرف صفائی کرے۔(خیر الفتاوی:ج2:ص179)

زیرِناف بالوں کوکس چیز سے صاف کرے:

(1) مردوں کیلئے غیرضروری بال اُسترے سے صاف کرنا لازمی ہے اور یہی مسنون طریقہ ہے۔اس مقصد کیلئے ایسے کیمیکل پاؤڈر استعمال کرنا (جن سے بال صاف ہوجائیں) اگرچہ مرخص ہے مگر کراہت سے خالی نہیں،تاہم خواتین کواستعمال کرنے کی اجازت ہے ۔(فتاوی حقانیہ:ج2:ص415)

(2) مردوں کے لئے بال صفاپاؤڈر استعمال کرنا مکروہ اور نامناسب ہے۔

(آپ کے مسائل اوراُن کاحل:ج8:ص331)

(3) زیرناف بالوں کواُسترے اورمشین کے ساتھ صاف کرنا بہتر ہے،ویسے قینچی سے کاٹنایا اُکھیڑنایا دوا کے ذریعے سے گرانا بھی جائز ہے۔ویسے افضل مونڈھنا ہے۔

(فتاوی مفتی محمودؒ:ج11:ص273)

بال کوغسل خانہ میں نہ چھوڑے:

زیرناف بال کوکسی دوسرے کادیکھنا جائزنہیں۔اس لئے غسل خانہ وغیرہ میں اس طرح نہ چھوڑے کہ دوسرے کی نگاہ پڑے۔(نفع المفتی:ص116)

بغل کے بال دائیں طرف سے شروع کرنا:

پہلے دائیں طرف کے بغل کے بال مونڈیں پھر بائیں طرف کے۔

(ہزارسنتیں:ص390)

بغل کے بال صاف کرنے کی مدت:

(1) مستحب یہ ہے کہ ہرجمعہ کے دن بغل کے بال صاف کرلیا جائے۔چالیس

دن سے زیادہ مؤخر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔(فتاویٰ عثمانیہ:ج10:ص115)

(2) بغل کے بال اُکھاڑنے میں چالیس دن سے زیادہ وقفہ نہ کریں۔چالیس دن سے زیادہ گزر جائیں تو گنہگار ہوگا۔(شاہراہ سنت:ص94)

بغل کے بال صاف کرنے کا افضل وقت:

مستحب یہ ہے کہ ہر جمعہ کے دن بغل کے بال صاف کرلیا جائے۔

(فتاویٰ عثمانیہ:ج10:ص115)

سینہ اور شکم کے بال کاٹنا:

(1) سینہ اور شکم کے بال منڈوانا درست ہیں۔(فتاویٰ رشیدیہ:ج2:ص386)

(2) سینے کے بال،بلیڈ یا استرے سے صاف کرنا جائز ہے۔لیکن خلافِ ادب ہے۔(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:ج3:ص121)

(3) سینے کے بال بلیڈ یا استرے سے صاف کئے جاسکتے ہیں،لیکن بہتر نہیں ہے۔(غسل کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا:ص267)

ٹانگوں کے بال کاٹنا:

سوال: کیا مرد اور عوتیں اپنی ٹانگوں کے بال ٹخنوں تک منڈوا سکتے ہیں؟

جواب: ایسا کرنا بہتر نہیں،مگر حرام بھی نہیں (فتاویٰ محمودیہ:ج19:ص444)

رانوں کے بال کاٹنا:

رانوں کے بال صاف کرنے کی گنجائش ہے،تاہم صاف نہ کرنا بہتر ہے۔

(غسل کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا:ص247)

سفید بال نکالنے کا حکم:

(1) ازالۂ عیب کیلئے جوان آدمی کا سفید بال چننا جائز ہے اور قبل ازوقت بالوں کا سفید ہونا عیب ہے، لہذا جائز ہے۔(احسن الفتاوی:ج8:ص183)

(2) جوان آدمی کا سفید بال چننا جائز ہے، کیونکہ قبل ازوقت بالوں کا سفید ہونا ایک عیب ہے اور عیب کا ازالہ جائز ہے۔

رہا حدیث شریف میں ممانعت کا مصداق تو وہ شخص ہے جو بڑی عمر میں تزیین یا تزویر کیلئے ایسا کرے، کہ اس میں عام عادت سے اعراض ہو کر تغییر خلق لازم آتا ہے۔
(فقہی ضوابط :ج4:ص136)

(3) اگر کوئی شخص قبل ازوقت بوڑھا ہوگیا ہو تو تب تو سفید بال نکالنا اس کیلئے جائز ہے بشرطیکہ محض زینت کی نیت نہ ہو، بلکہ ارضاء زوجہ مقصود ہو یا اور کوئی ضرورت ہو۔ اور اگر بوڑھا قبل ازوقت نہیں بلکہ وقت پر ہوا ہے تو سفید بالوں کا نکالنا اس کیلئے مکروہ تنزیہی ہے۔(امداد الاحکام:ج1:ص526)

(4) اُدھیڑ عمر میں بال سفید ہونا فطری بات ہے، حدیث شریف میں اسے مومن کا نور کہا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ فطرت کے مطابق بال سفید ہونے کے بعد اُن کو نوچنا یا بالکل سیاہ خضاب دینا دھوکہ کے مترادف ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔لیکن اگر کسی نوجوان کے بالوں میں سفیدی لگ جائے تو یہ اس کیلئے عیب ہے، اس لئے عیب کو ہٹانے کیلئے اُسے اُکھاڑ سکتا ہے۔شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں (فتاوی عثمانیہ :ج10 :ص 141)

(5) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سفید بالوں کو نہ اکھاڑو کیونکہ یہ قیامت کے دن مؤمن کے لئے نور ہوں گے۔(ابی داؤد:ص1528)

بالوں میں سیاہ خضاب لگانے کا حکم:

(1) بالوں کو سیاہ کرنا غازی کیلئے اتفاقاً جائز ہے، اور بیوی کی زینت کیلئے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے، اور باقی نا جائز ہے۔ (فتاویٰ فریدیہ: ج9: ص110)

(2) سیاہ خضاب کسی شرعی مصلحت سے لگانا، مثلاً جہاد میں شرکت کیلئے یا بوڑھے شوہر کو جوان بیوی کی خوشنودی کیلئے جائز ہے اور اگر کوئی شرعی ضرورت نہ ہو تو خالص سیاہ خضاب مکروہ ہے۔ (کفایت المفتی: ج12: ص342)

(3) بالوں کو کالا کرنا خواہ خضاب کی صورت میں ہو، یا کالی مہندی سے، مکروہ تحریمی یعنی حرام اور نا جائز ہے۔ ہاں البتہ مہندی یا براؤن رنگ بالوں کو لگانا جائز ہے۔ بالکل سیاہ کرنا نا جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج8: ص320)

(4) سیاہ خضاب لگانا کسی شرعی مصلحت سے جائز ہے، لہٰذا جس شخص کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے، اس کیلئے سیاہ خضاب لگانا جائز ہے (فتاویٰ قاسمیہ: ج23: ص613)

بال کاٹنے کے بعد وضو کرنے کا حکم:

بال بنوانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج3: ص93)

جنابت کی حالت میں بال تراشنا:

(1) جنابت کی حالت میں بال ترشوانا مکروہ ہے، پاکی کے بعد ترشوائے۔

(فتاوی محمودیہ: ج5: ص115)

(2) ناپاکی کی حالت میں بال کاٹنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر بال دھونے کے بعد کاٹے تو مکروہ نہیں۔ (آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ج3: ص118)

گرے ہوئے بالوں کو دفن کرنا:

(1) گرے اور جھڑے بالوں کا دفن کرنا سنت ہے (شمائل کبریٰ: ج1: ص325)

(2) بالوں کو دفن کرنا بہتر ہے، بسہولت انتظام ہو سکے تو دفن کردے، ورنہ بتکلف اہتمام کرنا تعمق وغلو ہے جو مذموم ہے۔ امرِ مندوب کا التزام اعتقاداً یا عملاً ممنوع ہے اور ایسی حالت میں امرِ مندوب، واجب الترک ہو جاتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ: ج9: ص79)

(3) بالوں کا دفن کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن بہتر ہے۔ پاک جگہ میں ڈال دینا بھی درست ہے۔ (فتاوی رحیمیہ: ج10: ص105)

(4) سر، مونچھ، داڑھی وغیرہ کے کٹے ہوئے بالوں اور ناخنوں کو دفن کرنا مستحب ہے۔ (فتاویٰ عثمانیہ: ج10: ص124)

شہری عورتوں کے لئے ناخن اور بال جلانے کا حکم:

سوال: انسان کے ناخن اور بال وغیرہ جلانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو شہری عورتوں کے جو بال کنگی سے نکلتے ہیں ان کو مکانات پختہ ہونے کی وجہ سے دفن نہیں کر سکتیں۔ ان کے لئے کیا صورت ہوگی؟

جواب: جلانا جائز نہیں، ایسی عورتیں اپنے گرے ہوئے بالوں کو کسی کپڑے یا کاغذ میں لپیٹ کر ڈال دیں۔ لیکن بالوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے۔

(فتاوی محمودیہ: ج19: ص452)

ناخن سے متعلق سنتیں اور آداب

سنت کے مطابق ناخن کاٹنے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ

میرے محترم قارئین کرام!

اگر آپ چاہتے ہوں کہ آپ سنت کے مطابق ناخن کاٹنے کا طریقہ سیکھ کر ہمیشہ سنت کے مطابق ناخن کاٹے تو سنت کے مطابق ناخن کاٹنے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ یہ ہے کہ نیچے لکھے گئے ناخن کاٹنے کی سنتوں میں سے دو سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لے اور چند وقت تک اُن دونوں سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جب وہ دونوں چیزیں آپ کی عادت بن جائیں تو پھر دو اور سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر کے چند وقت تک اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس طرح وہ بھی آپ کی عادت بن جائے گی۔ اسی طرح دو دو سنتوں کو اپنانے کی کوشش کرتے رہیں، چند وقت میں آپ کا ناخن کاٹنا سنت کے مطابق ہو جائے گا۔ (ان شاء اللّٰہ)

ناخن تراشنے کا مسنون طریقہ:

(1) ہاتھوں کے ناخن کاٹنے کا افضل طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کریں اور چاروں انگلیوں کے ناخن کاٹ لیں، پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کر کے پورے ہاتھ کے ناخن کاٹ لیں اور آخیر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹیں۔

پاؤں کے ناخن کاٹنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دائیں پاؤں کی چھنگلی سے شروع کریں اور بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کردیں۔ (فتاویٰ عبادالرحمٰن: ج 7: ص 64)

(2) سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی، پھر بیچ کی انگلی، پھر اس کے برابر والی انگلی، پھر چھنگیا۔ پھر الٹے ہاتھ کی چھنگیا، پھر اس کے برابر والی انگلی، پھر بیچ کی انگلی، پھر اس کے برابر والی انگلی، پھر انگوٹھا اور اس کے بعد سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا۔

سیدھا پاؤں چھنگیا سے شروع کرے اور بالترتیب انگوٹھے پر ختم کرے اور الٹے پاؤں کی انگوٹھے سے شروع کرے اور بالترتیب چھنگیا پر ختم کرے۔ (شاہراہ سنت: ص 94)

ناخن جمعہ کے دن نمازِ جمعہ سے پہلے کاٹنا:

(1) حضرت ابوعبداللہ الاعز ؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن ناخن تراشتے تھے۔ (مرقات: ج 4: ص 457)

(2) حضرت ابورمثہ ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن ناخن کاٹتے تھے۔ (سیرۃ الشامی: ج 7: ص 551)

(3) حضرت ابوجعفر ؒ سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن ناخن کاٹنے کو پسند فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری: ج 22: ص 46)

(4) مستحب یہ ہے کہ ہر جمعہ کے دن ناخن کاٹ دی جائیں۔

(فتاویٰ عثمانیہ:ج10:ص115)

(5) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ جمعہ کی نماز سے پہلے ناخن کاٹتے تھے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص344)

(6) حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو جمعہ کے دن ناخن کٹائے گا، وہ دوسرے جمعہ تک مصائب سے محفوظ رہے گا۔

(کنزالعمال:ج6:ص372)

(7) حضرت ابن عباسؓ سے ایک مرفوع روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن ناخن کٹانا شفاء دلاتا ہے، بیماری دُور کرتا ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص344)

(8) شاہ عبدالحق صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن ناخن کاٹنا مستحب ہے۔

(اشعۃ اللمعات:ج1:ص313)

(9) ناخن جمعہ کی نماز سے پہلے کاٹنا افضل ہے۔(فتاویٰ محمودیہ:ج8:ص360)

اگر ناخن بڑھ گئے ہوں تو کاٹنے کا وقت:

جمعہ کے دن نماز سے پہلے ناخن کاٹنا افضل اور مسنون ہے، تاہم جس شخص کے ناخن بڑھ گئے ہوں تو اس کے لئے جمعہ کے دن کی فضیلت کا انتظار کئے بغیر ہی کاٹنا ضروری ہے، چاہے دن ہو یا رات۔ اس لئے کہ جس کے ناخن بڑھ جائیں تو اس کے رزق میں تنگی آجاتی ہے۔ البتہ اگر بہت زیادہ نہیں بڑھ گئے ہوں تو احادیثِ مبارکہ میں موجود فضیلت کے حصول کے لئے تاخیر کی جاسکتی ہے۔(فتاویٰ عثمانیہ:ج10:ص116)

ناخن کاٹنے کی مدت:

(1) ناخن کو ہفتہ میں ایک بار کاٹنا مستحب ہے،اور چالیس دن تک کاٹنے میں غفلت یا سستی کرنا مکروہ تحریمی اور سخت گناہ ہے۔(فتاویٰ عبادالرحمٰن: ج7:ص 273)

(2) ناخن کٹوانے میں چالیس دن سے زیادہ وقفہ نہ کریں۔چالیس دن سے زیادہ گزر جائیں تو گنہگار ہوگا۔(شاہراہ سنت:ص 94)

(3) چالیس دن سے زیادہ مؤخر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(فتاویٰ عثمانیہ:ج10:ص115)

ناخن کاٹنے کا حکم اور بڑھے ناخن رکھنے کی ممانعت:

(1) حضرت عبداللہ بن کثیرؒ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اپنے ناخن کاٹو۔

(کنزالعمال:ج6:ص372)

(2) ایک غفاری صحابی ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو ناخن نہ کٹائے ،وہ ہم میں سے نہیں۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص345)

(3) حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ناخن تراشو، کہ ناخن اور گوشت کے درمیان شیطان دوڑتا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ناخن کو نہ تراشنا چھوڑے رکھنا درست نہیں ہے۔ بعض لوگ ہاتھ کی کسی ایک انگلی مثلاً سب سے چھوٹی انگلی کے ناخن کو چھوڑے رکھتے ہیں، یہ مکروہ ہے، درست نہیں۔نہایت ہی مذموم اور قبیح عادت ہے، یہ انسانی خصلت نہیں، درندوں کی صفت ہے۔امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ ناخن نہ کاٹنا بڑھے ہوئے رکھنا تنگئی رزق کا باعث ہے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص346)

(4) آپ ﷺ نے ناخن کے لمبے ہونے پر نکیر فرمائی۔بعض لوگ کسی انگلی کے ناخن کو چھوڑ دیتے ہیں کاٹتے نہیں۔یہ درست نہیں ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج3:ص558)

(5) اگر ناخن بڑھنے کی وجہ سے اس کے اندر کوئی ایسی چیز جم جائے جس کی وجہ سے وضو کرتے وقت پانی اندر نہ پہنچ سکے تو وضو بھی نہیں ہوگا اور نماز بھی نہیں ہوگی۔

اور اگر ناخن اندر سے بالکل صاف ہے تو وضو بھی ہو جائے گا اور نماز بھی ہو جائے گی، لیکن چالیس دن تک ناخن نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے، وہ آدمی گنہگار ہوگا اور نماز بھی مکروہ ہوگی۔ (نماز کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ج4:ص169)

(6) مجاہدین کو دارالحرب میں ناخن بڑھانے کی اجازت ہے۔

(شامی:ج5:ص287)

عیدالاضحی سے دس دن پہلے ناخن کاٹنے کا مسئلہ:

سوال: جس شخص پر قربانی واجب نہیں وہ اگر حجامت نہ کرے اور ناخن نہ کاٹے تو اس کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب: نہیں، یہ استحباب صرف قربانی کرنے والوں کے ساتھ خاص ہے، وہ بھی اس شرط سے کہ زیر ناف اور بغلوں کی صفائی اور ناخن کاٹے ہوئے چالیس دن نہ گزرے ہوں، اگر چالیس دن گزر گئے ہیں تو اُمور مذکورہ کی صفائی واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ:ج7:ص496)

ناخن کاٹنے کے بعد تراشہ کو دفن کرنا مسنون ہے:

(1) مسرج اشعریہؒ نے بیان کیا کہ ہمارے والد جو اصحاب نبی پاک ﷺ میں سے تھے انہوں نے ناخن کاٹے اور اس کے تراشہ کو جمع کر کے دفن کر دیا۔ اور پھر کہا کہ میں

نے اسی طرح آپ ﷺ کو (ناخن کے تراشے کو دفن) کرتے ہوئے دیکھا۔

(شعب الایمان:ج5:ص232)

(2) ناخن کو کاٹنے کے بعد ایسی جگہ پھینکنا جہاں بے حرمتی ہو جیسے گٹر، نالہ، باتھ روم، انسانوں یا جانوروں کی گزرگاہ وغیرہ میں مکروہ ہے(فتاویٰ عبادالرحمٰن :ج 7:ص 272)

(3) سر، مونچھ، داڑھی وغیرہ کے کٹے ہوئے بالوں اور ناخنوں کو دفن کرنا مستحب ہے۔(فتاویٰ عثمانیہ:ج10:ص124)

(4) غسل خانے اور ناپاک جگہوں میں ناخن ڈالنا مکرو ہے۔

(مرقاۃ:ج4:ص456)

(5) ناخن کاٹ کر ناپاک جگہوں میں ڈالنے سے بیماری کا خطرہ رہتا ہے۔

(شامی:ج6:ص405)

(6) ناخن کے تراشے کو ادھر ادھر نہ کردے، تا کہ اس سے کوئی جادو نہ کر سکے۔

(فتح الباری:ج10:ص346)

(7) ناخنوں کو دفن کرنا بہتر ہے، بسہولت انتظام ہو سکے تو دفن کردے، ورنہ بتکلف اہتمام کرنا تعمق وغلو ہے جو مذموم ہے۔ امرِ مندوب کا التزام اعتقاداً یا عملاً ممنوع ہے اور ایسی حالت میں امرِ مندوب، واجب الترک ہو جاتا ہے۔

(احسن الفتاوی:ج9:ص79)

(8) حضرت عبداللہ بن کثیرؒ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اپنے ناخن کاٹو اور اس کے تراشے کو دفن کرو۔(کنز العمال:ج6:ص372)

شہری عورتوں کے لئے ناخن اور بال جلانے کا حکم:

سوال: انسان کے ناخن اور بال وغیرہ جلانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو

شہری عورتوں کے جو بال کنگی سے نکلتے ہیں ان کو مکانات پختہ ہونے کی وجہ سے دفن نہیں کر سکتیں۔ان کے لئے کیا صورت ہوگی؟

جواب: جلانا جائز نہیں،ایسی عورتیں اپنے گرے ہوئے بالوں کو کسی کپڑے یا کاغذ میں لپیٹ کر ڈال دیں۔لیکن بالوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

(فتاوی محمودیہ:ج19:ص452)

ناخنوں کو دانتوں سے کاٹنے کی ممانعت:

(1) دانت سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے کہ اس سے برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری:اُردو:ج9:ص153)

(2) ناخنوں کا دانتوں سے کاٹنا مکروہ ہے۔اس لئے کہ اس سے برص یا پیٹ کی بیماریاں لگنے کا اندیشہ ہے۔(فتاویٰ عثمانیہ:ج10:ص116)

(3) دانت سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے،تنگئی رزق اور غربت کا باعث ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص348)

(4) دانت سے ناخن نہ کاٹے کہ اس سے برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

(شامی:ج5:ص287)

رات کو ناخن کاٹنا:

رات کو ناخن کاٹنے میں کوئی قباحت نہیں۔(شرح احیاء:ج2:ص412)

ناخن دوسرے سے کٹوانا:

(1) ناخن خود بھی کاٹ سکتا ہے اور دوسرے سے بھی کٹوا سکتا ہے۔

(شرح احیاءج2:ص412)

(2) ناخن آپ کاٹے یا دوسرے سے کٹوادے دونوں حالتوں میں سنت ادا ہوگی۔(فتاویٰ رشیدیہ:ج2:ص399)

ناخن کاٹنے سے وضو کا حکم:

ناخن اُتارنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

(آپ کے مسائل اوراُن کا حل: ج3:ص93)

جنابت کی حالت میں ناخن تراشنا:

(1) جنابت کی حالت میں ناخن ترشوانا مکروہ ہے، پاکی کے بعد ترشوائے۔

(فتاوی محمودیہ:ج5:ص115)

(2) ناپاکی کی حالت میں ناخن کاٹنا مکروہ ہے۔لیکن اگر ناخن دھونے کے بعد کاٹے تو مکروہ نہیں۔(آپ کے مسائل اوراُن کا حل: ج3:ص118)

عطر سے متعلق حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان

سنت کے مطابق خوشبو استعمال کرنے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ

میرے محترم قارئین کرام!

اگر آپ چاہتے ہوں کہ آپ سنت کے مطابق خوشبو استعمال کرنے کا طریقہ سیکھ کر ہمیشہ سنت کے مطابق خوشبو استعمال کریں تو سنت کے مطابق خوشبو استعمال کرنے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ یہ ہے کہ نیچے لکھے گئے خوشبو کی سنتوں میں سے دو سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لے اور چند وقت تک اُن دونوں سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جب وہ دونوں چیزیں آپ کی عادت بن جائیں تو پھر دو اور سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر کے چند وقت تک اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس طرح وہ بھی آپ کی عادت بن جائے گی۔ اسی طرح دو دو سنتوں کو اپنانے کی کوشش کرتے رہیں، چند وقت میں آپ کا خوشبو استعمال کرنا سنت کے مطابق ہو جائے گا۔ (ان شاء اللّٰہ)

خوشبو اور عطر کا استعمال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی پسندیدہ عادت ہے:

حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں انبیاء کرام علیہم السلام کی عادتوں میں سے ہیں۔ ختنہ کرنا، مسواک کرنا، عطر لگانا، نکاح کرنا۔ (سیرۃ الشامی: ج7: ص533)

فائدہ: انبیاء کرام علیہم السلام کے اطوار و عادات..... اللہ تعالیٰ جل شانہ کے محبوب اور پسندیدہ ہوتے ہیں، دین اور دنیا دونوں کے اعتبار سے نفع بخش ہوتے ہیں۔ ان حضرات کی سنتوں کو اختیار کرنا دین و دنیا کی خوبی اور سعادت کی بات ہے۔

(شمائل کبریٰ: ج1: ص364)

خوشبو اور عطر سے آپ ﷺ کو محبت تھی:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ خوشبو اور عطر آپ ﷺ کو بہت پسندیدہ تھی۔ (کنز العمال: ج7: ص73)

بکثرت آپ ﷺ عطر کا استعمال فرماتے:

(1) حضرت ابراہیمؒ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کی اطلاع خوشبو سے ہوتی تھی۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص371)

(2) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہے کہ میں بہترین خوشبو آپ ﷺ کو لگاتی، یہاں تک کہ خوشبو کا نشان داڑھی اور سر مبارک پر ہوتا۔ (مشکوۃ: ص381)

آپ ﷺ بغیر عطر لگائے سراپا عطر تھے:

(1) حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ میں نے مشک وعنبر کی خوشبو کو آپ ﷺ کی خوشبو سے زائد نہیں پایا۔(مشکوۃ شریف:ج2:ص257)

فائدہ: آپ ﷺ کی ذات گرامی خود خوشبو دار تھی۔ آپ ﷺ سے ہمیشہ مشک وعنبر سے بہتر خوشبو مہکتی رہتی تھی۔ آپ ﷺ کو خوشبو لگانے کی ضرورت نہیں تھی، مگر پھر بھی آپ ﷺ خوشبو لگاتے تھے۔(شمائل کبریٰ:ج1:ص366)

(2) امام مزنی صاحبؒ نے بیان کیا کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے بٹالیا، میں نے مہر نبوت پہ اپنا منہ لگالیا (اور بوسہ دیا) تو اس سے مشک کی خوشبو نکلتی تھی۔(نسیم الریاض:ج1:ص353)

(3) حضرت ام سلیمؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ تشریف لائے اور دوپہر کو آرام فرمایا، آپ ﷺ سے پسینہ نکلنے لگا، میں نے ایک شیشی لی اور اس میں آپ ﷺ کے پسینہ مبارک جمع کرنے لگی، آپ ﷺ بیدار ہوئے کہ یہ کیا کر رہی ہو؟ میں نے کہا کہ آپ ﷺ کے پسینہ کو خوشبو دار ہونے کی وجہ سے جمع کر رہی ہوں کہ یہ تمام خوشبوؤں سے زیادہ بہتر ہے۔(دلائل النبوۃ:ج1:ص258)

(4) ابویعلی نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ اپنے پسینہ مبارک کو انگلی سے پونچھ کر شیشی میں ڈال لیتے، لوگ اس معطر پسینہ کو اپنی لڑکیوں کی شادی میں استعمال کرتے تو وہ گھر اتنا خوشبو سے معطر ہو جاتا کہ لوگ اس گھر کو: دار العطر: خوشبو کا گھر پکارنے لگتے۔

(جمع الوسائل:ج2:ص2)

وفات کے بعد بھی حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر سے خوشبو

حضرت علیؓ کی ایک روایت میں ہے کہ جس جگہ حضور اکرم ﷺ کو غسل دیا گیا وہ گھر حضور اکرم ﷺ کی مشک کی بہترین خوشبو سے معطر ہو رہا تھا، اور ایسی خوشبو نکل رہی تھی کہ اس جیسی خوشبو کبھی دیکھی نہ گئی۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے پورے مدینے میں اس کی خوشبو پھیل گئی۔(شرح شفا نسیم الریاض:ج1:ص356)

حضور اکرم ﷺ عطر اور خوشبو کے ہدیہ کو واپس نہ فرماتے:

(1) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں واپس نہیں کی جاتی۔ تکیہ، تیل، عطر۔(ترمذی:ج2:ص102)

فائدہ: چونکہ دینے اور لینے والے پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا اور از راہِ محبت واخوت دیا جاتا ہے، اسی لئے انکار کی ممانعت ہے کہ تکلیف کی بات ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص364)

(2) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب تمہارے سامنے عطر وخوشبو رکھ دیا جائے تو اسے واپس نہ کرو۔(شمائل کبری:ج1:ص365)

حضور اکرم ﷺ کی پسندیدہ خوشبو:

مشک کی خوشبو کو حضور اکرم ﷺ نے سب سے زیادہ شاندار خوشبو قرار دیا ہے۔

(کتاب النوازل:ج15:ص491)

خوشبو لگانے کا طریقہ:

(1) عطر لگانے کا کوئی خاص طریقہ مسنون نہیں، البتہ دائیں جانب سے شروع

کرنا سنت ہے۔(آپ کے مسائل اور اُن کا حل:ج 8:ص 343)

(2) عطر جس طرح بھی لگایا جائے سنت ادا ہو جائے گی، اِس کا کوئی خاص طریقہ حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہے، البتہ صحابی رسول حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ وہ وضو فرمانے کے بعد مشک ہتھیلی پر رکھ کر مسلتے تھے، پھر اپنی داڑھی پر لگاتے تھے۔(کتاب النوازل:ج 15:ص 493)

عطردان اپنے ساتھ رکھنا سنت ہے:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک ڈبہ (عطردان) تھا جس سے آپ ﷺ عطر لگایا کرتے تھے۔(آداب بیہقی:ص 409)

فائدہ: کسی عطردان یا شیشی میں عطر کا رکھنا اور حسبِ موقعہ لگانا اپنے پاس رکھے رہنا مسنون ہوگا۔(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 376)

سر اور داڑھی میں عطر لگانا اور ملنا مسنون ہے:

(1) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مشک کو لیتے سر اور داڑھی پر لگاتے۔(مرقات:ج 4:ص 462)

(2) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں خوشبو کے نشانات کو آپ ﷺ کے سر مبارک میں دیکھتی۔(بخاری شریف:ص 208)

(3) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ تیل یا زعفران داڑھی میں لگانا چاہتے تو اوّلاً ہاتھ پر رکھتے پھر داڑھی پر لگاتے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تیل یا عطر وغیرہ داڑھی پر ملنا اور لگانا درست ہے، مگر خوشبو کو چہرے پر ملنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں تزئین ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 328)

بیوی کا شوہر کو عطر لگانا:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کو اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگاتی۔(بخاری شریف:ص 877)

فائدہ: بیوی کے لئے سنت ہے کہ شوہر کے کپڑوں میں عطر لگا دے۔

(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 371)

خوشبو لگانے کے مختلف مواقع:

(1) احادیث شریفہ اور آثار صحابہؓ سے درج ذیل مواقع پر خوشبو لگانا ثابت ہے،

جمعہ کے دن ☆ عیدین کے دن ☆ تہجد کے وقت ☆ وضو کے بعد ☆ تلاوت کے وقت ☆ تدریس کے وقت ☆ ذکر کے وقت ☆ جماع کے وقت ☆ مجامع اور مجالس کے موقع پر ☆ حیض ونفاس سے پاک ہونے کے بعد،(کتاب النوازل:ج 15:ص 492)

(2) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ اصحاب کی مجلس میں بغیر عطر وخوشبو لگائے تشریف لے جائیں۔

(سیرۃ الشامی:ص 533)

فائدہ: کسی دینی مجلس میں شرکت کے لئے عطر لگالینا بہتر ہے۔

(شمائل کبریٰ:ج 1:ص 372)

(3) ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان موقعوں پر عطر کا استعمال کرنا مناسب ہے۔

جمعہ وعیدین کے دن، ذکر اور تعلیم وتلاوت کے وقت، اجتماعات اور محافل کے موقعوں پر، زوجین کے باہمی ملاقات کے وقت۔(جمع الوسائل:ص 5)

(4) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے عید کا دن ہے۔ جمعہ آئے تو غسل کرو، عطر لگاؤ، اور مسواک کرو۔

(ترغیب: ج1: ص48)

فائدہ: جمعہ کے دن خوشبو اور عطر لگانا سنت ہے۔ اسی طرح عیدین کے دن بھی عطر لگانا سنت ہے۔ (شمائل کبریٰ: ج1: ص373)

(5) حضور اکرم ﷺ آخر رات (تہجد کے وقت) میں خوشبو لگایا کرتے تھے۔

(سیرۃ الشامی: ج7: ص532)

عود اور کافور کی دھونی سنت ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب دھونی دیتے تو عود خالص کی اور کافور مع عود کے دھونی دیتے اور فرماتے کہ اسی طرح حضور اکرم ﷺ دھونی دیتے۔ (نسائی: ج2: ص283)

فائدہ: اس سے اگربتی کی خوشبو کا استحباب ثابت ہوسکتا ہے، یعنی کسی چیز کو جلا کر خوشبو کا حاصل کرنا بھی سنت میں داخل ہے۔

حضور اکرم ﷺ جسم اطہر پر تو خوشبو لگاتے اور گھر میں خوشبو عود کی دھونی دیتے تاکہ گھر بھی خوشبودار رہے اور فضا نظیف اور صاف رہے۔

لہذا خوشبو کا لگانا اور گھر میں خوشبو کی دھونی دینا مسنون اعمال میں سے ہے۔ اس سے جہاں سنت کا ثواب ہوگا وہیں صفائی اور نظافت بھی حاصل ہوگی۔

(شمائل کبریٰ: ج1: ص374)

مشک اور عود کا استعمال مسنون ہے:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو خوشبوؤں میں سب سے

زیادہ مشک اور عود پسند تھا۔

فائدہ: اس لئے مشک اور عود کا استعمال مسنون اور زیادہ باعث ثواب ہوگا۔

(شمائل کبری:ج1:ص374)

لوگوں کا اکرام عطر سے کرنا سنت ہے:

حضرت زینبؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کا اکرام کرو اور افضل طریقہ اکرام کا عطر کے ساتھ ہے، کہ اس میں کوئی تکلیف (اور) بوجھ نہیں۔

فائدہ: اکرام کا نہایت ہی آسان اور بلا تکلف طریقہ ہے کہ عطر کا ہدیہ پیش کر دے۔ ہدیہ اور سنت دونوں کا ثواب پائے گا۔ (شمائل کبریٰ:ج1:ص376)

سرمہ سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

سنت کے مطابق سرمہ لگانے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ

میرے محترم قارئین کرام!

اگر آپ چاہتے ہوں کہ آپ سنت کے مطابق سرمہ لگانے کا طریقہ سیکھ کر ہمیشہ سنت کے مطابق سرمہ لگاتے رہیں تو سنت کے مطابق سرمہ لگانے کا طریقہ اپنانے کا طریقہ یہ ہے کہ نیچے لکھے گئے سرمہ کی سنتوں میں سے دو سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لے اور چند وقت تک اُن دونوں سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ جب وہ دونوں چیزیں آپ کی عادت بن جائیں تو پھر دو اور سنتوں کو اپنے ذہن میں محفوظ کر کے چند وقت تک اُن پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس طرح وہ بھی آپ کی عادت بن جائے گی۔ اسی طرح دو دو سنتوں کو اپنانے کی کوشش کرتے رہیں، چند وقت میں آپ کا سرمہ لگانا سنت کے مطابق ہو جائے گا۔ (ان شاء اللّٰہ)

سونے سے پہلے سرمہ لگانا چاہئے:

(1) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین سلائی :اثمد: کے سرمہ کا ڈالا کرتے تھے۔ اور ایک روایت حضرت ابن عباسؓ ہی سے منقول ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس سے سونے کے وقت تین تین سلائی آنکھ میں ڈالا کرتے تھے۔

فائدہ: علماء نے لکھا ہے کہ سرمہ ڈالنا سنت ہے اور خاص :اثمد: کا سرمہ افضل ہے۔ لہٰذا اگر :اثمد: کے علاوہ کوئی اور سرمہ ڈالے تب بھی سنت ادا ہو جائے گی۔ البتہ فضیلت :اثمد: سرمہ کے لئے ہے۔ (شمائل ترمذی: ص 50)

(2) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سونے سے پہلے ہر آنکھ میں اثمد (سرمہ کی ایک قسم ہے) کی تین تین سلائی ڈالا کرتے تھے۔

(شمائل کبریٰ: ج 1: ص 222)

(3) سرمہ دانی رکھیں اور سوتے وقت خود بھی ڈالیں اور بچوں سے بھی اہتمام کروائیں۔ تین تین سلائیاں دونوں آنکھوں میں ڈالیں۔ پہلے تین مرتبہ دائیں آنکھ میں پھر تین مرتبہ بائیں آنکھ میں ڈالیں۔ (مشکوۃ: ج 2: ص 513)

:اثمد: سرمہ کے فوائد:

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اثمد کا سرمہ ضرور ڈالا کرو۔ نگاہ کو روشن کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اُگاتا ہے۔ (شمائل کبریٰ: ج 1: ص 293)

ہر آنکھ میں تین سلائی مسنون ہے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس سرمہ دانی تھی

جس سے آپ ﷺ سونے کے وقت تین سلائی ہر آنکھ میں لگاتے تھے۔

(شمائل ترمذی:ص5)

سرمہ لگانے کے تین مسنون طریقے:

(1) دونوں آنکھوں میں تین تین سلائی لگائے۔

(2) دائیں میں تین اور بائیں میں دو سلائی لگائے۔

(3) دونوں آنکھوں میں دو دو لگائے پھر ایک دونوں آنکھوں میں مشترک لگائے۔

اسی طرح اس کا بھی اختیار ہے کہ پہلے ایک آنکھ میں مقدار مسنون لگائے پھر دوسری آنکھ میں لگائے۔ یا ایک مرتبہ دائیں میں لگائے پھر بائیں میں لگائے، پھر دائیں میں لگائے پھر بائیں میں لگائیں، پھر دائیں میں لگائے پھر بائیں میں لگائے۔

(شمائل کبریٰ:ج1:ص293)

سفر میں سرمہ کا اہتمام اور سرمہ دانی ساتھ رکھنا مسنون ہے:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پانچ چیزیں نبی پاک ﷺ نہ سفر میں نہ حضر میں چھوڑتے تھے۔ آئینہ، سرمہ دانی، کنگھی، تیل، مسواک۔ (سیرۃ الشامی: ج7:ص545)

انگوٹھی سے متعلق حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان

حضور اکرم ﷺ کی انگوٹھی:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی اسی سے تھا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس چاندی کی انگوٹھی تھی جس کا نگینہ حبشی تھا۔

فائدہ: ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی متعدد انگوٹھیاں تھیں۔ یعنی ایک چاندی کی تھی جس کا نگینہ بھی چاندی ہی کا تھا اور ایک چاندی ہی کی تھی مگر اس کا نگینہ حبشی کا تھا۔ (شمائل کبری: ج1: ص295)

حبشی کا مطلب:

نگینہ کے حبشی ہونے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حبشی پتھر کا ہو جو یمن سے آتا تھا، یا یہ کہ اس کا بنانے والا حبشی ہو۔

بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی انگوٹھی کا نگینہ عقیق پتھر کا تھا جو کالے رنگ کا تھا۔

اس اعتبار سے چاندی کے حلقہ میں عقیق پتھر کا نگینہ مسنون ہوگا۔عقیق پتھر کے بہت فوائد ہیں۔(شمائل کبری:ج 1:ص 295)

عقیق نگینہ کی خوبی:

(1) حضرت فاطمہؓ، حضور اکرم ﷺ سے نقل کرتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو عقیق کی انگوٹھی بنائے گا وہ ہمیشہ بھلائی پائے گا۔(مجمع الزوائد:ج 5:ص 157)

(2) شرعۃ الاسلام کے حوالہ سے ہے کہ چاندی اور عقیق کا نگینہ سنت ہے۔ایک روایت میں ہے کہ عقیق کی انگوٹھی پہنو یہ مبارک پتھر ہے اس جیسا کوئی پتھر نہیں۔

مناسب یہ ہے کہ حلقہ تو چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا۔(جمع الوسائل:ص 140)

انگوٹھی کا نگینہ کس طرف رکھے:

(1) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھا کرتے تھے۔

بذل: میں: مرقات المصعود: سے نقل کیا ہے کہ نگینہ کا ہاتھ کے اندر کے حصہ میں یعنی ہتھیلی کی طرف رکھنا زیادہ صحیح ہے اور اکثر روایات میں وارد ہے۔

(شمائل کبری:ج 1:ص 302)

(2) نگین کا ہاتھ کے اندر کے حصہ یعنی ہتھیلی کی طرف رکھنا زیادہ اصح ہے اور اکثر روایات میں وارد ہے۔یہی افضل ہے کہ اس میں نگینہ کی حفاظت بھی ہے اور عجب وتکبر سے حفاظت بھی۔(شمائل ترمذی:ص 85)

(3) علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ نگین مردوں کی انگوٹھی میں ہتھیلی کی طرف ہونا چاہئے اور عورتوں کی انگوٹھی میں اوپر کی جانب کہ ان کا پہننا زینت کے لئے ہوتا ہے۔

(شمائل ترمذی:ص 85)

انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننا چاہئے:

(1) حضور اکرمﷺ سے دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا ثابت ہے، اس لئے علماء نے دونوں طریقوں کو اختیا کیا ہے۔لیکن دائیں ہاتھ میں پہننا بہتر ہے۔

(شمائل کبری:ج1:ص298)

(2) حضرت گنگوہیؒ سے:کوکب دری: میں نقل کیا ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی چونکہ روافض کا شعار ہے اس لئے مکروہ ہے۔(شمائل ترمذی:ص 84)

انگوٹھی کس انگلی میں پہننا چاہئے:

(1) جس طرح یہ اختلاف ہے کہ حضور اکرمﷺ دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے یا بائیں ہاتھ میں، اسی طرح یہ بھی اختلاف ہے کہ حضور اکرمﷺ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنا کرتے تھے یا بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں۔

امام بخاریؒ نے :الخاتم فی الخنصر:باب قائم کر کے اشارہ کیا ہے کہ انگوٹھی سب سے چھوٹی انگلی میں سنت ہے۔اور عمدۃ القاری میں ہے کہ خنصر کے علاوہ میں مکروہ ہے۔(شمائل کبری:ج1:ص299)

(2) انگوٹھی کو سب سے چھوٹی انگلی میں پہننا امام نوویؒ نے اس کے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔اور علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ انگوٹھی اسی انگلی میں ہونی چاہئے۔

(شمائل ترمذی:ص 85)

انگوٹھی پہننے کا حکم:

علمائے حنفیہؒ کی تحقیق شامی کے قول کے موافق یہ ہے کہ بادشاہ، قاضی متولی

وغیرہ غرض جن کو مہر کی ضرورت پڑتی ہو، اُن کے لئے تو سنت ہے، اور اُن کے علاوہ دوسروں کیلئے جائز تو ہے لیکن ترک کرنا افضل ہے۔(شمائل ترمذی:ص 71)

مردوں کیلئے سونے، لوہے اور پیتل کی انگوٹھی ممنوع ہے:

(1) حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا ہے۔(ابن ماجہ:ص 256)

(2) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ حضور اکرم ﷺ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا: تم جہنم کی چنگاری چاہتے ہو کہ اس (سونے) کو ہاتھ میں ڈالتے ہو۔

فائدہ: سونے کی انگوٹھی مردوں کو حرام ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کے ہاتھوں سے لے کر پھینک دیا۔ آج بعض لوگ شادی بیاہ کے موقع پر سونے کی انگوٹھی پہنتے ہیں، سو یہ باتفاق حرام ہے۔(شمائل کبری:ج 1:ص 303)

(3) سونے کی انگوٹھی مرد کو پہننا حرام ہے۔(فتاویٰ محمودیہ:ج 19:ص 340)

(4) مردوں کو سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند:ج 16:ص 121)

(5) مرد کے لئے سونے، لوہے اور پیتل کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔

(فتاوی فریدیہ:ج 9:ص 69)

(6) لوہے اور پیتل کی انگوٹھی میں مرد و عورت یکساں ہیں اور کراہت ان کے پہننے کی تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی کہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے(فتاویٰ رشیدیہ:ج 2:ص 398)

(7) حضرت عبداللہ بن بریدہؓ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس پر پیتل کی انگوٹھی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا

بات ہے میں بت کی بوتم میں پاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسے پھینک دیا، پھر آیا اوراس پر لوہے کی انگوٹھی تھی۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کیابات ہے تم پر میں جہنمیوں کازیور پاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اسے پھینک دیا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں کس (چیز) کی انگوٹھی بنواؤں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: چاندی کی بنواؤ، سونا نہ شامل کرنا۔

(شمائل کبری:ج1:ص300)

(8) قاضی خانؒ نے لکھاہے کہ اسٹیل اورلوہے کی انگوٹھی مکروہ ہے، کہ یہ دوزخیوں کازیورہے۔(شمائل کبری:ج1:ص300)

(9) حضور اکرم ﷺ نے اپنی اُمت کے مردوں کیلئے سونے اورریشم کوحرام فرمایا ہے۔جولوگ شادی، منگنی کے موقع پردولہا کوسونے کی انگوٹھی پہناتے ہیں وہ فعلِ حرام کے مرتکب اورگنہگار ہیں۔(آپ کے مسائل اوران کاحل:ج8:ص373)

(10) مرد کیلئے صرف چاندی کی انگوٹھی ساڑھے تین ماشہ کی مقداردرست ہے، اس کےعلاوہ کسی دھات کی انگوٹھی مرد کے لئے درست نہیں۔

(فتاوی محمودیہ:ج19:ص343)

کبھی کام آنے کی نیت سے سونے کی انگوٹھی پہننا:

سوال: یہاں ہمارے ہاں ایک آدمی کہہ رہا ہے کہ سونے کی انگوٹھی اس لئے مرد کیلئے جائز ہے کہ ضرورت کے وقت کام آتی ہے، اگر آدمی لاوارث کہیں فوت ہوجائے تو اس کے کفن دفن کاانتظام اسی انگوٹھی کوفروخت کرکے کردیا جائے۔اس بارے میں وضاحت کیجئے؟

جواب: اللہ تعالی جل شانہ اورحضور اکرم ﷺ نے تو سونے کوحرام قراردیا ہے۔کیایہ مصلحت جویہ صاحب بیان کررہے ہیں، اللہ تعالی جل شانہ اورحضور اکرم ﷺ

کے علم میں نہیں تھی.....؟(نعوذباللّٰہ)۔

اور پھر آپ نے ایسے کتنے لاوارث مرتے دیکھے ہیں جن کے گوروکفن کا انتظام بغیر سونے کی انگوٹھی کے نہیں ہوسکا....؟ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ج8:ص373)

بچوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا ممنوع ہے:

سونے کا استعمال جیسے بالغ مردوں کے لئے ممنوع وحرام ہے، اسی طرح نابالغ بچوں لڑکوں کے لئے بھی ممنوع وحرام ہے۔اوراس کا وبال والدین یا سرپرست کے ذمہ ہوگا۔(فتاوی حقانیہ:ج2:ص407)

پاخانہ جاتے وقت انگوٹھی نکالنا چاہئے:

(1) حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ حضوراکرم ﷺ جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو انگوٹھی اتار دیتے تھے۔(نسائی:ج2:ص289)

فائدہ: اگر انگوٹھی میں کچھ لکھا ہو تو بیت الخلاء سے قبل اتار دے۔حضوراکرم ﷺ کی انگوٹھی میں چونکہ کلمہ: محمدرّسول اللّٰہ: لکھا ہوا تھا، اس احترام کی وجہ سے حضوراکرم ﷺ اتار دیتے تھے۔(شمائل کبری:ج1:ص303)

(2) انگوٹھی پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے کسی صفاتی نام کو ترشوانا جائز ہے، بشرطیکہ بے ادبی نہ ہو، اوراس کو پہن کر بیت الخلاء میں جانا جائز نہیں۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ج8:ص377)

مردوں کے لئے مہندی استعمال کرنے کا حکم

مردوں کے لئے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا مہندی لگانا:

(1) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک مخنث آیا، جس نے ہاتھ و پیر میں مہندی لگا رکھی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا: ایسا کیوں؟ جواب دیا: عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو نکل جانے کا حکم دیا، چنانچہ اسے بقیع تک پہنچادیا گیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو مہندی مطلقاً حرام ہے۔ بعض لوگ صرف ایک ہاتھ میں لگاتے ہیں، بعض جگہوں میں شادی کے موقع پر لگاتے ہیں، یہ سب ناجائز حرام ہے۔ اسی طرح لڑکوں کو بھی درست نہیں۔ حدیث پاک میں مردوں کو عورتوں کی مشابہت پر لعنت آئی ہے۔ (شمائل کبری: ج 1: ص 360)

(2) مرد خواہ بالغ ہو یا نابالغ، چھوٹے ہوں یا بڑے، اُن کیلئے ہاتھوں میں مہندی لگانا جائز نہیں۔ (کتاب النوازل: ج 15: ص 529)

(3) اگر کوئی شخص بلا ضرورت وعذر کے مثلاً کوئی بیماری وغیرہ نہ ہونے کے باوجود صرف زینت کیلئے ہاتھ پاؤں میں مہندی استعمال کرتا ہے، یا کوئی اور رنگ استعمال

کرتا ہے تو اِس کے لئے ایسا کرنا ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے۔ اور یہ :مشـــابھـــت بالـنسآء: بھی ہے۔ حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہوئی ہے۔

(آپ کے سوالات اور اُن کا حل: ج2:ص322)

(4) مہندی لگانے میں عورتوں کے ساتھ تشابہ ہوتا ہے، اس لئے درست نہیں۔ البتہ علاج کیلئے لگانے میں مشابہت نہیں ہوتا۔ (تالیفات رشیدیہ:ص482)

سوال: مردوں کے لئے ہاتھ اور پاؤں پر مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور مرد کے لئے زنانہ لباس پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ (فتاوی فریدیہ:ج9:ص64)

جَزَاللّٰهُ تَعَالیٰ عَنَّامُحَمَّداًﷺمَاهُوَاَهْلُه‘

رَبَّنَاتَقَبَّلْ مِنَّااِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم

وَتُبْ عَلَيْنَااِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْم

(جلد دوم: اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل و کرم سے مکمل ہوگئی)

(27 رمضان المبارک:1444ھ: بوقت: رات:1:00 بجے)